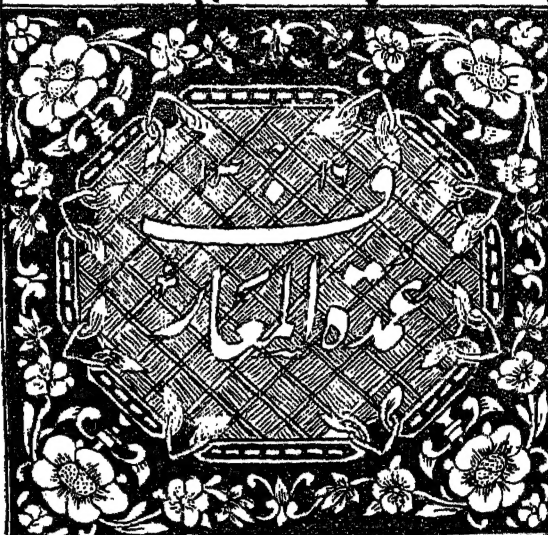


هو الاصل في الاخر الظاهر والباطن

يحيى انفسا منو العلماء في الدنيا بجملة من طيب العلماء من حلال الاسلام اين جانتها
 على انفسا منو العلماء في الدنيا بجملة من طيب العلماء من حلال الاسلام اين جانتها



علم فلسفة و علم اعني وراثت ايجال و ايد و غير شفا است بعجل تصيف و شفا

قد طبعت في مطبعه و حيدر اباد
 قد طبعت في مطبعه و حيدر اباد

کاتبی

سلامت الله

الفلسفۃ الہیہ فی العلم والاعمال

کتاب منہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و الصلٰی علیہ و آلہ و سلم و بعد یہ رسالہ مختصرہ و ذخیرہ رائقہ مشتملہ اُن بیانات پر
ہے کہ جن پر سب کا اتفاق ہے الالبعض فرق و مثل مثل یہود اور نصاریوں
وغیرہ کے کہ وہ بھی از روئے عقل و انصاف کے اتفاق کر سکتے ہیں اور
عہدہ دولت علیہ و سلطنت رفیعہ مرضیہ من مالک ملک و ریاست صاحب
تحت دتاج و ایالت و سجاہ و جلالت رعیت پرورداد گستر قدر افندائے
اہالی فضل و ہر صاحب السیف و القلم مالک رِق المملکتہ و رعیتہ السلطنتہ
قدوة الاعلام سلطان الاسلام مؤید الدین و مدد التیاسہ و بشیہ
ارکان الحکومت کا بر ا عن کا بر و خلفا عن سلف اعلیٰ حضرت اقدس
ہمایون جناب سیر محبوب علی شاہ بادشاہ خلد اللہ ملکہ و دولۃ و لازالت
شہسب امارتہ و عدلہ و وجودہ طالعیہ کے اور مبارک زمانہ وزارت و حکومت

ریالت میں مہتر سراپا تدبیر مرجع ہر ضعیف و کبیر مجمع صاحبان کمال متبع جود و احسان
 انضیال صاحب الرأی الصائب فخر الزمان زمینۃ الآوان قدر شناس صاحبان
 کمال جامع حشمت و جاہ جلال اباعن جید عن جدہ مخدوم اعظم صدر معظم
 صاحب دیوان الممالک بلجاء الکرام والا فاضل ماویہ الاما جہ والا ماثیل
 عالیجناب مستطاب نواب سکندر جنگ اقبال الدولہ افتدار المملک وقار الامرا
 بہادر لالزت ریالت عدلہ وصولتہ تعلیمتہ و آدام اللہ ظلہا ہما وضاعتہ اجلا لہما
 اور اد توفیقات سن قال بہ آمین کے لکھا گیا سبب اسکا یہ ہوا کہ ایک روز
 جناب مستطاب مغربی الیہ وزارت مآب ایالت ایاب صدر نشین مجلس
 امرائے کرام مقدمہ الجیش امنائے عظام نے اپنی صحبت بابرکت میں
 اثنا ذکر علوم و فنون میں اس سچیدان الیہ شارحین عظیم آبادی کی طرف
 ایسا ایسا فرمایا کہ تم اگر اس وقت میں ایک رسالہ مختصرہ اثبات واجب
 لے اور توحید میں اسکی زبان اردو کے عام فہم میں لکھو اور کچھ دلائل
 عقلیہ بطور واضح زبان اردو میں ایسے ہوں کہ عام پسند اور مشکلات اولہ
 و دقایق مضامین سے حتی الوسع مبہرا ہوں تا فائدہ اسکا عام ہو بلکہ اسکا
 ترجمہ دو سری زبانوں میں بھی ہو جائے تا بلا دبعیدہ و امصار عیدہ میں
 بھی مختلف زبانوں میں مفید عام ہو کہ اغلب جگہوں میں ایسی چیزوں کے
 خواہاں ہیں اور اس ترویج کی بہت ضرورت و دوردست ہے اگرچہ اس

حقیر کو کچھ بھی مہلت و اطمینان نہیں مگر فرمانِ واجب الادغان کی تعمیل
 لازم ہے اس لئے میں سمعاً و طاعتاً معطل ہوا اور عجلت ایک مختصر ترین
 رسالہ کی تحریر پر آمادہ ہوا البتہ انشاء اللہ اسلئے اگر توفیقِ خدائی شامل حال
 اور اپنے مشغولیات سے فراغت پائی تو ایک رسالہ طولا فی زبانِ عربی
 کہ لایق ملاحظہ اربابِ فضل و کمال ہو تو قے سے فعل میں لاؤنگھا اور ہدیہ
 ناظرین معقولین کرونگھا واللہ الموفق والمعين ومنہ ہدایۃ المہتدین۔
 اس کتاب کا نام **عمدة المعارف** ہے جاننا چاہئے
 کہ مقاصدِ اقصیٰ اور مطالبِ اسے علوم سے اور نتیجۃ العلوم بلکہ ام العلوم
 وہ علوم ہیں کہ جنکو حکمتِ نظریہ کا عمدہ جزو اور فلسفہ اولیٰ اور علمِ اعلیٰ
 و علمِ کلام اور علمِ الہی کہتے ہیں بلکہ ہر علم و معرفت کا ثمرہ اور نتیجہ سمجھنا
 چاہئے۔ اور سب نیکیوں کی اصل اور مبنیٰ اور اساس جملہ سعادات
 دنیویہ و اخرویہ کا ہے وہ یقین کرنا وجودِ مبداء اور ثبوتِ صانع
 پر ہے کہ ہر وجود کی ابتدا اور ہر فیضان کا منشا اوسی جنابِ کبریٰ ہے
 بیچون سے ہے اور رجوع ہر ذرہ کی اور بازگشت ہر قطرہ کی اوسی
 نورِ اقدس کی طرف سے اور اسی دریا کے رحمتِ بے پایان کی طرف سے
 اور اگرچہ پہچاننا اس ذاتِ اقدسِ قادر علی الاطلاق مالکِ بے ہمتا کا
 اور یہ معرفت و یقین بلکہ حقِ یقین اور عینِ یقین اسکا جملہ بدیہات

سے ہے بلکہ اجسلی بدیہیات اور اوضیٰ و جدایات سے ہے ہر شخص کے دل پر یہ معرفتہ منتقش ہے اور تسلط اس معرفتہ کا عام و تمام ہے اگر کوئی فرقہ مثلاً اس معرفتہ کا انکار کرے تو یہ انکار اس کا محض لسانی ہوگا یَقُولُونَ مَا لَا يَعْلَمُونَ وَيَعْلَمُونَ مَا لَا يَفْقَهُونَ ۚ یعنی کہتے ہیں اس چیز کو کہ نہیں جانتے اور جانتے ہیں اس چیز کو کہ نہیں کہتے اس لئے کہ تسلط اس خالق قیوم قادرِ موجد کا اور وجود اس کا پورا ہے ہر جگہ ہر دلوں میں ہے کون دل ہے کہ اس کے وجودِ مطلق سے خالی ہے اور اگر بالفرض کوئی اس معرفتہ سے اور اس یقین سے حقیقتہً معر اور خالی ہے تو حقیقتہً اس نے خود ہی کو نہ سمجھا اور اپنے کو اور اپنے دل کو نہ پہچانا کیونکہ ایک شے اس کے سامنے اور اس کے دل میں اور اقرب من جبل الوریث ہے اور وہ نہیں پہچانتا پس اس نے نہیں پہچانا کہ میں کون ہوں کیا ہوں کیوں آیا کیوں چلا کس نے بھیجا کس نے بلایا آیا میں خود ہی اپنے اختیار سے آیا دنیا سے میں اپنے اختیار و قدرت سے چلا اپنی ہی خواہش سے جب چاہوں گا دنیا سے جاؤں گا یا کیا اس نے کچھ نہ سمجھایا کیونکہ کہیں ان باتوں کے سوچنے کی نوبت ہی نہ آئی پس ایسا شخص آزاد اور ملوث بالی اور مجبوظ الحواس و مجاہنین سے تو ضرور امور دنیاوی و معاش و مساو و آغاز کار و انجام و نتائج اشغال و غیرہ کی طرف کے

حقیر کو کچھ بھی مہلت و اطمینان نہیں مگر فرمان واجب الادغان کی تعمیل
 لازم ہے اس لئے میں سمعاً و طاعتاً معطل ہوا اور عجلت ایک مختصر ترین
 رسالہ کی تحریر پر آمادہ ہوا البتہ انشاء اللہ ائندہ اگر توفیق خدائی شامل حال
 اور اپنے مشغولیات سے فراغت پائی تو ایک رسالہ طولا فی زبان عربی
 کہ لایق ملاحظہ ارباب فضل و کمال ہو قوت سے فعل میں لاؤنگھا اور ہدیہ
 ناظرین معقولین کرونگھا واللہ الموفق والمعين ومنہ ہدایت المہتدین۔
 اس کتاب کا نام **عمدة المعارف** ہے جاننا چاہئے
 کہ مقاصد اقطے اور مطالب اسے علوم سے اور نتیجۃ العلوم بلکہ ام العلوم
 وہ علوم ہیں کہ جنکو حکمت نظریہ کا عمدہ جزؤ اور فلسفہ اولیٰ اور علم اعلیٰ
 و علم کلام اور علم الہی کہتے ہیں بلکہ ہر علم و معرفت کا ثمرہ اور نتیجہ سمجھنا
 چاہئے۔ اور سب نیکیوں کی اصل اور مبنیٰ اور اساس جملہ سعادات
 دنیویہ و آخرویہ کا ہے وہ یقین کرنا وجود مبدء اور ثبوت صانع
 پر ہے کہ ہر وجود کی ابتدا اور ہر فیضان کا منشا اوسے جناب کبریٰ ہے
 بیچون سے ہے اور رجوع ہر ذرہ کی اور بازگشت ہر قطرہ کی اوسے
 نوز اقدس کی طرف سے اور اسی دریا ئے رحمت بے پایان کی طرف سے
 اور اگرچہ پہچاننا اس ذات اقدس قادر علی الاطلاق مالک بے ہمتا کا
 اور یہ معرفت و یقین بلکہ حق الیقین اور عین الیقین اسکا جملہ بدیہات

نہیں پایا جاسکتا کوئی اثر ہے کسی موٹر کے کوئی شے ہے اس کے
 پیدا کرنے والے کے موجود نہیں ہے ضرور اس کا کوئی مہدار و
 منشاء و موجد و خالق و فاعل ہے جیسا کہ حبیب سیرا اونٹ جنگل میں
 گم ہو جاتا ہے تو اس کو میں ڈھونڈ لیتا ہوں اور اپنی منکر و فہم و
 فراست سے پیدا کر لیتا ہوں اسطور پر کہ اونٹ کی میگیان جس
 سمت پاتا ہوں اور اونٹ کے قدموں کے آثار اور نقوش راہ پر
 دیکھتا ہوں تو سمجھ لیتا ہوں کہ اس راہ سے کوئی اونٹ جنگل میں
 نکل گیا ہے اثر قدم بے کسی چلنے والے کے نہیں ہو سکتا ہے آپ ہی
 آپ نقش نہیں ہو جاتے نقش بے نقاش کے نہیں ہوتا پس یہی
 چیزیں دلیل و رہنما میرے لئے ہوتی ہیں۔ اور انھیں اودل سے
 نقص و تلاش کرتا ہوں یہاں تک کہ اپنے مقصود اور مطلوب تک
 پہنچ جاتا ہوں اور اونٹ مل جاتا ہے پس جب کہ ادنیٰ شے یعنی
 نقش قدم اور میگیان آپ ہی آپ موجود نہیں ہو جاتیں تو کیونکر
 ہو سکتا ہے اور کس کم عقل کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ سچ
 عرش و کرسی و کواکب بے شمار و آسمان زمین و آفتاب و ماہتاب
 و عناصر و پہاڑ و عجائب و تغیرات و نباتات و حیوانات و معدنیات
 و انسان و انبیاء و اوصیاء و جنات و ملائک اور مارنا اور چلانا

اور انتظامِ عالم اور غلہ اداگانا اور پانی برسانا وغیرہ یہ سب خبریں آپ ہی سے موجود ہوں ضروران کائنات و موجودات کا کوئی موجد باعث اور سبب و موثر و خالق ہے اور بدیہیات سے ہے بہر شخص سمجھتا ہے جب کہ اس طرح کی تقریر اوس اعرابی بادیہ نشین نے بیان کی تو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ و اصحابہ وسلم نے فرمایا کہ معرفتہ و یقین اس اعرابی سے حاصل کر دو اور اوس اعرابی کی تقریر مذکور کا یہ فقرہ زبانِ خلّاق میں ہے۔ اَلْبَعْرَةُ تَذَلُّ عَلَى الْبَعْرِ وَ اِثَارَةُ الْقَدَامِ تَذَلُّ عَلَى الْمَسِيرِ قَسَمًا ذَاتُ اَبْرَاجٍ وَ اَرْضُ ذَاتُ فَجَاجٍ لَا تَدْرُکُ عَلَی الْاَلِطِیْفِ الْحَبِیْرَ یعنی ایک اونے چیز یعنی مینگیان دلالت کرتی ہیں اونٹ کے وجود پر اور نقش قدموں کے دلالت کرتے ہیں چلو والے تو کیونکر یہ تمام عالم اپنے صانع پر دلالت نہ کر گیا پس جبکہ ایسا جاہل بادیہ نشین تک اس معرفتہ کو سہل اور آشکار تر جانتا ہے تو کیونکر ہو سکتا ہے کہ جو شعور و حواس و پارہ عقل رکھتا ہو وہ اس معرفتہ اجلے سے خالی ہو۔ علی الخصوص ایسے اشخاص کہ علوم و فنون میں ماہر ہوں نظریات و عملیات میں پوری دستگاہ رکھتے ہوں یا حقائق امور و وقایع علوم میں موشگافیاں کرتے ہوں اور تہذیب اخلاق و تدبیر منزل و سیاست مدنیہ و معاملات مشککہ میں کوئی سبقت لے گئے

ہوں اور عقلائے نادار و حکمائے روزگار و دانایان زمانہ ہوں اس
 معرفت روشن تر سے اور ثمرہ ہر معارف سے خالی ہوں یا کچھ تشکیک
 کرتے ہوں بہر کیف جو صاحبانِ علوم ^{استاذانِ کرام} تشبیہاً لازماً ان دلائل عقلیہ
 و براہین فلسفیہ کی طرف خواہش رکھتے ہیں تو اس لئے کچھ
 عرض کئے دیتا ہوں پس میں نے اپنے اس بیان کے کئی حصہ کئے
 یعنی مقدمات اور دو باب اور ایک خاتمہ میں بیان کر دینا خاتمہ
 میں دلائل نقلیہ میں اثبات واجب تعالیٰ پر اور باب دوم میں دلائل
 عقلیہ میں اوسکی وحدانیت کے اثبات پر اور باب اول میں دلائل عقلیہ
 میں اثبات وجود باری تعالیٰ پر۔ مقدمات بیان میں اون چند چیزوں
 میں کہ دلائل کا سمجھنا جن پر موقوف ہوا اور علم و عالم و معلوم کے حساب کو
 ترک کیا اس لئے کہ طوالت بی ضرورت ہے اور معنی علم کا ایک بدیہی
 چیز ہے نقطہ اتنا ہی سمجھنا کافی ہے کہ علم کے معنی جاننا اور دانش اور
 عالم جاننے والا اور اہل دانش اور معلوم جو شے جانی جائے یا جانی گئی
 پہلا مقدمہ جو شے کہ موجود ہے اور اوس کی تعبیر موجود کے
 ساتھ کی جاتی ہے اوسکو واقعی موجود سمجھنا چاہئے مثلاً خود شخص
 اگر موجود ہے تو اپنے کو بحالت موجودیت معدوم نہ سمجھنا چاہئے کہ
 خلاف عقل ہے جو شے موجود ہے وہ حقیقتہً موجود ہے اگر آگ ہے

پانی پانی ہے مکان یا اولاد زمین اور فرش سباب و آلات جو ہینہ
 واقعاً موجود ہین نہ یہ کہ جو شے ہے وہ حالت موجودیت میں حقیقتہً
 ہین ہے کوئی شے موجود ہین سے سب معدوم ہین بیٹا بیٹا ہین
 جو باپ ہے وہ باپ ہین زمین زمین ہین و پیر و پیر ہین صحت صحت ہین
 مرض حیوۃ و موت کوئی چیز کہ ہین ہے جیسا کہ بعضے وہی نہ ہینا لوںکا
 قول ہے حالانکہ اس کے مسلک کی بنیاد اسکا مسلک ہی مسلک ہین
 وہی ہی ہین وہ قائل قائل ہین اسکا قول قول ہین ہر شے شے ہین
 بلکہ جس شے کو معدوم کہیگا جب وہ شے شے ہی ہین تو پیر معدوم کس
 شے کو کہتا ہے اور وہ ہویت کو کس کی صفت قرار دیتا ہے پناہ بجزا
 ایسے جنون سے کہ اس سے بڑھ کے کسی قسم کا جنون ہو ہین سکتا کہ
 تمام نظم عالم اور کار و بار اپنا اور دوسروں کا اور کل شے کو باطل و معدوم
 بحالت موجودیت جانتا ہے صانع و مصنوع و خالق و مخلوق سب کو
 باطل و معدوم و لاشے سمجھتا ہے پیر ایسے شخص کے تمام افعال و حرکات
 و سکناات وغیرہ مع اس کے خود کے جب باطل و لاشے ہین تو وہ کیونکر
 دنیا میں ہتا کہ نہ دنیا دنیا ہے نہ عقبی عقبی ہے نہ جزا نہ سزا نہ خدا
 نہ بندہ نہ اس شخص کو حیوۃ ہے نہ اسکی ممات نہ زندہ ہے نہ مردہ
 بلکہ بقول جو داوس کے اسکا وہی ہونا وہی ہین تو اپنے مسلک کے

خلاف پر ہے اور خلاف مسلک بھی لاشعے ہی ہے تو پھر وہ کیا ہے عجیب
 تدافع اور تناقص ہے اور اعلیٰ درجہ کی شیطنیت سے بھی بدرجہ باتری
 کئے ہوئے ہے ایسا شخص وحوش و طیور و حشرات الارض سے
 بدتر بلکہ جمادات و دیوار و اشجار سے بھی بدتر ہے اور سکا کوئی فعل کوئی
 قول ہرگز و اعتبار کے قابل نہیں اور سپر کی طرح اعتماد عقلاً نہیں ہو سکتا
 کیونکہ اس کے نزدیک باپ بیٹے میں کوئی فرق نہیں بیٹا خود باپ ہوتا ہے
 باپ کا اور دادا پوتا ایک ہی ہے سگ و گوسفند و مادر و زوجہ اور دادا
 اور خنصریر سب ایک ہی ہے بلکہ کچھ نہیں ہے خدا بندہ ہے
 بندہ خدا ہے بلکہ یہ سب کچھ نہیں ہے۔ اس مذہب کا نام سوفسطائی
 ہے حق یہ ہے کہ ایسا شخص دو حال سے غالی نہیں ہے یا یہ کہ وقتاً
 مجبوظ الحواس بلکہ سلوب الحواس ہے کہ مطلق حسن و مس او کو نہیں
 ہے تو ایسا شخص زندہ ہی نہیں رہ سکتا بجائے غذا آگ کو کھا ٹیگا
 آگ میں غسل کرے گا کیونکہ وہ آگ اور پانی میں کوئی فرق نہیں کرتا بلکہ
 لاشعے کہتا ہے یا آگ پانی ہے پانی آگ ہے لکڑی کو پانی سے جلانا
 چاہتا ہے جسم کو آگ سے دہوتا ہے اور کے نزدیک گر سنگی کوئی چیز نہیں
 اور احتیاج بول و براز معدوم ہے پس ضرور وہ جلد مر جائیگا نہیں
 ہو سکتا کہ کامل سوفسطائی ہو اور زندہ رہے اگر زندہ رہیگا ہوک کو

بھوک سمجھتا ہے غذا کو غذا لگو آگ پانی کو پانی اور آگ سے بدن نہیں دھوتا
 اور بول و براز کی حاجت کو جاتا ہے تو معلوم ہوا کہ مذہب اوسکا نقطہ
 سانی ہے اعتقاد اوسکا اوس کے قول کے خلاف ہے تو محض جھوٹا
 اور شیطان مجسم ہے یہ حالت ایسے پرہیز و جبہ کیونکہ وہ نہ انسان
 ہے اپنے زعم میں اور نہ حیوان ہے کچھ نہیں ہے اور سب کچھ ہے
 اور سوسطائی مذہب والوں کی سزا جناب شاہ عبدالحق صاحب
 محدث دہلوی نے اپنی کتاب تکمیل الایمان میں خوب تجویز فرمائی ہے کہ
 اوسکو آگ میں ڈالنا چاہئے اگر آگ کو پانی سمجھتا ہے یا لاشے جانتا ہے تو بلا
 تامل آگ میں جائیگا اور وہ جل جائیگا فہو المطلوب اور اگر ڈرا اور
 تامل کیا تو یَعْلَمُونَ مَا لَا يَفْقَهُونَ میں داخل ہے اعتقاد اوسکا
 نحض سانی ہے مگر اوسکا ظاہر ہو جائیگا کذب صریح معلوم ہو جائیگا
 اور ایسی شیطنت سے باز آئیگا۔ اور بعضے سوسطائی یون کہتے ہیں کہ
 ہمارے حواس سے جو چیز دریافت ہوتی ہے اور جس طور کی کتابت
 ہوتی ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ حقیقتہً واقع میں یہی ویسی ہی چیز ایک
 دیکھنے سے اوسکو ایک ہی نہیں سمجھنا چاہئے شاید وہ ہوں کہ میری نگہیں
 میں ایک معلوم ہوتا ہے جسکو سنتے ہیں شاید مطابق واقع کے نہیں ہوا ہے
 دیکھنے اور سننے اور چکھنے اور اپنے اور اک کا کچھ اعتبار نہیں ہے کلیتہً

یہ کہ کوئی مسیح کسی مہیضہ کسی معلوم کسی موجود کو ہم کہہ نہیں سکتے
 کہ واقع میں یہی ویسا ہی ہے لَاحِقَوْلَ لَا قَوْلَ إِلَّا بِاللّٰهِ پس غلط
 یہ ہے کہ ہر موجود کو موجود سمجھنا ایک ہی امر ہے ماکول کو ماکول مشروب
 مشروب زمین کو زمین دریا کو دریا وغیرہ سمجھنا روشن تر امر ہے جو یقین
 قائل و معتقد ہے ہوش و حواس و انسانیت میں ہے قول کو قول
 کتاب کو کتاب ذہن کو ذہن علم کو علم مضمون کو مضمون سمجھتا ہے
 گفتگو میری بلکہ ہر شخص کی ایسوں سے ہے کہ تمام عالم کو عالم اور
 تمام موجودات کو موجودات حقیقتہً جانتا ہو یہ یقین اعتقاد یعنی
 معتقد ہو اس امر کا کہ حَقَائِقُ الْأَشْيَاءِ مَوْجُودَةٌ سبب خیرین
 موجودات سے موجود و متحقق ہیں یقیناً و بدایتاً نہ یہ کہ کُلُّ مَوْجُودٍ
 لَيْسَ بِمَوْجُودٍ حِينَ الْمَوْجُودِیَّةِ اَدَکُلِ مَوْجُودٍ لَيْسَ عَلَى حَقِیْقَتِهِ
 جب موجود کو موجود جانے لگا تو الیتہ اوسکو حواس و ادراک ہے تو ایسوں
 کے لئے دوسرا مقدمہ جو آئیگا مفید ہے بھر کل مضامین جو آئندہ
 آئیگے مفید ہوں گے یعنی اہل عقل کو مفید ہیں مرفوع القلم کی طرف
 خطاب نہیں ہے ❀

دوسرا مقدمہ جب علم کا معنی دانش ہے جیسا کہ اوپر
 معلوم ہو چکا تو جو چیز کہ ہمارے ذہن میں آئے یعنی صورت و نہیہ

یا یہ کہ ایک چیز کا ادراک ہو جیسے زید کو ادراک کیا یا کئی شے کا ادراک ہو
 جیسے تصور زید و بکر وغیرہ اور تصور زید کا یہ در حالت
 یا تصور غلام زید مرکب اضافی کا یا تصور زید کا یہ بے نسبت کا یا تصو
 نسبت تامہ انشائیہ کا جیسے تصور اسکا کہ جاؤ کہ سب قسمیں تصور کی
 بین تصدیق اسکو نہیں کہتے ہیں یا تصور موضوع و تصور مجہول کے بعد
 تصور نسبت تامہ خبریہ کا ہوا اور اسکی دو صورتیں ہیں یا یہ کہ ہم اپنی
 ذہنیہ کو مطابق واقع اور موافق نفس الامر کے جانتے ہیں یعنی ایسا
 سمجھتے ہیں کہ شے جیسا کہ خارج از ذہن میں ہے ویسا ہی ہو ہو ہمارے
 ذہن میں یہ شے حاصل ہے یا ایسا ہم نہیں سمجھتے ہیں کہ بالکل ہو
 ہو مطابق خارج کے ہے اگر اول صورت ہے دو حال سے خالی نہیں
 یا یہ کہ حقیقتہً ہی ایسا ہی ہے جیسا کہ ہم سمجھتے ہیں ویسا ہی خارج
 ذہن میں ہی ہو ہو ہے عام اس سے کہ خارج میں موجود ہی ہو یا فرضی
 وغیرہ ہو تو اگر وہ صورت علم کی ہے کہ ہم مطابق واقع کے سمجھتے ہیں
 حقیقتہً مطابق ہی ہے اسکو یقین یا قطع اور اذعان کہتے ہیں اور
 اگر یوں ہے کہ ہم تو مطابق نفس الامر کے یقین کئے ہوئے ہیں مگر
 حقیقتہً ہمارے ذہن سے خارج میں ایسا نہیں ہے بالکل خلاف ہے
 تو اس علم کو جسکو ہم یقین سمجھتے ہیں جہل مرکب کہتے ہیں تو ہمارے

مطابق واقع کے سمجھنے کی دو صورتیں ہوئیں ایک یقین دوسرا جہل مرکب یہ دونوں اعلیٰ درجہ کا علم ہے ان دونوں کو تصدیق کہتے ہیں جہل مرکب جاننے والے کے نزدیک علم ہے اور اس کے غیر کے نزدیک جہل ہے اور مرکب اس لئے کہتے ہیں کہ یہ شخص حقیقت میں ایک شے کو نہیں جانتا ہے اور نہیں جاننے کو خائنا سمجھتا ہے تو دو جہل ہوئے اور وہ جو کتب اخلاق یعنی علم تہذیب النفس میں جہل مرکب کی مذمت لکھی ہے وہ وہ شے ہے جسکو عوام جہل مرکب کہتے ہیں والا جہل مرکب سوائے خدا اور معصوم کے اور دین میں پایا جاسکتا ہے کسی میں کم کسی میں زیادہ اور اس کی تحقیق میں نے دوسری کتاب میں تفصیلاً لکھی ہے۔ اور اگر وہ صورت ہے کہ ہم خود ہی اپنے علم کو مطابق واقع کے جزا نہیں کہہ سکتے یعنی اعتقاد ہو یا اعتقاد ہو مگر اعتقاد کامل ہو ایسا علم ظن ہے اور شک اور وہ ہم ہے ظن اور شک در وہم میں فرق یہ ہے کہ اگر ہم جیسا اپنے علم کو مطابق واقع کے سمجھتے ہیں ویسا ہی عسیر مطابق ہونے کا بھی ہو تو تصور ہے یعنی دونوں جانب میسران برابر ہے مطابقت و عدم مطابقت دونوں برابر ہیں میرے ذہن میں تو اسکو شک کہتے ہیں اور وہ علم کہ جسکے مطابق واقع ہو نیکیا زیادہ تصور ہے اور عدم مطابقت کا تصور کم اور مرجح ہے

تو جانبِ ارجح کے علم کو ظن کہتے ہیں اور علمِ جانبِ مرجع کو وہم کہتے ہیں پس دانش یا تصور ہے یا تصدیق تصورات نسبتِ تامہ خبریہ بے اعتقاد و تصدیق کے بھی مثل سائر اشیاء تصوراتِ گزشتہ کے تصور میں داخل ہیں اور تصدیق میں یقین و جہل مرکب و تقلید و ظن داخل ہے۔ اور یقین کے درجات میں یقین اور حق یقین اور عین الیقین۔ اور مطلق یقین کو قطع کہتے ہیں جیسا کہ مطلق تصدیق کو ادغان بعض جزمِ تشکیک شکِ سرغ نہیں ہوتا اور جو بعض جزمِ تشکیک کے شکِ دلالت سے جاتا رہے تو اسے تقلید کہتے ہیں۔ اور چونکہ شک اور وہم بھی ہو وہ علم نہیں ہے چل ہے اور جہالت کے طبقہ میں مثلاً جہل مطلق یا مجہول فی الجملہ اور جہل بسیط اور جہل مرکب غیر عالم کے نزدیک *

تیسرا مقدمہ کسی شے کی حقیقت و ماہیت و کنہ کا پہچاننا امر عسیر ہے پس راہ معرفتِ خدا کے تعالیٰ بدرجہ اولیٰ راہ باریک ہے کہ پائے عجز و نیستی سے سلوک اس راہ باریک و پاک پر نہیں ہو سکتا مشبہ خاک کو خالقِ پاک سے جو عدمِ مناسبت ہو ظاہر ہے اِنَّ التُّرَابَ وَ اَیْنَ رَبِّكَ الْاَزْهَارُ الْمُسْتَطَابِ پس جیسا کہ پیر شے کو ہم بعوارض و اعتبارات و بطور تعریف لفظی کے سمجھ لیتے

ہیں ویسا ہی خالق مطلق کو اس کے صفات و متعلقات کے ذریعہ سے پہچاننا
 ہیں کہ نہ بیچوین بجان تک ہم نہیں بھونچ سکتے پس بیسا کہ اس کے تعین اور
 اس کی معرفت کا یقین بدیہی ہے ویسا ہی نظری تر ہے باعتبار کھنڈ و
 کے بلکہ ہر نظری سے نظریۃ اسکی ہر ارب فوقیت رکھتی ہے۔ ہاں جبکہ
 سمجھنا بدیہی ہے اور سبقت کے سمجھنے کے لئے دلائل عقلیہ وغیرہ ہی قائم ہیں
 اور یہ امر ہی کیسا بدیہی ہے کہ باوجود اس کے کہ ہم مٹی کے بین اور مٹی ہی پر
 ہمارا سکون حرکت اور ساری معیشت ہے مگر مٹی تک کو ہم نہ سمجھے کہ کیا
 ہے اگر سمجھا ہے تو اتنا ہی سمجھا کہ مٹی کیا ہے تڑب ہے جسکو ارض کہتو
 بین یعنی خاک کہ اسکو زمین کہتے ہیں یعنی مٹی یہ سب تعریفات لفظیہ
 ہیں باختلاف السنہ پس جو چیز کہ ہم سے کلیتہً مبائن ہے بدرجہ اولیٰ اگر جائے
 تو یہ تعریفات لفظیہ جائیگے خصوصاً صانع عالم کی ماہیت و حقیقت و کہنہ
 بدرجہ اولیٰ نہ سمجھ سکیں گے الا بتعریفات لفظیہ مگر مقصود معرفت سے
 اسقدر ہے کہ سمجھیں کہ وہ ایک شے ہے موجود و متحقق ہے اس
 شے کا متحقق ہونا میرے یقین و اعتقاد جازم میں پس یہی کافی ہے
 جانیے اسکی تعبیر کسی لفظ سے کسی لغت سے کہ میں۔

لی
 چوتھا مقدمہ دلیل کے معنی مرشد اور دال یعنی ہدایت و رہنما
 کرنے والا اور ہادی اور بتلانے والا اور پھنے راہ کے ہے از روئے لغت کے

مگر علوم عقلیہ کی اصطلاح میں اوس شے کو کہتے ہیں کہ جسکے جاننے سے دوسری چیز کا جاننا لازم آئے اور وہ دوسری چیز یعنی اوس کا دعوے علم اوسکا تصدیق ہونہ تصور یعنی تصدیق مجہول دعوے ہو تو اوس کے لئے تصدیق معلوم دلیل ہے *

پانچواں مقدمہ بدیہی اور نظری میں جو شے بے مرشد و دلیل کے جانی جائے اوس شے معلوم کے علم کو بدیہی کہتے ہیں مگر بعضی ایسی چیزیں کچھ مجہول سی ہوتی ہیں تو وہ بھی محتاج بدلیل نہیں ہیں بلکہ ادئے توجہ یا چھوٹے چکھنے وغیرہ سے معلوم ہو جاتی ہیں۔ مثال پہلے کی جیسے یہ کلم غدا موجود ہے یا اس قلم سے اس سیاہی سے میں لکھ رہا ہوں اور دوسرے مثال جیسے بیس دونا ہے دس کا اوپر پچیس ایک تہائی ہے پچہتر کی اور مثال تیسرے کی جیسے یہ اگل ہے یہ کھٹا ہے یا کڑوا ہے مثلاً۔ اور جو شے کہ اسوقت معلوم ہے مگر جب حاصل ہوئی تھی تو بدلیل حاصل ہوئی تھی ایسے معلوم کے علم کو بدیہی نہ کہیں گے کیونکہ اصل میں وہ شے محتاج دلیل کی ہے کہ بے دلیل کے حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اور جو شے بے نامی و دلیل کے نجانی جائے اوس شے نامعلوم و نا آشکار کے جاننے کو نظری کہتے ہیں کیونکہ وہ شے نامعلوم محتاج دلیل کی اور بتلانے کی ہے۔ اگرچہ وہ شے نظری محکو اسوقت معلوم ہے مگر جب معلوم ہوئی

نھی تو بے دلیل کے معلوم نہ ہوئی تھی۔ پس جوئی جانی جاتی ہے یا بدیہی ہے یا نظری یعنی جانتا اس شے کا بدیہی ہے یا نظری۔ یعنی شے یا خود بخود پہچانی جاتی ہے یا کسی کے واسطہ و ذریعہ سے۔ پس حقیقتہً علم کی دو قسمیں ہیں علم بدیہی اور علم نظری۔ اور مجازاً معلوم کو بھی بدیہی اور نظری کہتے ہیں جیسا کہ دعوے کا جاننا بدیہی یا نظری ہوتا ہے دلیل کا جاننا بھی بعضے بدیہی ہوتا ہے بعضے نظری کہ یہ دلیل بھی محتاج ہے اپنے ثبوت میں کسی دوسری دلیل کی طرف اسی لئے اثبات اثبات کے سبب دلیل طولانی ہو جاتی ہے پس جیسا کہ بدیہی میں درجات ہیں نظری میں بھی درجات اور طبقات ہیں کوئی جلد سمجھ میں آ جاتا ہے کوئی دیر میں کوئی مشکل ہے کوئی آسان اور سہل الحصول ہے *

چھٹا مقدمہ دلیل یا عقلی ہے یا نقلی عقلی وہ کہ اجزائے دلیل و مقدمات اور اسکے محض عقل کی رو سے ہوں۔ اور نقلی دلیل محض نقلی کی رو سے نہیں ہوتی ہے کیونکہ تصدیق مقدمات نقلیہ کی بعقل ہوتی ہے پس مرکب عقل و نقل سے ہوتی ہے پس گویا نقلی بھی عقلی ہے مگر بسبب دخل نقل کے اور واسطے فرق رکھنے عقلی محض سے اطلاق اس پر دلیل نقلی کا ہوتا ہے اور دلیل عقلی ہو یا نقلی ظاہراً فائدہ یقین دعوے کا بھی دیتی ہے اور دعوے کے منطون غیر متیقن ہونے کا بھی۔ اور حق

یہ ہے کہ جو دلیل فائدہ قطع و یقین کا ندے وہ دلیل نہیں ہے بلکہ او کو
 امارت کہنا چاہئے یعنی امارت و قرینہ فائدہ ظن کا حاصل ہوتا ہے پس
 امارت ہی عقلیہ اور نقلیہ ہوتا ہے اور دلیل نقلی کو دلیل سمعی ہی کہتے
 ہیں اور دلیل نقلی فائدہ قطع و یقین کا جو دیتی ہے وہ بسبب انضمام عقل
 کے پس یقین منحصر ہے عقل میں حقیقت اور جب دلیل عقلی سے ایک
 دعوے ثابت ہوا اور مثلاً اس دعوے کے خلاف میں دلیل نقلی ہو
 تو دیکھینگے کہ نقل صحیح اور قابل اعتبار کے ہے یا نہیں اگر ہے تو دلیل
 عقلی میں تاویل ہل اور خلاف عقل ہے جائیے کہ دلیل نقلی میں تاویل
 کر کے او کو دلیل عقلی کے موافق کرین گے اگر عقل کے مطابق نہ کریں گے
 تو وہ دلیل نقلی از روئے عقل کے باطل ہو جائیگی اور جواز روئے
 عقل صحیح باطل ہے وہ حقیقت باطل ہے اس لئے کہ عقل سے ایک چیز
 معلوم ہوئی اور نقل سے اس کے خلاف یعنی مثلاً نقیض اس کا معلوم ہوا
 تو اگر دونوں پر عمل کریں تو اجتماع النقیضین لازم آئیگا یا دونوں کو
 چھوڑ دیں تو ارتفاع نقیضین لازم آئیگا اور اگر نقل پر عمل کریں تو خلاف
 عقل ہے اور خلاف عقل ہونے سے عمل بر نقل ہی باطل ہو جائیگا تو چوتھی
 صورت ثابت ہوئی کہ عقل پر عمل کرنا اور نقل کو تاویل کر کے
 موافق عقل کے کرنا جیسا کہ عقل ہدایت کرتی ہے اس بات کی کہ دوسری

مال بے او کی اجازت کے غصب کر لینا بہت برا ہے اور اگر بالفرض حکم شرعی سے ثابت ہو کہ کسی کا مال اوس شخص سے چھین لینا جائز ہے تو اوس کے معنی مثلاً یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر کوئی ظالم کسی کو بے قصور بعض ظلم صریح سے قتل کرنا ہے تو تلوار اوس سے چھین لینا جائز ہے اور اگر خوف اسکا ہو کہ جب تلوار اوس کو ملے گی تو پھر وہی فعل کرے گا تو اسکو محل خوف میں ندینا چاہیے کیونکہ عقل اور نقل سے ثابت ہے کہ رو ظلم بشرط قدرت مظلوم مستحق رحم و اجب ہے ازین قبیل اور مثالوں اسی برقیاس کرنا چاہیے یا یہ کہ عقل سے ثابت ہے کہ قتل نفس حرام ہے اور نقل سے اگر ثابت ہو کہ تلف نفس جائز ہے تو اوس کے یہ معنی ہوں گے کہ اگر کوئی کسی کا قاتل بظلم ہے تو عوض قتل تلف نفس ظالم قاتل جائز ہے اور یہ مطابق عقل کے ہے۔

سا لوان مقدمہ وجود و عدم کا مقصود دمعنی جس کو شے یا چیز کہ سکین یا وہ موصوف بصفۃ وجود ہے یعنی موجود ہے اور یا ایگنا ہے یا وہ موصوف بصفۃ وجود نہیں یعنی موجود نہیں ہے اسکو معدوم کہتے ہیں اور موجود کو ثابت یا کائن یا متحقق یعنی ہونے والا کہتے ہیں اور معدوم کو منفی یا غیر ثابت و غیر متحقق نہ ہونے والا کہتے ہیں اور شے موجود یا ذہن میں موجود ہے یا خارج میں ہے

اور بعض شے موجود ایسی ہوتی ہیں کہ ذہن ہی میں موجود ہوتی ہیں اور خارج میں موجود نہیں یا خارج میں موجود ہونے کے قابل ہی نہیں اور جو شے خارج میں موجود ہوتی ہیں وہ ذہن میں بھی موجود ہو جاسکتی ہیں جب کوئی اوسکو ذہن میں لائے۔ اور وجود کے معنی بدیہی ہے ہر شخص سمجھتا ہے اور کون اور ثبوت اور تحقق اور شکیلیتہ کی ساتھ وجود کی تعریف کی جاتی ہے وہ تعریف حقیقتہً نہیں ہے بلکہ تعریف لفظی ہے اس لئے کہ وجود معروف تر و مشہور تر ہے سب معارف سے کہ جسکو سب سمجھتے ہیں اور اس لئے کہ وجود سے بڑھ کر کے عام تر کوئی شے نہیں ہے تو کیونکر اسکی تعریف ہو سکتی ہے کیونکہ تعریفات شے میں ایسی قیدیں لائی جاتی ہیں کہ جسکے تحت میں وہ شے ہو اور خاص ہو اور وجود کسی شے سے خاص نہیں بلکہ سب سے عام تر ہے لہذا اسکی تعریف نہیں ہو سکتی مگر تعریف لفظی یعنی وجود کیا چیز ہے وجود ثبوت ہے یا ہونا ہے یا پایا جانا ہے۔ علاوہ اسکے وجود و عدم کی تعریف میں دور لازم آئیگا اور دور محال ہے اس لئے اسکی تعریف نہیں ہو سکتی اور دور کا محال ہونا آگے آئیگا۔ اور وجود صفت شے کے ہے اگر وہ شے ذہن میں متصور ہو تو اوسکا وجود ذہنی ہے و الا اوس کا وجود خارجی ہے یعنی خارج از ذہن اور موجود موصوف بصفۃ وجود ہے

اگرچہ بعض حکماء قائل ہوئے ہیں کہ وجود خود شے موجود ہے صفت
موجود کی نہیں ہے بلکہ خود وہ حقیقت متا صلا رکھتی ہے مثل اور
ماہیات مجرہ کے مگر یہ صحیح نہیں ہے جیسا کہ اسکی تحقیق دوسری کتابوں
میں موجود ہے۔ اور ہم نے ہی وجود کی حقیقت متا صلا ہونے کے
اور ماہیات متعلقہ ہونے کے ابطال میں بہت سے دلائل حاشیہ زیر اید
شرح مواقف میں لکھے ہیں پس خود وجود ذہن سے جدا ہو کے خارج
میں ثابت نہیں بلکہ ذہن میں ہے اس حیثیت سے کہ صفت ہے
کسی موجود کی پس عدم بدرجہ اولیٰ ذہنی ہے نہ خارجی یعنی عدم مفروض
ذہنی ہے والا نہ ذہنی ہے نہ خارجی وجود کے سمجھنے کے لئے عدم فرض کیا
جاتا ہے اگرچہ بعض حکماء عدم کو فرضی نہیں کہتے ہیں اور اس میں قیل و
قال ہے *

آٹھواں مقدمہ کلی جزئی کے بیان میں چونکہ عام لوگ عام و
خاص کو سمجھتے ہیں اس لئے او کی سمجھ کے موافق ہم کلی اور جزئی کو
سمجھاتے ہیں کلی یعنی عام شے جیسے انسان کہ بہت سی چیزوں پر
کہا جاتا ہے زید کو انسان کہتے ہیں بکر و خالد وغیرہ کو سمجھو انسان
کہتے ہیں اور جزئی یعنی خاص شے جیسے زید بکر خالد کہ ہر ایک جزئی
تحت میں کلی کے ہوتا ہے اور کلی سے خاص ہوتا ہے اور کلی عام ہوتا ہے

جزئی سوا و تمام جزئیات کو شامل ہے اگرچہ ایک جزئی کے پائے جانے سے
بھی اوپر کلی کا صدق ہوتا ہے *

نوا ان مقدمہ علتہ اور معلول سے کیا مقصود ہے - لواحق و
عوارض ماہیتہ سے علتہ اور معلول بھی ہے یعنی جس شے سے کوئی شے
صادر ہو وہ شے صادر کنندہ علتہ ہے اور ایک سے دوسرا اور دوسرے
سے تیسرا اور تیسرے سے چوتھا صادر ہو تو سابق علت لاحق کی ہوگی
اور لاحق معلول سابق کا ہوگا - خواہ علت مستقل ہو جب کہ علت معلول
میں کسی اور علت کا فاصلہ ہو خواہ غیر مستقل جبکہ علت و معلول میں کسی
اور علت کا فاصلہ ہو - پس علت یا بلا واسطہ ہوگی یا علت بواسطہ ہوگی
اور جو شے موجود صادر ہو غیر سے وہ معلول ہے یعنی جو شے اپنے وجود کو
استفادہ کرے غیر سے وہ معلول ہے اور علت بلا واسطہ اور بالواسطہ
کی دو قسمیں ہیں ایک علت تامہ کہ بے ملائے ہوئے دو سری علتہ کے خود
صدور فعل میں کافی ہو اور دوسرے علتہ ناقصہ کہ جو علت محتاج ہونے
فعل میں دوسرے عمد و علت کا اور مطلق علت کی چار قسمیں ہیں ایک
علت فاعلی دو سری علت فاعلی تیسری علت مادی چوتھی علت صوری
فاعلی ظاہر ہے جیسے کہ اس کتاب موجودہ کے لئے میں کاتب و فاعل کتاب
ہوں اور مطالعہ کرنا میرا یا اور لوگوں کا علت غائی ہے یعنی غرض کتاب

سے ہے اس لئے کہ خطوط و نقوش و سائل مطالب بین اور جس چیز سے محدود
و نقوش لکھے جاتے ہیں یعنی سیاہی مثلاً علتِ مادی ہے اور صورت
و ہیئت و نقوش حروف علتِ صوری ہے یا جیسے بڑھتی علتِ فاعلی ہے۔
اور تخت پر بیٹھنا علتِ غائی ہے اور لکڑی اور لوہا تخت کا علتِ مادی
ہے۔ اور ہیئت و صورت تخت کی علتِ صوری ہے اور جب اجتماع
شرائط اور رفع موانع ہوگا تو علتِ تامہ سے معلول واجب ہے کہ پیدا
ورز علتِ نہیں ہے اور جب معلول پیدا ہوا تو علتِ تامہ کہ جو تاخیر
بخشے والا ہے معلول میں اگر باقی نہ رہے معلول ہی باقی نہ رہیگا۔ اگر
کوئی کہے کہ معمار نے مثلاً دیوار بنائی اور مرگیا تو چاہیے کہ دیوار ہی اس کے
مرنے کے بعد ساتھ ہی گر جائے اور انیٹ مٹی گچ وغیرہ سب فنا ہو جائیں
حالانکہ بعد مرنے کا ریگڑ کے بھی مدتوں باقی رہتی ہے تو کہو لنگاہ غلط فہمی
ہے کیونکہ بقائے دیوار کی علتِ خدا ہے اور معمار بقدرت و اعانت
خدا حرکت پر قادر ہوا کہ ہاتھ پاؤں کی حرکت سے انشیں اور پیہر وغیرہ
کو حرکت دے سکا اور ایک پر ایک کو ساکن کر نیکا ذریعہ ہوا جس حقیقت
معمار علتِ موثرہ اور اثر کرنے والا وجود دیوار میں نہیں ہے کیونکہ
دیوار بسبب ممکن الوجود ہونے کے وجود و عدم کی طرف نسبت مادی
رکھتی ہے اور اپنے وجود میں محتاج ہے قادر مطلق کا یعنی واجب الوجود

کیونکہ ہر ممکن واجب الوجود کا محتاج ہے اور معمار خود ممکن الوجود ہو کر واجب الوجود نہیں علت موثرہ فی الوجود کے باقی ترہنے سے ضرور ہے کہ معلول فوری معدوم ہو جائے کیونکہ وجود ممکن الوجود نے اپنی علت کے مستغنی عن الغیر ہو کے نہیں پایا جاسکتا اور معمار اپنے ارادہ اور قصد اور معونت و تسلط واجب الوجود سے اسباب و آلات کو حرکت و تیار ہا مگر تاثیر فعل علت موثرہ واجب الوجود کی طرف سے ہے اور علت موثرہ میں ایک یہ صورت ہے کہ ساتھ اسکان اس بات کے ہو کہ غیر میں اثر نہ کرے اور ایک یہ صورت ہے کہ ساتھ اتناغ اسباب کے ہو کہ غیر میں اثر نہ کرے جیسے آگ کہ سوختگی شے سوختنی کی علت ہے جب کوئی مانع نہ ہو تو ممتنع ہے کہ اثر نہ کرے پس آگ علتہ موجبہ ہے جل جانے شے کی اور انسان مثلاً علت حرکت و سکون ہے مگر چونکہ با اسکان عدم فعل ہے اس لئے انسان علت موجبہ نہیں ہے بلکہ فاعل قادر مختار ہے اس جگہ اسی قدر کافی ہے باقی مباحث ذیلی مقدمہ میں آئینگے *

دسواں مقدمہ قدیم و حادث کے معنی جس موجود کے وجود کی ابتدا اور اول ہوا اور لا وجود اس شے کے لئے اس شے پر مقدم ہو یعنی جس شے کے لئے اس سے پہلے عدم ہو وہ شے حادث ہے یا ایسا

ہو تو وہ شے قدیم ہے یا ازل سے یعنی جس کے وجود کی ابتدا اور آغاز نہ ہو وہ قدیم ہے اور قدیم یا ذاتی ہے یا زمانی - قدیم ذاتی وہ ہے کہ جس شے کے وجود سے پہلے نہ عدم ہو نہ وجود نہ زمانہ یعنی اسکی خود ذات قدامت اور سبقت کی مقتضی ہے نہ غیر کے ذریعہ سے یعنی قدیم علی الاطلاق ہو - اور قدیم زمانی اسکو کہتے ہیں کہ اس کے وجود سے پہلے صرف عدم ہو عام اس سے کہ غیر عدم مثل وجود و زمان وغیرہ کے اس سے پہلے ہو یا نہ ہو پس قدیم زمانی عام ہے اور قدیم ذاتی خاص اور اس محل میں اتنا ہی پس ہے *

گیارہواں مقدمہ جو ہر عرض کے بیان میں جس شے کے لئے نہ وجود و ضروری ہو نہ عدم یعنی جسکو ممکن کہتے ہیں دو حال سے خالی نہ ہو یا یہ کہ پایا جائے استقلال قائم بالذات ہو سکے نہ یہ کہ کسی میں ہو کہ پایا جائے اور خارج میں اسکا وجود ہو تو اسکو جوہر کہتے ہیں جیسا کہ انسان جوہر مجرد ہے یا بدن انسان جوہر مادی ہے مثلاً - اور اگر شے ممکن استقلال نہ پائی جائے بلکہ غیر میں ہو کہ پائی جائے اسکو عرض کہتے ہیں بفتح ہاء مہملہ جیسے رنگ کہ جسم میں ہو کہ پایا جاتا ہے کہ جسم جوہر ہے اور رنگ عرض اور تفصیل اعراض کی مثلاً حیوۃ شہوۃ و نفرت و قدرت و ارادہ و کراہتہ و اعتقاد و ظن وغیرہ اور الم و سرور و حرکت و سکون و اجتماع و افتراق و ثقل و خفیت و حرارۃ و برودۃ و رطوبت و یبوست و رنگ

وصوت و بود ذائقہ و فنار و موت با طول عرض عمق لاغری و فربہی وغیرہ
 اور زیادہ طول دینا مناسب حال اس رسالہ مختصرہ کے نہیں ہے۔
 بارہواں مقدمہ وجوب و امکان و امتناع کے بیان میں جسکو
 شے اور چیز وغیرہ کے ساتھ عبارت کر سکیں دو حال سے خالی نہیں یا
 موجود ہے یا معدوم جیسا کہ اوپر گزرا اگر موجود ہے تو اوسکا وجود یا ضروری
 ہے یعنی واجب و لازم ہے یا وجود اوسکا ایسا نہیں ہے یعنی عدم اوس
 طاری ہو سکتا ہے۔ واجب عدم اوس پر آ سکتا ہے تو نہ اوس کا وجود
 ضروری ہے نہ عدم اوسکا ضروری ہے پس موجود کی دو قسمیں ہوں گی ضروری
 الوجود اور غیر ضروری الوجود۔ اور اگر معدوم ہے تو اوسکا عدم یا ضروری
 یا نہیں اگر معدوم کا عدم ضروری نہیں ہے تو اگر کبھی موجود ہوگا تو وجود
 ہی اسکا ضروری نہوگا پس معدوم کی دوسری قسم وہی موجود کی دوسری
 قسم ہے کہ نہ وجود ضروری نہ عدم ضروری صرف فرق یہ ہے کہ موجود وجود
 غیر ضروری ہے اور معدوم بعدم غیر ضروری ہے موجود وجود ضروری
 کو واجب الوجود کہتے ہیں اور معدوم بعدم ضروری کو ممتنع الوجود کہتے ہیں
 اور موجود وجود غیر ضروری اور معدوم بعدم غیر ضروری کو ممکن الوجود کہتے ہیں
 پس شے یا واجب ہے یا ممکن یا ممتنع چوتھی کوئی صورت نہیں ہے یعنی
 شے یا موجود ہے یا معدوم اگر موجود ہے تو غیر سے مستغنی ہے اپنے وجود

یا اپنے وجود میں غیر سے مستغنیٰ نہیں ہے مستغنیٰ از غیر واجب الوجود ہے اور غیر مستغنیٰ ممکن ہے اور معدوم بھی با مستغنیٰ غیر سے ہے اپنے عدم میں وہ ممنوع بالذات ہے اور اگر اپنے معدوم ہونے میں غیر سے مستغنیٰ نہیں ہے تو وہ ممنوع بالغیر ہے یعنی غیر کی وجہ سے معدوم ہے والا موجود ہوتا پس ممنوع بالغیر ممکن بالذات ہے جیسا کہ زید ابھی موجود نہیں ہوا ہو کل پیدا ہو گا تو اس وقت ممنوع بالغیر ہے اور حقیقتہً ممکن بالذات ہے کہ اگر کوئی اوس کے وجود کی علت موثرہ ہو اور اس کے ایجاد کا قصد کرے تو زید وجود میں آجائے گا۔ اور واجب الوجود کا وجود اگر کسی غیر سے حاصل نہیں ہوا ہے بلکہ خود اس کی ذات اپنے وجود کو مقتضی ہے تو اس کو واجب الوجود لذاتہ کہتے ہیں یعنی آپ ہی آپ واجب الوجود ہے۔ اور اگر واجب الوجود کے وجود کو کسی غیر نے حاصل کر دیا تو اس کو واجب الوجود بعینہ یا عن غیرہ یعنی واجب الوجود اپنے غیر کے سبب سے ہے پس جو واجب الوجود بسبب غیر کے ہو وہ محتاج ہو گا اپنے وجود میں غیر کا اور اپنے وجود میں خود اس کی طبیعت مقتضی نہیں ہے پس اپنی طبیعت کی اس سے نہ وجود کو مقتضی ہے نہ عدم کو تو اس کو واجب الوجود بالغیر ممکن الوجود بالذات کہتے ہیں اور جو ممکن بالذات ہے تو اس کی ذات کی نسبت وجود و عدم کی طرف برابر ہوگی کوئی اولیٰ و اقل

ہو گا جب تک کسی ایک جانب رجحان نہ ہو اور باعث رجحان وجود علت
 نامہ ہے کہ اگر کوئی غیر اسکا موجب ہو گا اور علت ہوگی تو وہ ممکن موجود
 ہو گا اور اگر کوئی غیر موجب و علت نہ ہو تو وہ ممکن معدوم رہیگا کیونکہ عدم
 موجب و علت و موجب عدم ہے۔ پس واجب بالذات اور واجب بالغير
 اور ممکن بالذات اور ممکن بالغير بالذات اور ممکن بالغير یہ پانچ قسمیں ہوتی ہیں
 مگر واجب بالغير اور ممکن بالغير ممکن بالذات ہے پس واجب بالذات
 اور ممکن بالذات اور ممکن بالغير بالذات یہ تین ہی قسمیں ہوتی ہیں جیسا کہ گذرا
 اور ممکن بالغير کوئی شے نہیں اس لئے کہ جب اسکی ذات خود ممکن ہے
 تو غیر کی وجہ سے ممکن ہونا کوئی شے نہیں رکھتا۔ اور اگر ممکن کا موجب
 و علت نامہ غیر ہے تو ممکن جب الوجود و اضری الوجود ہو جائیگا ضرور وجود میں آئیگا جیسا کہ
 اسکی تحقیق آگے آئیگی کہ علت نامہ کی وجہ سے ضروری الوجود ہوا ہے ورنہ
 نسبتہ اسکی طرف وجود و عدم کی برابر ہے پس ضروری الوجود بسبب
 غیر کے وہ ممکن بالذات ہے اور ممکن اگر ممکن بالغير ہو تو اس کے
 یہ سبب ہون گے کہ غیر اسکا موجب و علت نامہ ہے اس لئے ممکن کہ دیا یعنی
 کہی وجود میں نہ لائیگا والا خود ممکن میں صلاحیت وجود کی بھی ہے
 پس ممکن بالذات ہو جائیگا پس ممکن بالغير اگرچہ لاشعہ محض نہیں ہے
 مگر وہ دوسری شے نہیں ہے وہ ممکن بالذات ہے نہ غیر۔ اور واجب

اور ممکن اور ممکن کی تعریف بھی تعریف لفظی ہے مثل تعریف وجود و عدم کے والا در صورت اس کے کہ تعریف واجب ممکن ممکن کی تعریف حقیقی ہو تو تعریف باطل ہو جائیگی اس لئے کہ ایسی تعریفات میں دور محال لازم آئیگا اور اس مطلب کو اس مختصر رسالہ عام فہم میں خصوصاً رسالہ مختصرہ کے مقدمہ میں لکھنا مناسب نہیں اسکو ہم حاشیہ میرزا ہد شرح مواقف میں لکھ چکے ہیں اور دور کے معنی اور اسکا محال ہونا سترہویں مقدمہ میں آئیگا اور اس محل میں اتنا ہی سمجھنا کافی ہے۔ اور ممکن بالذات اور واجب بالغير اور ممکن بالغير تینوں ایک ہی چیز ہے یعنی ممکن بالذات ہے ممکن بالذات کی تعداد کی کوئی حد نہیں اور ممکن بالذات لاشئ و فرضی ہے اور واجب بالذات ایک ہی ہے دو نہیں ہو سکتا پس زیادہ بدرجہ اولیٰ ہوگا اور بیان توحید سے ثابت ہوگا کہ ایک ہی ہے اور واجب الوجود بالذات عین واجب بالغير نہیں ہوتا والا غیر کے عدم سے واجب الوجود بالذات معدوم ہو جائیگا کیونکہ بعدم علت تامہ عدم معلول ہوتا ہے جیسا کہ گذرا اور واجب بالغير ضروری الوجود نہیں ہے تو اس کے عدم سے اسکا عین یعنی واجب الوجود ہی معدوم ہو جائیگا تو واجب الوجود ممکن الوجود ہو جائیگا اور نہ وجود اور وجوب واجب الوجود بالذات میں زاید برذات ہوتا ہے اگر صفت زائدہ

ذات کے علاوہ ہو تو واجب الوجود محتاج ہو گا اپنے وجود میں غیر کا بلکہ
 عین ذات ہے کیونکہ محتاج نہیں ہے والا محتاج و ممکن ہو جائیگا واجب
 الوجود بالذات نہ ہوگا اور واجب الوجود مرکب نہیں ہوتا اگر واجب الوجود
 بسیط مرکب ہو تو محتاج ہو گا اپنے وجود میں وجود اجزا کی طرف کہ اجزا چائے
 پہلے پائے جائیں بعد اوس کے مرکب کا وجود ہو اور محتاج اپنے وجود
 میں ممکن ہو گا واجب بالذات نہ ہوگا اور واجب بالذات کسی کا جز نہیں
 ہوتا ہے کیونکہ اگر جز کسی کا ہو گا تو یا ممکن بالذات کا جز ہو گا یا کسی ذرا
 بالذات کا جز ہو گا اگر ممکن کا جز ہے تو واجب بالذات ممکن بالذات ہو
 جائیگا کیونکہ جز و ممکن کا ممکن ہے اور اگر واجب بالذات کا جز ہے تو جز و
 جز کے ساتھ امیشرش و فعل و انفعال ہو کے مرکب ہو گا اور انفعال
 یعنی اثر فعل کو قبول کرنا نشان سے ممکن کی ہے نہ شان سے واجب بالذات
 کی کیونکہ حالت انفعال میں واجب بالذات ممکن بالذات ہو جائیگا اور
 یہ بھی جائیگا کہ جو موجود بالذات ہے یعنی اوستکی طبیعت خود مقتضی ہے
 وجود کو بے احتیاج طرف غیر کے تو وہ ضرور موجود ہو گا یعنی واجب الوجود
 بالذات ہو گا کیونکہ جب اوستکی طبیعت خود ہی جابہتی ہے وجود کو تو معلوم
 ہوا کہ معدوم نہیں ہے اور کبھی معدوم نہیں ہو گا وجود و عدم کی نسبت
 اوستکی ذات کی طرف مساوی نہیں ہے بلکہ عدم اوپر سرگز نہ آسکیگا۔

تیسرے ہوان مقدمہ ذات اور صفات کے بیان میں ذات
 ماہیت متاصلہ متقلہ ہے یعنی کسی شے کی ماہیت ہے بلکہ حقایق موجودہ
 متقلہ فی الخارج سے ہے پس اگر فرضی ہو تو جو ہر ہو سکتی ہے اور صفتہ
 ماہیت متاصلہ متقلہ نہیں ہے حقایق موجودہ متقلہ سے نہیں ہے
 اگرچہ خارج میں ہی ہو پس قایم بالذات نہیں ہے عام اس سے کہ ذات
 کی عین ہو یا ملحق بذات ومنضم بذات و زائد بذات ہو یا نہ۔ اگر ملحق
 بذات اور زائد بذات ہو تو قائم بالغیر اپنے وجود میں محتاج محل وجود کا
 ہوگا پس وہ صفات کہ حیثیت صفتہ و اہتاج ہو صوف ہو تو وہ جو انہیں
 ہیں بلکہ اعراض سے ہیں عام اس سے کہ عرض ہو یا عرض کا عرض ہو *
 چودھواں مقدمہ تناقض و تضاد کے بیان میں دو شے
 دونوں ذات ہوں یا دونوں صفات ہوں یا ایک ذات ایک صفت
 ہو یا دونوں جو ہر ہوں یا عرض یا مختلف - دو حال سے خالی نہیں یا
 ایک دوسرے بظرفین سے صادق آئے یا ایک دوسرے پر صادق
 نہ آئے نہیں کہا جاسکے کہ یہ وہ ہے اگر پہلی صورت ہے یعنی یوں کہا جا
 سکے کہ یہ وہ ہے یہ ہے تو اوں دونوں میں سے ایک دوسرے کا
 مساوی ہوگا اور یہ نسبتہ مساوات کی دو عام شے میں ہوتی ہے جیسے
 انسان و ناطق و منعم و رازق و وجود و تحقق مثلاً *

اور اگر دوسری صورت ہے کہ ایک دوسرے پر صادق نہ آسکے
 تو دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ ایک طرف سے پورے طور سے صادق
 آئے اور دوسری طرف سے پورے طور سے صادق نہ آئے یعنی دوسری
 طرف سے کچھ صادق آئے یا دونوں طرفوں سے ایک دوسرے پر کچھ
 کچھ صادق آئے پس دو حالتیں ہوئیں ایک یہ کہ ایک صادق آئے
 دوسرے پر پورے طور سے اور دوسرا دس پر پورے طور سے صا
 نہ آئے یا طرفین سے صادق آنا بطور کلیتہ ہو اول نہیں کا عام و خاص
 مطلق ہے اور دوسرا انکا عام خاص من وجہ ہے عام خاص مطلق کی
 مثال جیسے گھوڑا اور کیت کہ گھوڑا ہر کیت پر صادق آتا ہے ہر کیت
 گھوڑا ہونے میں داخل ہے اور کیت کل گھوڑے میں داخل نہیں
 بلکہ کیت بعضے گھوڑے کو کہتے ہیں پس کیت ہر گھوڑے پر صادق
 نہ آیا اور عام خاص من وجہ کی مثال جیسے ہر گوشت کھانے کے قابل
 نہیں اور ہر کھانے کے قابل جیسے جاول گوشت نہیں یعنی بعض گوشت کھا نہیں
 ہو جیسے بکری کا گوشت اور بعض گوشت کھانے کے قابل نہیں جیسے اپنا
 گوشت پس تین صورتوں کا بیان ہو چکا - یعنی ایک یہ کہ طرفین سے
 پورا صدق ہو دوسرے یہ کہ ایک طرف سے پورا صدق ہو تیسرے
 یہ کہ طرفین سے صدق پورے افراد پر ہو - اول میں نسبت تساوی کی

ہے کچھ بھی طرفین سے مغائرت ہنیں اور دوسرے اور تیسرے میں
 کچھ کچھ مغائرت ہے۔ چوتھے یہ کہ طرفین سے صدق مطلقاً ہو یعنی
 کچھ بھی ایک دوسرے پر صادق نہ آئے بلکہ ایک دوسرے کا
 بالکل مغائر ہو یعنی یا دو شے میں کچھ بھی مغائرت ہو تو اون دونوں
 میں مساوات ہے یا اون دونوں میں کچھ مغائرت ہو تو عام خاص مطلق
 اور عام خاص میں وجہ ہے یا اون دونوں میں بالکل مغائرت ہو پس
 یہ تیسری قسم یعنی مغائرت کلیہ کہ حقیقتہً چوتھی قسم ہے اس مغائرت کو
 بتائیں کہتے ہیں اسکی دو حالتیں ہیں ایک یہ کہ از روے وجود و عدم
 دونوں صورتوں میں مغائرت اون دونوں میں ہو یا صرف وجود
 کی رو سے اون دونوں میں غیرت ہو۔ پس اگر ان دو بتائیں میں
 وجوداً اور عدماً ہر حالت غیرت ہے تو اس بتائیں کو تناقض کہتے ہیں
 اور اگر صرف وجود میں غیرت ہو تو اس بتائیں کو تضاد کہتے ہیں مثال
 اون دونوں کی کہ ایک دوسرے کی نقیض ہو جیسے زید اور لا زید انسان
 اور لا انسان شجر اور لا شجر۔ اور مثال اون دونوں کی کہ ایک دوسرے کا
 ضد ہو جیسے زید اور بکر انسان اور شجر و شجر آدمی اور عموم و خصوص مطلق
 اور عموم و خصوص میں وجہ عام شے میں واقع ہوتا ہے اور بتائیں یعنی
 تناقض و تضاد عام میں ہی ہوتا ہے اور جزئیات میں ہی واقع ہوتا ہے

مگر چونکہ ایسے جزئیات کہ جو بالکل خاص ہوں کسی طرح کا عموم اون میں
 نہ ہو یعنی جزئی حقیقی تو کسی دو جزئی حقیقی میں کسی طرح کا التباس نہ ہوا
 نہیں ہے پس اسکی بھی احتیاج نہیں کہ دو جزئی میں نسبت تغاّر کی سیانہ
 کی جائے اسلئے کہ بتائیں یعنی تناقض و تضاد درمیان دو عام شے
 کے کہا جاتا ہے مثل تساوی و عموم و خصوص مطلق و عموم و خصوص من وجہ
 کے۔ کیونکہ تضاد اون میں ہوتا ہے کہ جبکی شان سے تساوی یا تباین یا
 عموم و خصوص ہو اور تناقض ہی اون میں ہوتا ہے کہ جبکی شان سے تساوی
 وغیرہ ہو پس سمجھنا چاہیے کہ انسان و حجر میں تضاد ہے یعنی نہیں ہو سکتا
 کہ کسی شے پر انسان و حجر دونوں صادق آئیں مگر عدم دونوں کا ایک جگہ
 یعنی ایک مادہ سے ہو سکتا ہے مثلاً شجر کہ نہ حجر ہے نہ انسان اور اس سے
 معلوم ہوا کہ کسی کلی یعنی عام شے پر صرف نفی لانے سے اس شے کی نفیض
 ہو جاتی ہے جیسے مکان و لا مکان کتاب و لا کتاب وغیرہ پس موجودات
 یا شے مثلاً ہوتے ہیں یا متناقض ہوتے ہیں۔ مثلاً جیسے دو سفیدی مساوی
 درجہ کی اور متضادہ متناقضہ کی قسم ہے جیسے دو رنگ ایک سفید ایک سیاہ
 کہ ایک محل میں یعنی ایک کپڑے پر مثلاً دو نوجم نہیں ہو سکتے بیک وقت
 مگر مختلف وقتوں میں ایک کپڑے پر یا مختلف کپڑوں میں ایک وقت میں
 دو رنگ متضاد یعنی سیاہی اور سفیدی جمع ہو سکتی ہے اور سیاہی

اور سفیدی دونوں سے کبڑا خالی ہو یہ بھی ممکن ہے مثلاً زرد ہو یا سرخ اور یہ
مثال ضد مشہور کی ہے اور ضد حقیقی وغیرہ کی تحقیق اس رسالہ مختصرہ میں
بے محل ہے نہ

پس حاصل تضاد و تناقض یہ ہوا کہ اجتماع ضدین بیک وقت ایک جگہ
میں محال ہے اور ہو سکتا ہے کہ بیک وقت ایک جگہ میں دونوں ہوں جیسے
سرخ کپڑے سے سیاہی اور سفیدی دونوں زائل ہوں مگر کوئی کپڑا ایسا نہیں
کہ سیاہ اور سفید بیک وقت ہو اور جہاں پر سیاہی ہو وہیں سفیدی
بھی ہو یہ محال ہے پس سفیدی سیاہی ضدین ہیں اور اجتماع نقیضین
بیک وقت بیک جا محال ہے اور ایسا ہی ارتفاع نقیضین بھی محال نہیں
ہو سکتا کہ ایک وقت میں ایک جگہ سے دونوں نقیضین معدوم ہوں جیسے
انسان اور لا انسان کہ ان دونوں میں سے ضرور ایک ہو گا ایک نہ ہو گا نہ
دونوں کا جمع ہونا جائز نہ دونوں کا رفع ہونا جائز اجتماع نقیضین محال
ہے اس وجہ سے کہ لازم آتا ہے کہ ایک ہی شے ایک ہی وقت میں موجود
بھی ہو اور معدوم بھی ہو یعنی بحیثیت موجودیت معدوم ہو اور بحیثیت
معدومیت موجود ہو بیک وقت اور یہ محال ہے اور ایسا ہی ارتفاع
نقیضین *

پندرہواں مقدمہ جب دلیل عقلی صحیح کا علم یقین حاصل ہو

تو سبب ایسے علم بدلیل عقلی کے علم و یقین اس کے نتیجہ کا یعنی دعویٰ کا حاصل ہونا ضرور و لازم ہے کیونکہ بعد حصول علم و یقین بدلیل صحیح اب یہ دعویٰ کسی دلیل کا محتاج نہیں تو حصول اس کا ضروری و بدیہی ہوا اس لئے کہ جب کوئی جانے اس بات کو کہ دس نصف ہے بیس کا اور بیس نصف ہے چالیس کا تو ضرور بلا حالت متطرہ اس کا علم و یقین ہو جائیگا کہ دس نصف نصف ہے چالیس کا یا یہ کہ دس نصف ہے بیس کا اور جو نصف ہے بیس کا وہ جفت ہے تو بالبداہہ اس کا علم ہو گا کہ دس جفت ہے نہ طاق پس ثابت ہوا کہ دلیل عقلی صحیح کا نتیجہ یعنی دعویٰ کا علم و یقین ضرور ہو گا محض دلیل عقلی کے مقدموں کے ذریعہ سے ضرور حاصل ہو گا یعنی یقین بدعوے لازم ہے اپنی دلیل کے علم و یقین کو *

سولھواں مقدمہ العالم ماسوے اللہ یعنی عالم اس کو کہتے ہیں کہ جو واجب الوجود بالذات کا غیر ہو اور جو اپنے کو موجود سمجھتا ہے وہ دوسرے موجودات کو بھی ضروری موجود جانے لگا نہ یہ کہ سب چیزیں مہیوم ہیں یا نہیں ہیں بلکہ آگ کو آگ بانی کو بانی زمین کو زمین جانے لگا اور موجود سمجھ لگا نہ یہ کہ اپنے کو موجود سمجھے اور دوسرے کو محدود *

سہوان مقدمہ دور اور تسلسل کے بیان میں جب
 ایک شے موقوف ہو دوسری شے پر یعنی وجود اول شے کا یا جاننا اول
 شے کا بے وجود ثانی شے کے یا بے جانے ثانی شے کے نہوسکے اور پھر
 شے ثانی موقوف ہو اول شے پر یعنی وجود ثانی شے کا یا جاننا اول
 نہوسکے بدین وجود یا جاننے اول شے کے تو یہ توقف کا دوران ہوا
 درمیان دو شے کے کہ یہ اوپر موقوف ہے وہ اس پر موقوف ہے یعنی
 مثلاً (آ) کا جاننا یا پایا جاننا موقوف ہے (ب) کے جاننے یا پایے
 جانے پر اور (ب) کا جاننا مثلاً موقوف ہے (آ) کے جاننے پر
 پس ایک کا علم یا وجود دوسرے کے علم یا وجود پر موقوف ہے
 اور دوسرے کا اول پر پس اس سے لازم آیا کہ (آ) کا وجود
 موقوف ہے (آ) کے وجود پر یعنی (آ) نہیں پایا جائیگا
 جب تک کہ (آ) نہ پایا جائے پس ایک ہی شے اپنے پر موقوف
 ہوئی یعنی نہیں پایا جائیگا جب تک نہ پایا جائے سیکو توقف شے علی
 نفسہ کہتے ہیں اور یہ محال و ممتنع الوجود ہے کیونکہ لازم آتا ہے کہ ایک ہی
 شے اپنے ہی پر مقدم ہو اور تقدم شے علی نفسہ محال ہے اور اس لئے
 کہ عدم حالت وجود میں لازم آتا ہے ایک ہی شے کے لئے ایک ہی
 حالت میں یعنی موجود و معدوم دونوں ہوں ایک ہی حالت میں

اور یہ اجتماع النقصین بھی ہے پس توقف شے علی نفسہ یا تقدم شے علی نفسہ یا ایک شے موجود و معدوم معاً اور اجتماع النقصین سب محال ہیں اسکو بھریون سمجھنا چاہئے کہ (آ) موقوف ہے (ب) پر اور جو موقوف ہے (ب) پر منجملہ موقوفات کے (آ) بھی ہے وہ موقوف ہے (آ) پر پس (۱) موقوف ہے (آ) پر اور یہ مثال دو شے میں ہے اسکو دور مصرح کہتے ہیں اور توقف شے علی نفسہ اگر بواسطہ تین شے یا زیادہ کے لازم آئے تو اسکو دور مضمر کہتے ہیں یعنی اس میں کچھ خفا ہے۔ مثال اول ظاہر تر ہے یعنی معلول علت ہو اپنی ہی علت کی بلا واسطہ یا بالواسطہ اور متاخر اس حیثیت سے کہ متاخر ہو مقدم ہوا اپنے مقدم پر اور مقدم اس حیثیت سے کہ مقدم اپنی متاخر سے اور اگر یہ توقف کا سلسلہ سابق کی طرف سے نہ پہلے اور نہ کہیں پر منتہی ہو بلکہ توقف ایک کا دوسرے پر دوسرے کا تیسرے پر تیسرے کا چوتھے پر یہ سطر جسے چلا جائے بے انتہا یعنی بغرض اس کے کہ کہیں پر منقطع نہ ہو تو اس توقف کے سلسلہ کو تسلسل کہتے ہیں یعنی بشرط ثبوت توقف و عدم انقطاع لازم آتا ہے کہ اسو غیر متناہیہ جمع ہوں اور اجتماع اسو غیر متناہیہ و اعداد غیر متناہیہ کا محال ہے عقل کے رو سے کیونکہ ایسا اجتماع ممکن نہیں ہے اور اس تسلسل کے ابطال کے لئے

ایک سو کے قریب دلیلیں مختلف کتابوں میں مندرج ہیں بعضے اولیوں کا نام برہان تضحیف ہے بعضے کا برہان سلمی بعضے کا برہان تطبیق یا برہان ترسی وغیرہ کہ ان دلیلوں میں سے ہر ایک دلیل سے صاف طور سے تسلسل باطل ہو جاتا ہے اس رسالہ میں اوں برائین کا ذکر موجب میل رسالہ ہے یہاں پر انہا ہی سمجھنا چاہئے کہ تسلسل یقیناً باطل ہے سب کے نزدیک اور یہ بھی جاننا چاہئے کہ عدد متنا ہی ہوتا ہے اس لئے کہ جس عدد کو فرض کر وہ قابل اس کے ہے کہ اوس میں سے کچھ گھٹا سکیں یا آؤ کچھ بڑھا سکیں اور جو گھٹا دڑھاؤ کے قابل ہوتا ہے وہ غیر متنا ہی نہیں ہوتا بلکہ متنا ہی ہوتا ہے۔ اور جس عدد کے لئے اول ہو مگر آخر نہ ہو بلکہ ایک کے بعد ایک ہو ختم کہیں پر نہ تو یہ اکثر و ن کے نزدیک محال نہیں ہے اور آحاد وغیر متنا ہیہ کا وجود معاً دفعۃً بلا انتہا و لو بلا ابتداء نہ ہو سکتے نزدیک محال ہے پس جبکی ابتدا و انتہا نہ ہو تو بدرجہ اولیٰ محال ہے *

اٹھارہواں مقدمہ جب ایک شے کے وجود کا دوسری شے کا وجود تابع ضروری ہو یا ایک کے جاننے کے تابع دوسرے کا جانا ضرور ہو تو اوسکو یعنی تابع کو لازم کہتے ہیں۔ اور چونکہ وجود یا جانشا عوارض سے ہے پس لوازم عوارض سے ہو گا مابینہ یا نتیجہ کو لازم نہیں ہوتی اور جس کو کوئی چیز لازم ہو اوسکو ملزوم کہتے ہیں جیسے آگ ملزوم ہے حرارت

اوسکو لازم ہے مشروط کے وجود کو شرط کا وجود لازم ہے معلول کے وجود کو علت کا وجود لازم ہے۔ یعنی علم بوجود معلول کو علم بوجود علت لازم ہے اور علت تامہ موشرہ کے وجود کو معلول کا وجود لازم و تابع نہیں ہے ہاں علت موجبہ کے وجود کو اثر لازم ہے جیسا کہ احراق لازم ہے وجود ناز کو جب ارتفاع موانع ہو دیں عقلی قطعی کو لازم ہے دعویٰ کا علم ثبوت ضد کو لازم ہے سلب ضد آخر اور سلب ضد کو ثبوت ضد آخر لازم نہیں ہے مثلاً اس طور پر لازم و ملزوم کو سمجھنا چاہئے اور لازم بین ہے اور غیر بین اور لزوم کی بحث کو کتاب ردالاجابہ فیہ میں تفصیلاً لکھ چکا ہوں *

اونیسواں مقدمہ مقدم اور تالی کے بیان میں قضیہ یعنی جملہ میں نسبت ہوتی ہے درمیان دو شے کے پس اگر وہ دو شے مفرد ہیں یا حکم میں مفرد کے تو ایسے جملہ کو قضیہ حملیہ کہتے ہیں اور اگر وہ دو شے مفرد ہوں تو ایسے جملہ کو قضیہ شرطیتہ کہتے ہیں۔ پس شرطیتہ میں وہ جو دو شے ہیں اور مفرد نہیں ہیں اون میں سے پہلے کو مقدم کہتے ہیں۔ یعنی شرط اور دوسرے کو تالی یعنی جزا جیسے اگر آفتاب نے طلوع کیا ہے تو دن ہے پس وہ پہلا مرکب یعنی اگر آفتاب نے طلوع کیا ہے شرط ہے یعنی مقدم ہے اور دوسرا مرکب یعنی تو دن ہے

جرا ہے یعنی تالی ہے ایسی مثال میں تالی لازم ہوتی ہے مقدم کو۔ اور جسے یہ عدد یا جفت ہے یا طاق ہے۔ پس پہلا مرکب یعنی یہ عدد یا جفت ہے مقدم ہے اور دوسرا مرکب یعنی یا طاق ہے تالی ہے اور اس طرح کی مثال میں جس میں یا حرف تردید ہو تالی لازم نہیں ہوتی ہے مقدم کو اور اس بارہ میں بہت طول دینا مناسب محل نہیں ہے۔

بیسواں مقدمہ جسم اوس موجود شے فی الخارج کو کہتے ہیں کہ جسمین طول اور عرض اور عقی ہو اور اوس کے لئے کوئی جگہ ہو کسی جہتہ میں ہو عام اس سے کہ مرئی ہو یعنی دیکھا ئی دے یا کسی سوانح کی وجہ سے دیکھا ئی نہ دے یا اس وجہ سے کہ دیکھنے والے میں سوانح ہو یا اس لئے کہ اوس جسم مرئی میں سوانح ہوں یا رائی اور مرئی کے درمیان میں سوانح ہوں اور جو شے مجسم ہے اوسکو مادہ می کہتے ہیں اور جو موجود ذات فی الخارج مجسم ہوں وہ مجردات ہیں یعنی مادہ جسمیہ سے مجرد یعنی خالی ہیں جیسے روح مثلاً مجرد ہے ہاتھ پاؤں مادہ می ہیں مجرد قابل دیکھنے کے نہیں ہوتا اور جسم حرکت و سکون سے خالی نہیں ہوتا اور تغیرات اوسکو لازم ہیں *

اکیسواں مقدمہ جو شے موجود ہو ضرور نہیں کہ اوسکو ہم دیکھیں یا دیکھ سکین جیسے روح کہ موجود ہے مگر کوئی اسکو کی طور سے

دیکھتے نہیں سکتا اس لیے عقل کو کوئی نہیں دیکھ سکتا حالانکہ موجود ہے اور
 کھٹا میٹھا اور خوشبو و بدبو یہ سب موجود ہیں مگر نہیں دیکھ سکتے علم خود
 ہے مگر دیکھنے کے قابل نہیں کیونکہ حس بنیائے کام عین نہیں ہے
 حس لمس کے کام کا فعل ذوق عین فعل شمع نہیں ہر حس کا علیحدہ
 علیحدہ کام ہے چھونے سے سفیدی سیاہی نہیں معلوم ہوتی یہ سب
 بدیہیات سے ہیں اس میں شک کو کچھ دخل نہیں ہے پس محض وجود
 مقتضی نہیں ہے اس کو کہ وہ شے دیکھلائی دے جب تک دکھلائی دینے
 کے قابل نہ ہو اور یہ بدیہی ہے *

بائیسواں مقدمہ وجود اور عدم اور وجوب اسکا انتفاع
 قدم حدوث مابیتہ اور علتہ و معلول کا علت و معلول ہونا اور کلیتہ
 اور جزئیہ اور ذاتیہ اور عقیقہ اور جنس ہونا فصل ہونا موجود ہونا
 محال کا یعنی لازم آنا اسکا مثلاً اجتماع التیقینین کا لازم آنا اور دور
 تسلسل اور دیگر محالات کا لازم آنا یہ سب ذہنی ہیں انکا وجود خارج
 بین نہیں اور یہ سب چیزیں وہی مختص نہیں ہیں بلکہ ذہن میں حقیقت
 موجود ہوتی ہیں اور ان پر انارترتب ہوتے ہیں *

تیسواں مقدمہ نظر و فکر کرنا وجود واجب الوجود
 میں اور دلیل سے معرفتہ اسکی حاصل کرنا واجب ہے ضرور ہے ہر

ہر فرد بشر پر کہ اپنے مالکِ قادر مطلق منعم حقیقی کو پہچانے عقل ہر شخص کی مقتضی ہے اس بات کو کہ پہچاننا اسکو ہر شخص پر ضرور ہے۔ اور جب عقل گواہی دیتی ہے اس بات کی تو دلیل نقلی بھی اس بات کو مقتضی ہے کہ پہچاننا خالق منعم حقیقی کو ہر شخص پر واجب عین ہے فرض مطلق ہے۔ باری تعالیٰ کی معرفت میں نظر و فکر کرنا اور اسکو یقین حاصل کرنیکی فکر کرنا واجب ہے عقل ہر شخص کی اس بات کی تصدیق کرتی ہے اور اس میں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہر شخص کی عقل اس بات کو قبول کر لیتی ہے اور اس پر ہی اگر دلیل عقلی چاہئے تو منجملہ اِدلہ کی یہ دلیل ہے کہ جب کوئی نظر کر لے طرف عالم کے یا طرف اپنے یا کسی کیطرت تو ضرور سمجھ گیا کہ اسکا کوئی صانع و خالق ہے جیسا کہ اسکا بدیہی ہونا اوپر مذکور ہو چکا اور اسکی توضیح بدلیل فلسفی مروج ثبات صانع میں آئیگی اور لا اقل سمجھنا اپنے کو ضرور ہے اپنی عقل سے اپنے کو پہچانے اور ہر شخص اپنے کو پہچانتا ہے اور جب ملزوم کو بعقل سمجھنا ایک ضروری امر ہے تو اسکا لازم معنی معرفتہ صانع ضرور ہے۔ اور صانع میں غور و فکر و تدبیر ایک ضروری شے ہوگی بہین ہو سکتا کہ اسکے لازم کو بعقل نہ سمجھے اور ملزوم کو بعقل سمجھا ہو کیونکہ بانتفاے لازم ہتفاے ملزوم ہوتا ہے پس اگر اپنے کو بقدرِ طاقت سمجھنا تو لازم آتا ہے کہ اسکے

صانع کو سمجھ چکا ہے والا صنوع بے صانع موشربین سمجھا جائیگا - علاوہ
 برین جب اس نے فکر کی اس میں کہ کوئی صانع ہے یا نہیں اگر ہے تو
 کیسا ہے اور کون ہے اور ایک ہے یا کئی اس میں فکر کر کے خود ہی بعقل سمجھا
 کہ صانع موجود ہے اور ایسا ہے اور ایک ہے اور فلان ہے فہو المطلوب
 اور اگر کسی کے ذریعہ سے سمجھا ہے تو وہ سمجھانے والے اور ہادی کو اور
 اس کے سچے ہونے کو بعقل سمجھا تو جب مخبر کو بعقل سمجھا تو خبر بھی بعقل سمجھی
 گئی اور اگر مخبر کو بعقل نہ سمجھا بلکہ مخبر کو کسی دوسرے کے ذریعہ سے سمجھا تو
 کلام میرا دوسرے مخبر میں ہے کہ اس کو بعقل سمجھا فہو المطلوب اور اس کو
 اگر تیسرے کے ذریعہ سے سمجھا تو وہ تیسرا بھی اگر چوتھے کے ذریعہ سے اور
 چوتھا کسی پانچویں کے ذریعہ سے اگر یوہین سلسلہ مخبرین کا چلا گیا تو اس کو
 تسلسل کہتے ہیں اور تسلسل محال ہے باطل ہو چکا ہے تو ضرور سلسلہ کہیں پر
 منقطع ہو گا پس اس اخیر مخبر کو بعقل سمجھا فہو المطلوب اور یہ ظاہر ہے کہ
 دلیل سمعی ہی دلیل عقلی ہے پس حسب طور سے صانع مطلق کو سمجھ گیا لا محالہ
 ذریعہ عقل کا ہو گا پس جو چیز کہ بعقل سمجھی جائے اس کے پہچانتے میں نظر و فکر و
 تدبیر کرنا از روئے عقل کے ضرور اور واجب ہے کیونکہ خود صانع کی معرفت
 بعقل ہوتی ہے پس اس میں فکر کرنا بھی بعقل واجب ہے اور اس تقریر
 میں یہ جو میں نے کہا کہ اپنے کو جب قدر سمجھنا ضرور ہی چاہئے کہ سمجھے اگر صحیح

ہے تو اس کے صانع منعم قادر علی الاطلاق کا پہچاننا بعقل ضرور ہو جائیگا اور اس ملزوم کی صحت ظاہر ہے بدیہی ہے اس لئے کہ یہ ضرور ہے عقلاً کہ پہچانے کہ میں کون ہوں کس کا باپ ہوں کس کا بیٹا کس کا تابع کس کا متبوع کس کا حاکم کس کا محکوم کہاں کا باشندہ کہاں کا جانے والا کہاں کا رہنے والا از بن قبیل جملہ امور بدیہیات سے ہیں اور سمجھ کر میں کہہ دین آیا۔ آیا یہ وجود میرا ہمیشہ سے ہے یا ایک مدت معینہ سے اگر مدت معینہ سے ہے تو معلوم ہوا کہ مجھ میں صلاحیت عدم کی بھی ہے والا ہمیشہ سے موجود رہتا اور اب موجود رہوں تو معلوم ہوا کہ مجھ میں صلاحیت وجود کی بھی ہے والا ہمیشہ سے معدوم رہتا پس میری نسبت وجود و عدم کی طرف برابر ہے کبھی معدوم ہونے کی صلاحیت ہے کبھی موجود ہونے کی پس اگر میں نے اپنے کو خود ہی موجود کیا تو معلوم ہوا کہ پہلے ہی موجود تھا معدوم نہ تھا۔ اور یہ باطل ہے یہ بدہمت کیونکہ ابھی معلوم ہو چکا کہ میں پہلے معدوم تھا اور صلاحیت وجود و عدم کے برابر ہے تو ضرور کوئی غیر میرا صانع ہے اور صانع میں ایسی صنعت کے لئے کیسے علی قدرت اختیار وغیرہ درکار ہے اسکو بھی اگر سمجھا تو مطلوب والا ابھی اپنے ہی کو نہیں سمجھا ہے پس صانع کو سمجھنا یا اپنی عقل سے ہو یا خبر متواتر اور عام جمعیت سے ہو یا کسی ایک شخص خاص کے ذریعہ سے اور ان سب

میں عقل کو دخل ہے اور یہ ظاہر ہے کیونکہ اگر پیغمبر کے ذریعہ سے معلوم
 ہوا تو پیغمبر کو عقل سے پہچانا اور ایک جمعیت کثیر کے ذریعہ سے جانا تو
 تصدیق ایک گروہ کی بعقل ہوئی کیونکہ خبر متواتر میں تصدیق ایک گروہ
 کی بعقل ہوتی ہے تب وہ خبر قابل عمل کے ہوتی ہے اگر بعقل نہ ہو تو خبر کا
 یقین ہی نہ ہوگا اور گفتگو اس میں ہے کہ صانع خالق کو یقین معلوم کرے
 اگر یقین نہ ہوگا تو اسکو اعتقاد جازم ہی نہ کہنیکے اور گفتگو اعتقاد میں ہے
 اعتقاد کے معنی اذعان و یقین کے ہیں نہ ظن و گمان قومی نہ شک و شبہ
 پس یہاں سے ثابت ہوا کہ معرفت باری تعالیٰ کو تقلید حاصل کرنا باوجود
 اسکا یقین کے اسلام و ایمان کو کفایت نہیں کرتا کیونکہ تقلید کے معنی
 اخذ قول غیر ہے بدون دلیل اور اس میں صاحب قول کے صدق و
 کذب کا احتمال باقی رہتا ہے ایک قسم کا ظن البتہ حاصل ہو جاتا ہے جب
 تو بہ تشکیک مشکوک میرا علم تقلیدی زایل ہو جاتا ہے کیونکہ علم تقلیدی
 کے معنی یہ ہیں کہ کسی شک و دلائل کے واسطے کی وجہ سے محکومین میں شک
 آجائے پس ایسا اعتقاد وجود باری تعالیٰ میں کس کام کا کہ ذرے سے
 شک دلائل میں کہنے لگے کہ خدا نہیں ہے یا شاید ہے یا کئی ہیں مثلاً اگرچہ
 بسا تقلید ہی موجب یقین ہو جاتی ہے جبکہ دیگر قرائن ہی علاوہ تقلید کے
 باعث ہوں پس پھر بھی عقل کو داخل ہوا بلکہ جسکی تقلید کی اس کی معرفت

و تصدیق میں یہی عقل کو دخل ہے پس معلوم ہوا کہ معرفت باری تعالیٰ بعقل ضرور ہے اور پیغمبر کے زمانہ میں محض بفرمان واجب الاذعان حضرت کے لوگ اعتقاد لاتے تھے خدا کو خداے واحد جانتے تھے وہ علم اون لوگوں کا تقلید ہی نہ تھا بلکہ دیگر قرائن بسیار سے تصدیق پیغمبر کی اور یقین حکم کا کر کے ایمان لاتے تھے۔ علاوہ برین شکرِ منعم واجب عقلی ہے اور یہ شکر موقوف ہے معرفت منعم پر اگر منعم کو نہ پہچانا تو شکر کسکا کریگا۔ پس شکر واجب جو میرے اختیار میں ہے جس پر موقوف ہے کہ بے او سکے یہ واجب عمل میں نہ آسکیگا تو وہ موقوف علیہ بھی واجب ہوگا پس معرفت منعم واجب ہے تا شکر واجب عمل میں آسکے۔ اور اسکو سمجھنا چاہیے کہ ہمیں کوئی نعمت ملی ہے یا نہیں مثلاً موجود ہونا جو ان ہونا صحت و چلنے پھرنے کی طاقت یا مال و دولت یا علم و شجاعت یا جو صفت ہو پس نعمت بے منعم کے نہیں ہوتی پس ہمارا کوئی منعم ضرور ہے تو اسکی معرفت بھی ضرور ہوگی تا اسے شکر واجب عقلی عمل میں آوے پس حاصل اس دلیل کا یہ ہوا کہ اپنے کو اور اپنے عوارض کو بعقل پہچاننا چاہئے والا سونسطا ہے اور جب بعقل پہچانا تو ضرور اپنے کو علم علت کا بعقل پس معرفت واجب واجب عقلی ہے یعنی معرفت حق تعالیٰ اپنی معرفت عقلیہ ضرور کا لازم ہے اور ملزوم واجب کا لازم واجب ہے اگر علم لازم نہ ہو تو علم ملزوم

ہین ہوا ہے اور علم لازم بدیہی ہے تو علم لازم ضرور حاصل ہوا ہے کہ شخص اپنے کو مخلوق و معلول سمجھتا ہو تو ضرور اپنے کسی غیر کو علت جانیگا والا اپنے کو مخلوق ہی ہین جانتا ہے تو اپنے ہی کو ہین سمجھتا ہے کہ ہم کیا ہین *

یہ تیئیس^{۲۳} مقدمات ہین کہ جنکو ہم نے مقدم کرنا چاہا تھا اور جنکا جانا قبل مقصود اصلی کے ضرور ہے۔ اب مقصود اصلی کا بیان سمجھنا چاہئے۔

باب اول - یعنی حق سبحانہ و تعالیٰ کے وجود کا ثبوت اگرچہ کئی طور سے ہے اور تقریر ہائے مختلفہ سے ثبوت ہوتا ہے مگر سب کا اصل اسی قدر ہوگا کہ جب ایک کے لئے دوسرے کا ثبوت ہوگا تو وہی دوسرا موجد ہوگا اور ہر سب موجودات کی رجوع علیحدہ علیحدہ اسی دوسرے کی طرف ضروری ہوگی وجود کو ہر شخص سمجھتا ہے مثلاً ہم تم یا مثلاً کاغذ قلم یا مثلاً مضمون و تقریر و تحریر یا ازمین قبیل جس شے کو لیجئے اس موجود کے وجود میں گفتگو ہین کہ بدیہی ہے یعنی ہرگز شک ہین ہے وجود میں شیا کے مثلاً آگ پانی مکان آسمان یا انسان وغیرہ ہر ایک موجود ہے پس اگر جمیع موجودات عالم موجود ہوں ضروری ہوں تو چاہئے کہ ہمیشہ سے سب چیزیں تھیں اور ہین اور سب ہمیشہ رہیں گی حالانکہ بالبداهت ہم جانتے ہین اور سب لوگ جانتے

اور دیکھتے ہیں کہ کبھی کسی کے لئے عدم تھا پھر وجود ہوا اور جس کے لئے وجود
 تھا وہ معدوم ہو گیا اور جو موجود ہے وہ بدائتہ و تجر بیات جانتے ہیں
 کہ یہ موجود موجود نہ ہو گیا اور جو کبھی موجود تھا اور نہ ہے وہ آئندہ وجود
 میں شاید آجائے کیونکہ آئندہ موجود ہو نیکا کوئی مانع نہیں اور جس چیز کو
 دنیا میں ہم دیکھتے ہیں وہ ایسی ہی ہے کیونکہ تمام عالم میں سب شے میں
 ہم تغیر دیکھتے ہیں کوئی شے عالم میں بے تغیر کے نہیں اور تغیر یعنی وجود
 و عدم ہر شے میں پایا جاتا ہے مثلاً پہلے اور طور کا تھا پھر دوسرے طور پر
 ہوا اب دوسرے طور پر ہے اور نہ تھا اور پھر ہوا اور پھر نہیں ہے
 یا نہ ہو گا ہر شے عالم میں ایسی ہی ہے پس معلوم ہوا کہ تمام عالم حادث
 ہے قدیم نہیں کیونکہ عالم کی ہر شے میں وجود بعد العدم عدم بعد الوجود
 پایا جاتا ہے۔ پس متغیر ہو گا تو اس کے وجود کی ابتدا ہوگی یعنی عالم کے
 وجود کی ابتدا اور اول ہے یعنی وجود بعد العدم ہے۔ اور جب عالم
 معدوم تھا تو اس کو وجود میں لانے والا یا کوئی غیر ہے یا خود ہی ہے نہیں
 ہو سکتا کہ خود ہی حالت معدومیت میں فعل ایجاد کا کرے اور اپنے کو
 موجود بناوے کیونکہ حالت فعل میں وجود فاعل درکار ہے اور حالانکہ
 معدوم ہے تو لازم آئیگا حالت معدومیت شے میں موجودیت اس
 شے کی ہو یعنی معدوم ہی ہوا اور موجود ہی ہوا ایک ہی حالت میں

اور یہ اجتماع النقیضین ہے اور اجتماع النقیضین محال ہے ایک ہی شے میں پس معلوم ہوا کہ عالم جو متغیر ہے اس کے متغیر ہونے کی وجہ سے حادث ہونا ثابت ہوا یعنی اس کے وجود کے لئے ابتدا ثابت ہوئی تو نویدائش ہے کہ پہلے نہ تھی اور اب جو وجود میں عالم آیا تو اس کی خود ہی ذات موجود نہیں تو اس صورت میں اس کا غیر موجود خالق ہو گا نہیں ہو سکتا کہ غیر ہی موجود نہ ہو ورنہ جب کہ اس کی خود ذات موجود نہ ہو اور نہ غیر موجود ہو اور ذات وغیر ذات کے سوا کوئی تیسری چیز نہیں تو سرگز وجود ہی میں نہ آئیگا اور معلوم ہے کہ عالم موجود ہے پس کوئی موجود ہے اور خود موجود نہیں تو غیر موجود ہے اگر غیر ہی موجود نہ ہو تو معدوم ہو گا حالانکہ موجود ہے تو کوئی موجود بھی ہے پس غیر عالم موجود خالق عالم ہے پس وجود غیر کا ثابت ہوا نہیں ہو سکتا کہ غیر عالم موجود عالم ہو اور خود معدوم ہو کیونکہ حالت معدومیت فاعل میں یہ فاعل معدوم فعل نہیں کر سکتا پس وجود فاعل و علتہ و خالق عالم ثابت ہوا اور یہی مطلوب تھا *

اس تقریر اثبات و جب الوجود میں یہ جو بیان ہوا کہ عالم خود اپنا موجود و خالق نہیں اس کا بیان دوسری تقریر سے یوں سمجھنا چاہئے کہ اگر کوئی بالفرض عالم خود ہی فاعل و علتہ ہوا اپنے وجود کا تو معلوم

کہ پہلے وجود نہ تھا بعد اسکے اسکی اپنی ذات نے اسکو موجود کر دیا تو معلوم
ہوا کہ خود ذات عالم موجود تھی حالانکہ معلوم ہو چکا کہ معدوم تھی تو اجتماع
وجود عدم ایک ہی حالت میں عالم کے لئے ثابت ہوا اور یہ محال ہے
کئے طور پر ایک یہ کہ ایک ہی علت کے لئے وجود عدم ایک ہی حالت
میں مجتمع ہوں۔ دوسرے یہ کہ ایک ہی معلول کے لئے وجود عدم
ایک ہی حالت میں مجتمع ہوں۔ تیسرے یہ کہ ایک ہی شے اپنے سے مقدم
اور ایک ہی شے اپنے سے موخر ہو۔ چوتھے یہ کہ ایک ہی شے کے
لئے بہت سی ذاتیں ہوں یعنی ایک ہی شے بہت سے ہوں۔ پانچویں
یہ کہ ایک ہی شے فاعل ہو یعنی فاعل ہو یعنی فاعل و علت ہو۔ پس
اس تقریر سے اتنا ثابت ہوا کہ عالم کے ہر شے کا بلکہ تمام عالم کا صانع
کوئی دوسرا ہے اور تمام عالم مخلوق و مصنوع ہے اور یہ ثابت ہوا
کہ کوئی اپنا آپ خالق نہیں ہو سکتا اب یہ سمجھنا چاہئے کہ تمام عالم کا جو
غیر ہے وہ خالق ہے یا ایسی عالم میں سے ایک دوسرے کا خالق ہے
اسکو یوں سمجھنا چاہئے کہ اگر (آ) خالق (ب) کا ہوا اور (ب) خالق (آ)
(آ) کا تو لازم آئیگا کہ (آ) خالق (آ) کا ہو اس میں
وہی قباحہ ہے یعنی دور لازم آتا ہے یعنی تقدم شے علی نفسہ یا
تاخر شے عن نفسہ یا اجتماع نقیضین یا بحالت موجودیت شے

معدوم ہونا تھے کا اور توقف تھے علیٰ نفسہ اور یہ محال ہے ایسی چیز منع
 الوجود ہے یا تمام عالم کا ایک سلسلہ ہو اس طرح سے کہ (آ) خالق
 (ب) کا (ب) خالق (ج) کا (ج) خالق (د) کا (د) خالق (ا) کا (ا) خالق
 (لا) کا اسی طور سے شروع سے سلسلہ خالقیت و مخلوقیت چلا آتا
 ہے اور چلا جائیگا یا لگائی سلسلہ علیحدہ علیحدہ ہوں اور خالقیت
 و مخلوقیت بہ ترتیب یکے بعد دیگرے ہو تو یہ دونوں صورتیں سلسلہ
 کے ہی محال ہیں کیونکہ (آ) کا خالق ہونا (ب) کے لئے اس
 میں خالقیت (آ) کو ترجیح ہوگی اور خالقیت (ب) کے (آ)
 کے لئے مثلاً اور ترجیح کی کوئی وجہ نہیں کیونکہ عالم میں سب موجودات
 برابر ہیں ترجیح بلا مرجع خلاف عقل ہے اور محال ہے کہ بے مرجع کے
 سبقت کسی کو ہو کسی نعل میں۔ علاوہ اس کے جب تمام عالم چین
 حیثیت ہو عالم متغیر ہے تو وجود و عدم دونوں کی طرف عالم کی نسبت مساوی
 ہوگی یعنی ممکن ہوگا تو اس میں پابندی نہیں ہو سکتی اس بات کی کہ عالم
 میں سے ایک دوسرے کا خالق ہو اگر پابندی خالقیت کی ہے تو کیا وجہ
 ہے کہ عالم میں ایک شے اپنے سوا خالق تمام عالم کا نہ ہو والا ترجیح بلا مرجع
 ہوگی اور اگر اپنے سوا تمام عالم کا خالق ہو دران حالیکہ خود اس میں ہی
 وجود و عدم کی نسبت مساوی ہے تو اس کا کوئی خالق دوسرا سوا اسے عالم

کے ہو گا نہوالمطلوب کہ ایک غیر عالم نے پیدا کیا ایک کو اس ایک نے
 پیدا کیا تمام عالم کو سوائے اپنے یا غیر عالم نے پیدا کیا کئی کو اور یہ کئی نے
 عالم کو پیدا کیا سوائے اپنے پس صانع عالم کی صنعت میں وہ ایک یا کئی
 ذرائع ہوئے کہ مخلوق عالم کے غیر کا ہے اور خالق عالم کا ہے پس یا یہ کہ
 ایک شریک ہے خالق کے فعل میں یا کئی شرکار ہیں خالق کے فعل میں
 یا خالق غیر عالم کا صرف یہی فعل ہوا کہ اس ایک ذریعہ کو
 یا ان کئی ذریعوں کو پیدا کیا اور اس کے بعد خالق
 غیر عالم کا تعطل لازم آیا اس سے بڑھ کے ان ذریعوں سے افعال
 صادر ہوئے مگر وجود ذائع اصل اثبات واجب تعالیٰ میں مفر نہیں اثبات
 واجب تعالیٰ ہو چکا باقی رہا ابطال ذرائع وہ یہ ہے کہ عالم کا غیر جو عالم
 خالق ہے وہ اگر محتاج ہو اپنے افعال میں کسی غیر کا تو اپنے وجود میں
 بدرجہ اولیٰ غیر کا محتاج ہو گا پس اس کا بھی کوئی خالق ہو گا پس یہ ممکن
 بالذات ہے نسبتہ وجود و عدم کی اسکی طرف مثل سائر ممکنات و اعداد
 عالم کے مساوی ہوگی اور ابھی ثابت ہو چکا کہ وہ سب کا خالق ہے اور
 غیر عالم ہے تو خلاف مفروض لازم آیا اور یہ صورت اجتماع انتفیضین
 کی ہے کہ سب کا خالق ہے اور یہ ثابت ہوا کہ سب کا خالق نہیں بلکہ
 بعض کا مخلوق ہے اس سے ثابت ہوا کہ جو واجب الوجود ہے وہ ممکن

ہنین ہو سیکگا اور جب احتیاج ثابت ہوگی تو واجب الوجود ممکن الوجود ہو جائیگا اور یہ خلاف ہے اور یہ امر بدیہی ہے کہ جو اپنے افعال میں باوجود اپنی موجودیت کے محتاج موثر فعل کا اور محتاج غیر کا ہوگا تو وہ اپنے پیدا ہونے میں بدرجہ اولیٰ غیر کا محتاج ہوگا خود میں اثر فعل کی بقاقت نہیں *

۲- اور اسی تقریر کو بدل کر کے یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ عالم موجود ہے پس اگر عالم کے احاد موجودات میں کوئی موجود بالذات بھی ہے یا سب موجود بالغیر ہیں یعنی خود ہی مقتضی ہے وجود کو یا مثل اور موجودات عالم کے اس کی اپنی طبیعت مقتضی وجود کو نہیں ہے اگر ہے تو وہ ضروری الوجود ہوگا کیونکہ غیر کی طرف اس کو احتیاج نہیں اور اپنی طبیعت اپنے وجود کو بے موانع کی جاہتی ہے تو وہ ضرور ہمیشہ سے موجود ہے اور ضرور وجود اس کا ہمیشہ رہے گا وجود و عدم کی نسبت اس کی طرف مساوی نہیں ہے بلکہ عدم اس پر ہرگز آہنیں سکتا اور یہی واجب الوجود بالذات ہے اور اس کی خالق و صانع عالم کہتے ہیں کہ خود کسی کی طرف محتاج نہیں اور دیگر موجودات اپنے وجود ہی میں محتاج ہیں اسی کی طرف اور واجب الوجود ایک ہی ہوتا ہے جیسا کہ گذرا اور اثبات توحید میں آئیگا تو یہی سب کا خالق ٹھہرا

آور اگر احاد موجودات عالم میں کوئی ایک موجود بھی ایسا نہیں
 کہ موجود بوجہ ضروری اپنی اقتضائے طبع کے رو سے ہو بلکہ مثل سائر
 موجودات کے محتاج اپنے غیر کا ہے اپنے وجود میں کیونکہ دو حال سے
 خالی نہیں کہ وجود شے کا یا اس کی طبیعت کی رو سے ہے یا غیر کی وجہ سے
 ہے پس جب مثل سائر موجودات عالم کے اپنے وجود میں محتاج کسی
 غیر عالم کا ہے کیونکہ فرض یہ ہوا کہ احاد عالم میں سے کوئی
 ایسا نہیں ہے کہ اپنے غیر کا محتاج ہو پس ضرور ایک ذات غیر عالم کا
 محتاج ہوگا کہ اس غیر عالم کا وجود اپنے ہی طبیعت کی اقتضائے ہوگا
 نہواً المطلوب اور اگر وہ ہی ایسا نہیں ہے بلکہ وہ بھی غیر کا محتاج ہے
 مثل سائر موجودات عالم کے تو وہ غیر عالم اگر محتاج ہے اپنے وجود
 میں کسی ایک احاد موجودات عالم کی طرف اور یہ اپنے وجود میں اس
 غیر عالم کی طرف محتاج ہے اور اس کا مخلوق تو وہ محتاج اس کا اور یہ
 محتاج اس کا وہ مخلوق اس کا یہ مخلوق اس کا یہ اور ہے اور دور محال ہے
 جیسا کہ سابق میں گذرا کہ تقدم شے علی نفسہ اور توقف شے علی نفسہ
 اور وجود در حالت عدم عدم در حالت وجود اور یا متعلق نقضین محال ہے
 پس ضرور اپنے وجود میں وہ غیر عالم محتاج ہوگا اور مخلوق کسی اور غیر کا
 تو وہ دوسرا غیر عالم واجب الوجود بالذات قرار پا سکا اور یہی مطلوب ہے

اور اگر یہ دوسرا غیر عالم واجب الوجود بالذات ہو بلکہ اپنے وجود میں محتاج کسی غیر کا ہو تو وہ غیر کہ خالق و علت وجود ہو تو یا وہ غیر پہلا ہے یا وہ غیر انہیں آحاد موجودات عالم سے ہے دونوں صورتوں میں پھر دور لازم ایسا اور دور محال ہے تو ضرور کسی تیسرے غیر عالم کا محتاج ہوگا اور وہ تیسرا خالق و علت و واجب الوجود بالذات ہوگا فہو المطلوب اور اگر بالفرض وہ تیسرا بھی محتاج و مخلوق ہو اور واجب الوجود بالذات ہو تو اگر محتاج و مخلوق اوس دوسرے یا پہلے یا یکے از موجودات عالم کا ہوگا تو پھر دور محال لازم آئیگا تو ضرور وہ تیسرا بھی محتاج و مخلوق کسی اور چوتھے کا ہوگا پس جس کسی ایک میں اس سلسلہ کے صفت واجب الوجود بالذات اور علیہ و خالقیت کے ہوگی اوس میں مطلب حاصل ہے اور اگر کہیں پر یہ سلسلہ منقطع و منتهی ہوگا تو تسلسل لازم آئیگا لیکن امور غیر متناہیتہ جمع ہونگے اور تسلسل محال ہے جیسا کہ مقدمہ میں گذرا اور دور و تسلسل جس کو لازم آیا ہے وہ ہر محال ہوگا کیونکہ جسکا لازم غیر منہک محال ہو تو ایسے لازم محال کا لزوم بھی محال ہوگا اور معلوم ہو چکا کہ دور و تسلسل لازم آیا ہے کسی ایک کو ان میں سے واجب الوجود بالذات قرار دینے اور اعتقاد نہ کرنے سے پس کسی ایک کو واجب الوجود بالذات قرار دنیا محال عقلی ہے ممکن یا ممکن عقلی نہیں ہے کہ واجب الوجود بالذات کوئی ثابت نہ ہو اور واجب الوجود

بالذات کا اعتقاد نہواور یہی مطلب ہے۔

۳۰ - اریون بھی کہہ سکتے ہیں کہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ عالم بے شک حادث ہے نوپیدا ہے کیونکہ عالم کے کل موجودات میں تغیر دیکھتے ہیں وجود عدم برابر سب میں متعلق ہے اور جو متغیر ہے اور وجوداً و عدماً حالت بدلتی رہتی ہے تو ضرور نسبتہ وجود و عدم کی ہر شے موجود کی طرف مساوی ہے تو حادث ہونے کی پہلے سے موجود کو وجود نہ تھا تو ضرور ہر حادث کے لئے کوئی محدث اور پیدا کرنے والا ہوگا وہی محدث خالق و علت و واجب الوجود ہے اگر بالفرض وہ محدث بھی خود حادث ہو تو وہ بھی محتاج کسی محدث کی طرف ہوگا وہ دوسرا محدث اگر محدث اول کی طرف محتاج ہے اور مخلوق محدث اول کا ہے تو اول مخلوق ثانی کا ثانی مخلوق اول کا یہ دور محال ہے جیسا کہ اوپر محال ہونا اسکا بیان ہوا تو ضرور کہیں نہ کہیں محدث ایسا ثابت ہوگا کہ وہ مخلوق کیسے ہوگا حادث ہوگا ہونا مطلوب اور اگر سلسلہ محدث کا کہیں پر منقطع اور منتہی نہ ہو بے نہایتہ محدث جمع ہوں تو تسلسل محال لازم آئیگا اور یہ باطل ہو چکا ہے تو لابد از روئے عقل کوئی محدث ایسا ثابت ہوگا کہ سب حادث اسکی طرف محتاج ہوں اور وہ محدث کسی کا محتاج و مخلوق نہواور یہی مطلوب ہے۔

۳۱ - یون بھی کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ جو شے موجود ہے یا جو ضروری

ہے تو یہی مطلب ہے اور اگر وجود غیر ضروری ہے تو جب وجود ضروری
 نہ ہو تو چاہئے وجود ہو یا نہ ہو پس معلوم ہوا کہ عدم بھی ہو یا نہ ہو نہ وجود ضروری
 نہ عدم ضروری تو وجود و عدم دونوں اس موجود کے لئے برابر ہیں تو ممکن
 ہوا کہ ذات اسکی خود مقتضی نہیں ہے وجود کو اگر ذات اسکی خود ہی وجود
 کو چاہتی ہے تو اقتضائے طبع عدم کے لئے ہو گا پس ضروری الوجود ہو گا
 اور ثابت ہوا کہ غیر ضروری ہے پس ایسا ہی اگر سب موجودات عالم بین
 تو سب غیر ضروری ہوئے تو طبیعت کسی کی مقتضی نہیں ہے نہ وجود کو
 نہ عدم کو تو سب موجودات کا ایسا ہی حال ہے کہ وجود و عدم کی طرف سب
 کی نسبت مساوی ہے تو جب تک کوئی مرجع وجود کا یا عدم کا نہ ہو گا یہ موجود
 وجود میں یا عدم میں نہیں آسکتا ہے کیونکہ خود کچھ بھی مقتضی نہیں ہے تو
 غیر ہو گا وجود یا عدم کا مقتضی اور جب عالم کا غیر وجود عالم کو خواہاں
 ہے اور باعث ہے تو وہی موجود ہو گا عالم کا تو وہ موجود ضرور موجود ہو گا
 کیونکہ فعل فاعل سے درمالت معدومیت فاعل نہیں ہو سکتا تو موجود
 عالم موجود ہو گا اور وجود اس موجود کا اگر محتاج و مخلوق دوسرے موجود کا
 ہو گا تو یہ موجود عالم مثل سائر موجودات عالم کے ہو گا تو یہ موجود مع سائر
 موجودات عالم کے اسی دوسرے موجود کا محتاج ہو گا اور فرض یہ ہے
 کہ عالم محتاج ہے موجود اول کا تو خلاف مفروض لازم آئیگا پس وہی

موجود جو پہلے مرتبہ میں ثابت ہوا ہے موجود ہے تمام عالم کا اور یہی مطلب ہے کہ مطلب ضروری الثبوت اس سے بھی ثابت ہو گیا *

۵ - جو موجود غیر ضروری الوجود ہو گا وہ ممکن ہو گا ضروری الوجود ہو گا یعنی وجود و عدم کی نسبت اس میں مساوی ہوگی اور جو ایسا ہوگا وہ حادث ہو گا کیونکہ یہ اپنے وجود میں محتاج غیر کا ہو گا بغیر فعل کسی موجود کے معدوم رہے گا کیونکہ نہیں ہو سکتا کہ موجود ایسا پیدا کیا نہ کرے کسی میں درحالت موجودیت اس حادث کے والا تحصیل حاصل لازم آئیگی اور تحصیل حاصل بھی محال ہے پس لازم آیا کہ موجود اس ممکن کو حالت عدم میں وجود میں لاوے پس ممکن کا وجود حادث ہوا کہ اول عدم تھا بلا وجود کے تھا پس ثابت ہوا کہ جو موجود سو اسے ضروری الوجود یعنی واجب الوجود کے ہو گا وہ حادث ہو گا اور جتنے حادث ہیں سب محتاج محدث و وجود کے ہیں کہ وہ اس ممکن حادث کو وجود میں لاوے پس ثابت ہوا کہ جتنے اجسام و جو اسہر و اعراض ہیں عالم میں سب ممکن ہیں اور حادث ہیں محتاج ہیں محدث و موجود کے اور محدث و موجود عالم غیر ممکن وغیرہا وغیرہ محتاج وغیرہ موجود ہے اور یہی مطلب ہے :

۶ - موجودات دو حال سے خالی نہیں یا ضروری الوجود ہونگے یا ان کا وجود غیر ضروری ہو گا یعنی موجود یا واجب ہو گا یا ممکن - تیسری کوئی

صورت ہین ہو سکتی اور جو ممکن ہے یعنی وجود اسکا ضروری نہیں ہے یعنی عدم بھی اسکا ضروری نہیں ہے چاہے موجود ہو چاہے معدوم ہو تو ایسی صورت میں ممکن یعنی غیر ضروری الوجود اپنے وجود میں ضرورت محتاج اور مخلوق کسی موجود و موثر کا ہو گا اگر موجود و موثر کا وجود واجب بالذات ہے فہو المطلوب اور اگر بالعرض موجود و موثر بھی محتاج و مخلوق کسی اور موجود اور موثر کا ہو گا ثوابت ہو گا کہ سب موجودات یعنی جسکو موجود کہ سکیں وہ سب کے سب ممکن و حادث و غیر ضروری الوجود ہونگے پس تقسیم موجود کی ضرورت الوجود اور غیر ضروری الوجود کی طرف نہوئی اور حالانکہ ثابت ہو چکا کہ موجود کی دو قسمیں ہیں ہذا خلف پس ضرور موجود ضروری الوجود ہو گا یعنی واجب غیر ممکن ہو گا اور یہی مطلوب ہے *

۷۔ حرکت کو لازم ہے ہونا ایک شے کا بعد دوسرے کے کیونکہ معنی حرکت کے یہ ہیں کہ جو شے موجود ہو بعض حیثیت سے اور معدوم ہو بعض دوسری حیثیت سے اسکا خارج ہونا قوت سے طرف فعل کے بیچکا مثلاً عدم سے وجود میں آنا و بالعکس اور سکون پہی شے وجودی ہے نہ عدمی یعنی استقرار شے موجود کا زمان حرکت میں یا ہونا جسم کا ایک چیز اور جگہ میں بعد ہونے اس کے اسی جگہ میں پس حرکت و سکون آپس میں ضد ہیں ایک دوسرے کی -

پس جو اجسام کہ ثابت و برقرار ہوں اپنی اپنی حالتوں پر تو سکون حفظ و نگاہ داری کرتا ہے ان اجسام ثابتہ کی نسبتوں کو پس سکون کو بھی لازم ہے ہونا ایک کا بعد دوسرے کے یعنی حرکت کے اول بھی ایک شے ہوگی اور سکون کے اول بھی ایک شے ہوگی اور اول حرکت غیر حرکت اور اول سکون غیر سکون ہے تو معلوم ہوا کہ حرکت مسبوق بالغیر ہوتی ہے علیٰ ہذا القیاس سکون ہی مسبوق بالغیر ہے وہ حادث ہے جیسا کہ ثابت ہوا پس حرکت و سکون حادث ہے نہ قدیم اور کوئی جسم حرکت یا سکون سے خالی نہیں جو حرکت و سکون سے خالی ہو وہ جسم نہیں ہے جسم کو باعتبار مکان جسم کی دو حالتیں ہونی ضرور ہیں جیسا کہ اجتماع و افتراق عوارض جسم سے ہے باعتبار انضمام اجسام کے اور یہ سب بدیہیات سے ہیں اور جسکے عرض لازم حادث ہو وہ حادث ہی نہیں ہو سکتا کہ ملزوم قدیم اور لازم غیر متغایک حادث ہو پس کل اجسام حادث ہیں۔ اور جو حادث ہوگا یعنی مسبوق بالغیر ہوگا یعنی اوس کی ابتدا کا کوئی زمانہ ہو تو وہ واجب الوجود بالذات ہوگا بلکہ اپنے وجود میں محتاج غیر کا ہوگا پس جمیع اجسام عالم اپنے وجود میں محتاج غیر کے اور مخلوق سوا خدا کے ہونگے اور یہی مطلب ہے۔

مگر اس دلیل سے اتنا ثابت ہوا کہ عالم جہانہا ممکن الوجود بالذات

ہے اور اس کے لئے موجود واجب الوجود بالذات ضرور جاسکتا ہے۔ مگر یہ
 نہیں ثابت ہوا کہ مجردات مثلاً نفس نامطلقہ کے لئے بھی موجود کی ضرورت
 ہے یا نہیں تو اسکو سمجھنا چاہیے کہ یہ دلیل اوں کے موافق ہے جو
 لوگ عالم کو محض جسمانی ہی جانتے ہیں اور بنا بر اوں کے بھی جو نفس
 انسانی کو جسم لطیف جانتے ہیں اور نفوس فلکیہ و نباتیہ کو محض فرضی
 جانتے ہیں اور ازمین قبیل۔ علاوہ اس کے نفس جب حال ہے محل
 بدن میں تو محل متحرک سے حال بھی متحرک بالعرض ہے اور جو متحرک ہوگا
 ذاتاً ہو یا عرضاً وہ محل تغیر ہے ولو تغیر بالعرض ہوا اور تغیر کو حدوث
 لازم ہے پس نفوس بھی حادث ہیں اور ہر حادث کے لئے محدث و موجود کی
 ضرورت ہے اور یہی مطلوب ہے *

۸۔ جو موجود ہے یا ادسکا وجود ضروری ہے یا نہیں تیسری کوئی
 صورت نہیں۔ اگر وجود ضروری نہیں ہے تو عدم بھی ادسکا ضروری
 نہ ہوگا تو ممکن و حادث و مسبوق بالغیر و مخلوق دوسرے کا ہوگا۔
 اور یہ دوسرا کہ جو خالق و سابق ہے ممکن و حادث اگر ہو اور ایسا ہی
 تیسرا اور چوتھا اور پانچواں ان الی غیر النہایتہ لامحالہ سلسلہ منقطع ہوگا
 کیونکہ جائز نہیں کہ قبل ہر حادث کے حادث ہو الی غیر النہایتہ اس لئے
 کہ حوادث ماضیہ میں زیادہ و نقصان عارض ہوتا ہے اس لئے کہ حوادث

غیر متناہیہ سے جب بقدر اعداد متناہیہ کے کم کر دین تو محال ہے کہ یہ سلسلہ کم شدہ مساوی حوادث غیر متناہیہ کے ہو کیونکہ زیادہ و نقصان ایک چیز نہیں ہے جزو مساوی کل کے نہیں ہوتا کیونکہ جب ناقص کو زائد سے مطابق کریں گے ایک سرے سے تو ناقص کا سلسلہ منقطع و منتہی ہو جائیگا اور زائد کا سلسلہ بعد اتمام سلسلہ ناقصہ علیحدہ چلے گا اور زائد کا سلسلہ جواب علیحدہ چلا ہے اس میں ہم کسی جگہ سے کاٹ سکتے ہیں اور اس میں ایسا ہی ہو گا کہ ناقص کا سلسلہ منتہی ہو گا اور زائد کا سلسلہ بھر علیحدہ چلے گا اور علی ہذا القیاس تو ثابت ہو جائیگا کہ ہر ناقص متناہی ہو گا اور جس کے اجزاء متناہیہ ہیں تو اس کا کل بھی متناہی ہو گا۔ پس غیر متناہی ہونا باطل ہوا پس سب حوادث متناہیہ ایک ہی رتبہ میں ہیں اور ہر ذات کی اپنے اپنے وجود کا موجود نہیں ہے والا موجود ہوتا حالانکہ موجود بالعدم ہے تو ضرور کوئی موجود باعث و سبب ہو گا پس جس کی طرف ایک کی احتیاج ہے ضرور دوسرے حادث کی بھی احتیاج اسی طرف ہو گی والا صحیح بلا مرجع لازم آئیگی اور ترجیح بلا مرجع نہیں ہو سکتی ہے خلاف عقل ہے اور یہی مطلب ہے جو ثابت ہوا *

۹۔ عالم میں جو موجود ہے وہ ضرور حادث ہے بسبب اسکے تغیرات بدیہیہ کے اور جو حادث ہے اس کی ابتدا ہے کیونکہ حادث کے

یہی معنی ہیں پس ہر حادث کا کوئی موجود ہوگا تو جب موجود ثابت ہوا تو مطلب ثابت ہوا اگر مطلب ثابت نہ ہو بلکہ ہر موجود محتاج کسی غیر کا ہو تو ہر حادث کیلئے موجود کا سلسلہ غیر متناہیہ ہوگا اور وہ حادث موجود ہے تو لازم آئیگا کہ موجود کے سلسلہ کا بھی وجود ہو بلکہ موجود کا سلسلہ پہلے حادث سے پایا جائیگا تب حادث موجود ہوگا اور مانی ہوئی بات ہے کہ حادث موجود ہے اور محال ہے کہ حادث پایا جائے الا بعد انقضاء کے جمیع اعداد سلسلہ حوادث موجودہ تا انیکہ ثابت اس حادث کی بھونچو اور غیر متناہیہ حادث کا انقضاء کہ سب موجود ہو لیون اس کے کوئی معنی نہیں کیونکہ سب موجود ہو لیونگے تو وہ متناہی ہو جائیگا اور فرض ہوا ہے غیر متناہی پس اجتماع التقیضین ہوا اور یہ محال ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی حادث موجود محتاج حوادث غیر متناہیہ کا نہیں ہے بلکہ محتاج ایک کا ہے جو حادث ہوا اور جب اس موجود کو حادث مانو گے تو پھر غیر متناہیہ لینا ضرور ہوگا ورنہ دوسرے کے لئے تیسرا اور تیسرے کے لئے چوتھا ہو تو ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی *

پس دوسرے سے تجاوز کرنا محال ہے ضرور ہر حادث کے لئے کوئی دوسرا موجود ہے اور اسی موجود کی طرف سب حوادث میں سے ہر حادث کی علیحدہ علیحدہ رجوع ہوگی اسی موجود کی طرف رجوع جمیع کی نہ ماننے سے

ترتیب بلا مرجع لازم آئیگی اور یہی مطلب ہے *

۱۰۔ عالم متغیر ہے اس میں شک نہیں کہ ہر موجودات عالم
چہ آسمان چہ آفتاب ماہتاب وزمین وغیرہ میں عجائب و غرائب تغیرات
ہیں کہ جسکو ہر شخص سمجھتا ہے اور جو متغیر ہے وہ حادث ہے کیونکہ متغیر
یعنی قبول کرنے والا وجود و عدم کا اپنی مثلاً قبول کرنے والا ایک حالت
موجودہ کا بعد دوسری حالت موجودہ کے ضرور ایک حالت کے سابق
دوسری حالت ہوگی یعنی سبوق بالغیر ہوگا اپنے وجود کی حالت میں
اور جو محتاج ہوگا اپنے جمیع حالات متعددہ کے وجود میں تو وہ اپنی
ذات کے وجود میں بدرجہ اولیٰ محتاج ہوگا کیونکہ وجود اعراض و صفات
و حالات فرع ہے وجود ذات کی جو فروعات میں محتاج ہوگا تو اصول
میں بدرجہ اولیٰ محتاج ہوگا والا زیادتی فرع کی اصل پر اور اعلیٰ ہونا
فرع کا اور اشرف ہونا فرع کا اصل سے لازم آئیگا اور یہ باطل ہے تو
عالم اپنی ذات کے وجود میں اور اپنے اعراض کے وجود میں بہر صورت
محتاج سوجد کا ہوگا و ہو المطلوب *

۱۱۔ نہیں ہو سکتا کہ کسی موجود کی خود ذات سوجد ہو اپنی والا
در حالت عدم وجود لازم آئیگا اور یہ اجتماع المتناقضین ہے اور محال ہے
توضر د کوئی غیر ہوگا نہیں ہو سکتا کہ وہ غیر بھی محتاج و مخلوق غیر کا ہو

والا وہ شے موجود اول بھی محتاج و مخلوق اسی غیر ثانی یعنی ثالث کی ہوگی والا ترجیح بلا مرجع لازم آئیگی کہ ثالث ثانی کو وجود میں لائے اور شے موجود اول کو وجود میں نہ لائے کیونکہ موجود اول اور غیر اول دونوں حادث ثابت ہو چکے اور ایک ہی مرتبہ میں احتیاج کے درجہ میں ثابت ہوئے اور نسبت اس کے غیر کی طرف مثل نسبت موجود اول کے ہے غیر کی طرف اور یہی مطلب ہے *

۱۲۔ عالم میں سے کسی ایک موجود کو لو تو اس کے وجود کی علت یا خود اس کی ذات ہے یا اس کا غیر ہے کیونکہ ہو سکتا ہے اور کسی عقل میں یہ امر آتا ہے کہ ایک ہی شے معلول بھی ہو اور اپنی ہی علت بھی ہو خود ہی موجود خود ہی موجود کیونکہ وجود در حالت معدومیت محال ہے تو ضرور محتاج غیر کا ہوگا پس وہ غیر جو موجود اس موجود کا ہے وہ حادث و محتاج غیر کا اور مخلوق غیر کا ہوگا اگر غیر کا مخلوق ہوگا تو موجود اول ہی کے مرتبہ کا اور اسی کے ہم صفات ہوگا پس ترجیح بلا مرجع لازم آئیگی کہ موجود اول محتاج ہو موجود ثانی کا اور موجود ثانی محتاج نہ ہو موجود اول کا در حالیکہ دونوں ایک رتبہ حدوث و امکان و مخلوقیت میں ہوں۔

پس عالم کے جس موجود کو لو وہ محتاج غیر کا ہوگا اور وہ غیر

کسی کا محتاج و مخلوق نہ ہو گا تو حادث نہ ہو گا قدیم ہو گا ممکن نہ ہو گا واجب
 ہو گا مخلوق نہ ہو گا خالق ہو گا پس سب موجودات عالم کے مخالف
 ہو گا ذات و صفات میں اگر مخالف نہ ہو تو مثل موجودات عالم ممکن
 و حادث و مخلوق ہو گا جیسا کہ ابھی اس تقریر میں مانی ہوئی بات ہے پس وہ غیر
 بصر ممکن و حادث و مخلوق ہو گا اور کسی ایک کا بھی خالق و موجود و علت نہ
 ہو سکتا اس لئے کہ ابھی اسی تقریر میں گذرا ہے کہ در حالت مخلوقیت خالق
 نہیں ہو سکتا بسبب ترجیح بلا مرجع کے۔ اور حالانکہ ثابت ہو چکا اور یہ بات
 مانی جا چکی ہے کہ وہ غیر جو ہے وہ خالق و قدیم و واجب ہے اس ایک موجود
 مفروض کا پس وہ غیر جو ہے مخالف ہے جمیع موجودات عالم کا والا در
 صورت اتفاق و اتحاد یا نشاء۔ لازم آئیگا کہ جمیع موجودات عالم خالق ہوں
 اس ایک موجود و مفروض کا اور مانا جا چکا ہے کہ صرف ایک ہے خالق و
 موجود ہے اس ایک مفروض موجود کا۔ پس جب ایک موجود کا کوئی غیر
 موجود ہو تو جمیع موجودات عالم کے مخالف ہو گا حدوث و اسکان میں پس
 یہ غیر واجب بالذات ہو گا۔ اور جب واجب بالذات کا وجود ثابت ہو چکا
 اس ایک موجود و مفروض کے لئے اور دیگر موجودات عالم جو ہم صفات
 و ہم رتبہ ہیں اس ایک موجود و مفروض کے تو وہ غیر سب موجودات عالم
 کا موجود ہو گا والا ترجیح بلا مرجع لازم آئیگی اور یہ خلاف عقل ہے پس

ایک کا موجد موثر و خالق و علت واجب الوجود ہے تو سب موجودات عالم کا ہوگا اور یہی مطلب ہے *

۱۳۔ عالم کے سب موجودات میں سے جب کسی ایک موجود کو اختیار کر دے تو ہم پر چھینکے کہ اسکا موجد خود البتہ نہیں ہو سکتا و الا تو شے علیٰ نفسہ اور توقف شے علیٰ نفسہ اور اجتماع وجود و عدم ایک شے میں بیک حالت اور اجتماع التقيضین لازم آئیگا تو ضرور اسکا موجد غیر ہوگا وہ غیر انہیں موجودات عالم سے نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ابھی مانا جا چکا کہ جس موجود عالم کو لو وہ غیر کا مخلوق ہوگا۔ پس سب کی ایک ہی حالت اور سب کا ایک ہی مرتبہ مساواة کا ہوگا۔ پس اگر انہیں میں سے کوئی خالق ہو کسی ایک کا انہیں میں سے یعنی متساوین سے ایک خالق ہو ایک مخلوق تو متساویان متساویان نہ رہے حالانکہ ہر ایک موجودات کا یہ حال ہے کہ محتاج ہے غیر کا پس سب محتاج بغیر ہونگے اور وہ غیر خفا ہوگا سب کا اس احتیاج میں یعنی غیر عالم واجب الوجود بالذات ہوگا اور یہی مطلب ہے *

۱۴۔ سب تغیرات بے غایات و بے حساب کے کہ جموئاً سب موجودات میں پائے جاتے ہیں ثابت ہوا کہ ہر ایک موجود خواہ آبا سے علویہ سے ہو یعنی فلیکیات سے یا مہات سفلیہ سے ہو یعنی عنصریات سے

یا مولید ثلثہ سے ہو یعنی معدنیات و نباتات و حیوانات سے اپنے اقتضا کے طبع سے موجود نہیں ہے والا محالات لازم آئیں گے یعنی توقف شے علی نفسہ و تقدم شے علی نفسہ و اجتماع و تقيض اور وجود و عدم کا اجتماع بحالت واحدہ شے واحد میں جیسا کہ مکرراً بیان ہو چکا پس موجود غیر کی وجہ سے ہوگا تو ممکن و حادث ہوگا کیونکہ اقتضائے طبیعت کی رو سے وجود و عدم مساوی ہے نہ وجود کو ترجیح ہے نہ عدم کو جب تک کہ غیر محرک و باعث و علت نہ ہو تو ضروری الوجود اپنی ذات کی رو سے نہوا پس غیر اسکا موجود ہوگا نہیں ہو سکتا کہ غیر ہی موجود نہوا اور خود بھی موجود نہوا اور موجود ہے تو مجموع سلسلہ موجودات بھی محتاج غیر کا ہوگا اور ممکن و حادث ہوگا ضروری الوجود بالذات ہوگا کیونکہ بسبب احتیاج جزو کے احتیاج کل کی مسلم ہے علی الخصوص جب کہ ہر ایک جزو محتاج غیر ہو تو کل محتاج غیر کا ہوگا وہ غیر جو ہے وہ موجود و خالق اور غیر اس مجموع سلسلہ آحاد موجودات کا ہوگا۔ اور یہ فطری القیاس ہے یعنی علم اسکا بدیہی و ضروری ہے اس لئے کہ تین صورتوں سے خالی نہیں پایہ کہ یہ موجود مجموع موجودات عین مجموع موجودات ہے یا جزو مجموع موجودات کا ہے یا غیر ہے عین و جزو ہونا باطل ہے پس غیر ہونا ثابت ہوا اور عین و جزو ہونا اس سبب سے باطل ہے کہ اگر عین مجموع موجودات ہو تو

لازم آئیگا کہ اپنا آپ خالق ہو تو محالات مذکورہ لازم آئیں گے اور اگر جزو ہو
مجموع موجودات کا تو اس سلسلہ موجودات عالم میں سے کوئی موجود موجود
مجموع کا ہوگا اور منجملہ مجموع خود بھی ہے تو اپنا آپ موجود ہوگا اور اسمین
محالات مذکورہ لازم آئیں گے تو ظہور اپنے کو چھوڑ کے اور باقی مجموع موجودات کا
موجود ہوگا یعنی کل مجموع موجودات کا موجود ہوگا بلکہ بعض کا موجود ہوگا
اور فرض ہو چکا اور مانی ہوئی بات ہے کہ موجود مجموع کا ہے اور ذیل کی تقریر
میں اسکے خلاف ثابت ہوا کہ موجود بعض مجموع کا ہے ہذا خلف - پس مجموع
موجودات کا غیر و خارج از جملہ موجودات عالم موجود مجموع کا ہوگا اور یہی
مطلوب ہے - اور نہیں ہو سکتا کہ مجموع سلسلہ مذکورہ میں ایک دوسرے
کی علت ہو تا انیکہ اپنے نفس کی بھی علت ہو اور محالات لازم آئیں اور
اور ترجیح بے مرجع بھی لازم آئے اور نہ مجموع مجموع کی علت ہے کہ چونکہ مجموع
میں خود بھی داخل ہے اپنی علت ہو جائے گی اور محالات لازم آئیں گے -

۱۵ - عالم اور وجود عالم کو - ہر شخص جانتا ہے تو عالم یا قدیم
ہے یا حادث اگر قدیم ہے تو وہ موجود میں محتاج غیر کا ہے یا نہیں اگر اپنے
وجود میں محتاج غیر کا نہیں ہے تو یا اپنا محتاج ہے یا نہیں اگر اپنا بھی
محتاج نہیں ہے وہ ہمیشہ سے ہے تو یہی معنی واجب الوجود کے من تو عالم واجب
الوجود ہے تو جابہیے کہ کل عالم اور عالم کا ہر جزو واجب الوجود ہو اگر

ایک جزو بھی واجب الوجود نہ ہوگا تو لازم آئیگا کہ کل بھی واجب الوجود نہ ہو کیونکہ
 جزو مقدم کل پر ہوتا ہے اور کل محتاج جزو کا ہے کل فرع ہے جزو کی کیونکہ
 اجزاء کے اجتماع سے کل موجود ہوتا ہے اور اصل جب واجب الوجود نہیں ہے
 تو فرع بھی واجب الوجود نہ ہوگی اور جب ہر ہر جزو ادسکا واجب الوجود ہے
 اور سب واجب الوجود کے اجتماع سے عالم حاصل ہوا تو اس سے معلوم
 ہوا کہ قبل اجتماع اجزاء کل نہ تھا مگر بعد اجتماع اجزاء تو کل کے وجود سے پیشتر
 عدم مفروض ہوا تو حادث ہونا ثابت ہوا۔ علاوہ اس کے اجزاء عالم کا ذاتی
 الوجود ہونا بھی غلط اور بدیہی البطلان ہے اس لئے کہ سب لوگ صراحتہ جانتے
 ہیں حوادث یومی و حوادث زمانی کو کہ بعد عدم کے وجود میں آتا ہے اور
 بعض اجزاء عالم کا وجود چونکہ بہت پیشتر سے ہے تو اسکے وجود سے پیشتر
 عدم اگرچہ میری موجودیت میں نہ تھا مگر چونکہ ان اجزاء میں بھی انواع
 و اقسام کے تغیرات ہم دیکھتے ہیں اگر وہ تغیرات ان کی اپنی اپنی ذاتوں
 ہوتے ہیں بے احتیاج غیر کے تو ان تغیرات کا فاعل اگر خود اس کی ذات
 ہے تو یا بے ارادہ و شعور اس وجہ کے ہے یا بارادہ و قصد اگر بغیر
 ارادہ و قصد کے اس کی ذات فاعل تغیرات ہے تو جانتے کہ کہی وہ
 تغیرات وجود میں آئیں اور کہی وہ تغیرات نہ پائے جائیں یہ تغیرات
 دایمی نہ ہونگے اور ایک ہی نظم پر بھی نہ ہوں گے کیونکہ یہ افعال اتفاقی

ہوں گے علاوہ اس کے چاہیے کہ ہر جزو عالم میں محض اونکی ذات سے
تغیرات ہوں بغیر ارادہ و شعور کے والا ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی جب
بے ارادہ و شعور و قصد کے تغیرات اجزاء عالم میں صادر ہوں تو سب
اجزاء اس صفت میں شریک ہوں گے والا بے وجہ تخصیص بعض اجزاء
لغو ہوں گے تو ضرور با ارادہ و قصد فاعل پائے جائیگے پس یہ قصد
اوسکا با اختیار ہے یا با اضطرار اگر با اضطرار ہے تو معلوم ہوا کہ اوس کی
ذات مجبور غیر کی وجہ سے ہے نہو المطلوب اور اگر با اختیار ہے تو چاہئے
کہ اوسکی ذات کو اختیار تغیرات و عدم تغیرات دونوں کا ہو والا مجبور
غیر سے ہو گا تو لازم آیا کہ یہ تغیرات پہلے نہ تھے یا بعد نہ ہونگے یا کہی ہوں
کہی نہ ہوں تو یہ تغیرات قدیم نہ ہوں گے حادث ہونگے اور جو ذات کہ اپنے تغیرات کا
محل ہو اور خود اوسکی ذات مقتضی ہو ان تغیرات کا اپنے لئے اور ذات
فرض ہو چکی ہے کہ قدیم ہے تو یہ حوادث بھی قدیم ہونگے حالانکہ ابھی ثابت
ہو چکا کہ قدیم نہیں ہیں ہذا خلعت علاوہ اس کے حوادث قدیم ہوں یا
نہوں محل حوادث قدیم نہیں ہو سکتا والا حال یعنی خود حوادث بھی قدیم
ہوں گے اور یہ باطل ہے اور جب بعض اجزاء عالم اپنے تغیرات کے خود
مقتضی نہیں بلکہ غیر کی وجہ سے متغیر ہیں تو یہ اجزاء عالم بھی حادث ہونگے
پس ثابت ہوا کہ عالم قدیم نہیں ہے حالانکہ مانا جا چکا ہے کہ قدیم ہے ہذا خلعت

اور یہ کہ عالم قدیم ہو اور اپنا محتاج ہو خود ہی علت ہو خود ہی معلول تو دور
 لازم آئیگا اور دور کا محال ہونا ثابت ہو چکا تو ضرور عالم محتاج غیر کا ہوگا
 اور جو محتاج غیر کا ہے وہ ممکن الوجود ہے اور ممکن الوجود حادث ہے نہ قدیم
 اور ماضی ہوئی بات ہے کہ عالم قدیم ہے نہ خلف اور قباحتین لازم آتی ہیں
 عالم کو قدیم ماننے سے پس عالم کا قدیم ہونا باطل ہے تو ضرور حادث نو پیدا
 اور محتاج غیر کا اور مسبوق العدم ہے اور ہر حادث کے لئے محدث ضرور ہے
 تو تمام عالم کے لئے کوئی خالق غیر عالم ضرور ثابت ہوا اس غیر عالم کے خالق
 ہونے کو نہ ماننے سے جو قباحتین ابھی گزیرین لازم آتی ہیں اور اس
 خالق عالم کو محتاج اپنا یا غیر کا ماننے سے دور یا تسلسل لازم آتا ہے اور
 وہ بھی محال ہے تو طرفین کے منع سے ضرور وثابت و لازم ہوا کہ غیر عالم
 جو ابھی قرار پایا وہی خالق ہے وہی المطلوب۔

۱۶۔ کسی موجود کا - وجود ضروری ہے یا نہیں اگر کسی کا
 وجود ضروری نہیں ہے تو ہر موجود کے لئے عدم بھی ماننا ہوگا تا وجہ
 غیر ضروری ثابت ہو اور جب موجود ہے تو عدم بھی غیر ضروری ہوگا تو
 اس میں وجود کی صلاحیت ہے والا موجود ہوگا اور اس میں عدم کی بھی
 صلاحیت پائی جاتی ہے والا معدوم ہوگا اور جب دونوں طرح کی صلاحیت
 اور قابلیت ہے تو دونوں قابلیتیں مساوی ہونگی اگر گھٹ برہ ہونگی

تو در صورت ترجیح و تفضیل وجود کے معدوم ہونا اسکا تفضیل مفضول لازم
 آئیگی اور یہ باطل ہے اور ایسا ہی در صورت ترجیح عدم کے موجود ہونا
 باطل ہے۔ اور جب دونوں قابلیتیں اور دونوں طرح کی استعدادیں ہوں
 مین برابر ہیں کسی طرح سے ایک کو دوسرے پر رجحان نہیں تو پھر وجود کو ترجیح
 دینے والا اور یا عدم کو ترجیح دینے والا خود ہی اپنے لئے نہیں ہو سکتا ہے
 کیونکہ اسکی طبیعت کی نسبت دونوں کی طرف برابر ہے صلاحیت اور قابلیت
 یکساں ہے والا ترجیح بالامرج لازم آئیگی تو ترجیح دینے والی شے اور وجود مین
 لانے والی چیز کوئی دوسری ہوگی اگر یہ دوسری شے ضروری الوجود ہے
 تو ثابت ہوا کہ کوئی موجود ضروری بھی ہوتا ہے اور یہی مطلب ہے۔ اور
 دوسرا اپنے وجود مین محتاج غیر کا ہونگا والا جو اپنے ہی وجود مین محتاج غیر کا
 ہوگا تو دوسرے کے وجود مین اور دوسرے کو موجود کرنے مین بدرجہ اولیٰ
 محتاج غیر کا ہوگا اور ثابت ہوا کہ دوسرے کا وجود یا عدم اسی سے ہے پس یہ
 محتاج غیر کا ہونگا اور یہی ثابت کرنا تھا۔

۱۷۔ اور ان تقریروں مین۔ جہاں کہیں دو یعنی تقدم شے
 علیٰ نفسہ اور توقف شے علیٰ نفسہ اور اجتماع التفضیلین اور عدم در حالت
 وجود وجود در حالت عدم لازم آیا ہے وہ ایجا د شے نفسہ مین ہے یعنی
 اپنے کو آپ ہی پیدا کرے پس یہی شبہ واجب الوجود بالذات مین بھی ہوتا ہے

کہ اوس نے اپنے کو کیونکر پیدا کیا۔ تو اسکا جواب یہ ہے کہ جس علت میں
 وجود زاید بذات ہے عارض ذات ہے اور صفت زائدہ بذات ہے
 وہاں اس دور کی تقریر جاری ہوگی یعنی حوادثات و کمکات میں نہ جب
 الوجود بالذات میں اس لئے کہ واجب الوجود بالذات کا وجود عین ذات
 واجب الوجود ہے یعنی جو واجب الوجود ذاتاً ثابت ہوگا اوسکے معنی یہ ہیں
 کہ وجود عین ذات ہے اگر عارض ہوگا اور غیر ذات ہوگا تو وہ وجود یعنی
 عارض محتاج ہوگا موجود یعنی معروض کا کیونکہ حال محتاج محل ہوتا ہے
 بے وجود محل وجود حال کا نہیں ہو سکتا پس وجود اوسکا ممکن ہوگا بسبب
 احتیاج بغیر کے تو محتاج بغیر مستند علت کی طرف ہوگا اس وجود کے لئے
 کوئی علت ہوگی اور علت مؤخرہ اگر ذات واجب الوجود کی ہوگی لازم
 آئے گا کہ ذات واجب الوجود بالذات قبل اپنے وجود کے پائی جائے کیونکہ
 علت موجودہ شے کے وجوداً مقدم معلول پر ہوگی پس شے موجود
 ہوگی قبل اپنے وجود کے اور یہ محال ہے جیسا کہ مکرر اگذا اور معدوم کی
 تاثیر موجود میں لازم آئیگی اور یہ بھی محال ہے تو ضرور غیر واجب الوجود
 بالذات علت ہوگی واجب الوجود بالذات کے وجود کی تو وجہ جب الوجود
 محتاج غیر کا ہوگا اپنے وجود میں تو واجب الوجود بالذات ممکن الوجود
 بالذات ہو جائیگا اور کلام ہے واجب الوجود بالذات میں نہ خلف

اور جسکو واجب الوجود بالذات ہونا ثابت کر چکے وہ محال ہے کہ ممکن بالذات
 ہو تو جو واجب الوجود از روئے اپنے ذات کے ہو گا وہ ضرور محتاج
 کسی کا ہو گا اور وجود اسکا اسکی ذات کا عین ہو گا اور یہی مطلب
 ہے اور مثل وجود کے واجب تعالیٰ کے لیے وجوب اور تعین یعنی
 مشخص ہونا عین ذات ہے۔ اگر وجوب وجود عین ذات واجب تعالیٰ
 نہ تو یا جزو ذات واجب تعالیٰ ہو یا خارج مگر عارض ذات واجب ہوگی
 کیونکہ وجوب وجود صفت ہے نہیں ہو سکتا کہ جزو ذات ہو والا ذات
 باری تعالیٰ مرکب ہوگی اور مرکب بسبب احتیاج باجزاء ممکن ہے تو ذات
 واجب ممکن ہوگی اور یہ محال ہے تو ضرور عارض ذات واجب ہو گا اور
 عارض محتاج معروض کا ہے تو یہ عارض ممکن ہو گا اس کے لئے کوئی سوتلہ
 ہوگی اور چونکہ یہ عارض وجوب وجود ہے کیونکہ اس کے لیے غیر علت
 ہوگی تو وجوب وجود علت ہوگی وجوب وجود کی یعنی اپنے لئے آپ ہی
 علت تو توقع شے علیٰ نفس لازم آئیگا یعنی وجوب وجود نہیں پایا جائیگا
 جب تک یہی وجوب وجود نہ پایا جائے اور یہ اجتماع التقيضین بھی ہے
 اسکو تقدم شے علیٰ نفس بھی کہنے کے کیونکہ علت مقدم ہوتی ہے معلول پر
 اور یہاں خود ہی علت خود ہی معلول ہے اور یہ بالبداهت باطل ہے تو
 ثابت ہوا کہ وجوب وجود باری تعالیٰ عین ذات باری تعالیٰ ہے اور تعین

و تشخصات واجب تعالیٰ کے عین ذات واجب تعالیٰ کے ہیں اگر عین
 نہ ہوں تو یا جزو ہوں گے یا عارض اگر جزو ہوں تو واجب الوجود ^{ہیگا} بے شرط
 مرکب ہو جائیگا اور مرکب ہوگا تو واجب نہ ہیگا ممکن ہو جائیگا کیونکہ
 مرکب محتاج اجزا کا ہوتا ہے اور اگر عارض ہوں زاید اور غیر واجب
 تعالیٰ سے تو محتاج معرض کا ہوگا اور ممکن ہوگا تو اسکے لئے علت
 چاہئے اور اسکی علت ذات واجب الوجود کی نہیں ہو سکتی کیونکہ واجب
 تعالیٰ ابھی متعین و مشخص نہیں ہوا کیونکہ اسکے تعین و مشخص میں
 تو ابھی گفتگو ہے اور علت کو پہلے معلول سے متعین و مشخص ہونا
 چاہئے تو چاہئے کہ خود تعین و مشخص علت اپنی ہو اور اس
 میں تقدم شے علی نفسہ وغیرہ لازم آئیگا پس تعینات و تشخصات ^{بارتھا} باقی
 حادث ہونگے واللہ پہلے سے ذات واجب تعالیٰ عین و مشخص نہو گی
 اور نہ علیحدہ قدیم ہونگے والا کئی قدیم موجود ہوں گے حالانکہ قدیم
 ایک ہے یعنی خدا و بس جیسا کہ آئیگا اور نہ عارض ذات واجب تعالیٰ
 اور نہ جزو ذات واجب تعالیٰ ہوں گے بلکہ جملہ تعینات و تشخصات
 بارتھا لے عین ذات واجب تعالیٰ ہیں۔ اگر کوئی کہے کہ وجود عارض
 ہوتا ہے موجود کو اگر وجود عین ذات واجب الوجود ہو تو عارض عین
 معرض ہوگا حالانکہ عارض محتاج معرض ہوتا ہے حال و محل ایک

نہیں ہوتا بلکہ ان میں نیست کہ عارض لازم ہو گا معروض واجب الوجود
 کو عین نہیں ہو سکتا تو کہو ہنگام کہ جب عارض حقیقتہ عارض ہو اور معروض
 معروض ہو تو دونوں میں فرق ضرور ہے اور عارض و معروض کا اطلاق
 وہاں کیا جاتا ہے چنان کوئی شے علت ہو عارض و معروض دونوں کے
 لئے کیونکہ معروض علت نہیں ہو سکتا عارض کے لئے والا عین العللیت تجرد
 و علیحدگی عارض کی معروض سے لازم آئیگی علی الخصوص عارض لازم کی علت
 معروض نہیں ہو سکتی والا جبر علیہ انفساک لازم و ملزوم میں لازم
 آئیگا تو غیر معروض علت ہو گا عارض و معروض دونوں کے لئے جیسا کہ جمع
 ممکنات میں عارض و معروض کے لئے دونوں کا غیر علت ہے تو وجود عارض
 موجود ممکن کو ہو گا اور وجود زائد موجود پر ہو گا اور واجب الوجود جب
 علت ہے کل موجودات کے لئے تو وجود واجب تعالیٰ کے لئے بھی خود
 واجب تعالیٰ چاہئے کہ علت ہو غیر ذات واجب علت نہیں ہو سکتا کیونکہ
 ثابت ہو چکا کہ سبکی علت ذات واجب تعالیٰ ہے تو چاہئے کہ اس اپنے
 وجود کی علت بھی خود ہی ہو نہ غیر و علت کو پہلے سے موجود ہونا چاہیے
 اگر پہلے معلول سے علت موجود نہ ہو تو محال ہے کہ معلول پایا جائے کیونکہ
 وجود علت واجب ہے تا اوستے وجود سے معلول کا وجود ضرور ہو
 اور یہاں پر علت کا وجود واجب بغیرہ نہیں ہے تا واجب الوجود ممکن ہو

ہو جائے اور یہ محال ہے تو اس علت کا وجود واجب بذاتہ ہو گا تو یہاں
 وجود واجب بالذات کے لئے ایک دوسرا وجود واجب بالذات کا ثابت ہونا
 تو کلام اس دوسرے وجود میں ہو گا کہ یہ وجود اگر واجب بالذات کو عارض
 ہے اور غیر اس کا ہے تو اس دوسرے وجود کے لئے کوئی علت ہے کوئی
 دوسری چیز علت نہیں ہو سکتی سوائے ذات واجب الوجود کے تو واجب
 بالذات کو پہلے سے وجود کے موجود ہونا چاہئے کیونکہ واجب ہے وجود
 قبل از وجود معلول کے تو اس تیسرے وجود علت میں گفتگو ہو گئی اور اس
 تیسرے وجود کے لئے بھی کوئی علت نہیں بخیر ذات واجب الوجود کے ذات
 واجب الوجود کو پہلے سے پایا جانا چاہئے تو اس چوتھے وجود واجب الوجود
 بالذات میں گفتگو ہو گی یہاں تک کہ وجودات غیر متناسیہ کا اجتماع ہو جائے
 اور یہ محال ہے کیونکہ تسلسل لازم آتا ہے تو ضرور وجود زائد عارض ذات
 واجب الوجود کے لئے نہیں ہو سکتا تو اس سے ثابت ہوا کہ ممکنات میں موجود
 عارض ہوتا ہے اور زاید ذات موجود پر اور واجب الوجود بالذات میں
 ضرور عین ذات موجود ہو گا والا کوئی واجب الوجود بالذات ثابت ہو گا
 اور واجب الوجود بالذات ثابت و سر میں ہے تو وجود واجب الوجود
 ذات واجب الوجود ہو گا یعنی ذات واجب الوجود وہی اس کا وجود محض
 ہے نہ اور کوئی چیز سمجھا اس لئے ذات واجب الوجود میں ہو جو کہ

یعنی موجود یعنی صاحب وجود ہے یعنی صاحب وجود ہے یعنی حل
 اشتقاقی نہیں بلکہ حل اولیٰ ہے پس ہو جو د کے معنی ہو اللہ بھی کہہ سکتے
 ہیں بسبب عینیت ذات و وجود کے ہاں جو صفات کہ عین ذات واجب
 نہیں ہیں اور عین ایسا حل صحیح ہوگا بلکہ حل اشتقاقی ہوگا اور ممکنات میں
 بھی حل اشتقاقی ہے یعنی صاحب وجود ہے اس سے معلوم ہوا کہ وجود
 ساتھ ہی شے موجود کہ ہے۔ اور اس محل میں عینیت وجود واجب الوجود
 کو زیادہ طول دینا مناسب معلوم نہیں ہو تو لا الہ الا رسالہ مختصرہ ظاہرۃ
 البیان مطول و مشکل ہو جائیگا اور محض اردو خوانان کے لئے بنا اس
 رسالہ کی ہوئی ہے۔ اگر کوئی کہے کہ وجوب و امکان و امتناع کو منطقیین
 تفصیل کے موجدات میں کیفیات سے بہتر میں کیس کیفیت عین ذات نہیں
 ہو سکتی تو کیونکہ وجوب کو عین ذات واجب الوجود کہنا صحیح ہوگا تو کہوں گا
 کہ وجوب کا عین ذات واجب تعالیٰ کا ہونا بدلائل عقلیہ ثابت ہے
 اور اس رسالہ میں بھی ثابت کیا گیا عینیت میں وجوب کی شک نہیں ہا
 پھر وہ جو خلاف آرائے منطقیین کے لازم آتا ہے کہ وجوب کو کیفیت کہتے
 ہیں اور کیفیت عین ذات نہیں ہوتی وجہ میں اسکی بہت سی ہیں مگر وقت
 کرنی اس رسالہ میں نہیں چاہتا ہوں صرف اتنا سمجھنا چاہئے کہ جس وجوب کو
 منطقیین کیفیت جانتے ہیں اس وجوب کو ہم عین واجب الوجود نہیں

کہتے ہیں بلکہ عین ذات واجب الوجود جو واجب ہے وہ اور ہے اور جو واجب
کیفیت ہے وہ اور ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے ہو واجب الوجود بالضرورت یہاں
ربط وجوب بذات تعالیٰ ضروری اور واجب ہے یہ وجوب اور ضرورت
نسبت سے متعلق ہے نہ ذات موضوع سے یا کھا جاتا ہے ہو موجود
بالضرورت یعنی ربط وجود کا ذات واجب تعالیٰ سے ضروری اور واجب
ہے تو وجوب و ضرورت نسبت سے علائقہ رکھتا ہے نہ خود ذات موضوع
سے اور جو واجب کہ عین ذات موضوع ہے وہ قضیہ موجبہ میں جہتہ کیفیت
میں ہے یا جیسے ممکنات میں کہا جاتا ہے یہ شے موجود ہے بالضرورت تو
موجود اور شے میں جو نسبت ہے وہ نسبت ضروری ہے یعنی واجب ہے
وجوب جہتہ نسبت ہے اور کیفیت نسبت کی ہے نہ کیفیت خود ذات موضوع
کی یعنی شے کی۔ اگر جو واجب کہ عین ذات واجب الوجود ہے اسکو کیفیت
کہیں اور جہتہ نسبت کی قرار دین تو قضیہ ہو ہو بالضرورت جس جگہ مساواة
دو ممکن میں ہو غلط ہو جائے اس لئے کہ معنی ہو ہو بالضرورت کے ہو واجب
ہو جائیگا حالانکہ مطلب اس سے یہ ہے کہ ضروریہ وہ ہے نہ یہ کہ واجب
ہے

خلاصہ یہ کہ نسبت کا ضروری ہونا اور چیز ہے اور موضوع کا ضروری ہونا
اور شے ہے خصوصاً موضوع اور ضروری کا ایک ہونا اور شے ہی ہو واجب

وجوباً کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وجوباً عین موضوع ہے بلکہ وجوباً صفت جو نسبت کی ہے اور جو عین موضوع ہے وہ وجوب ہے جو محمول سے پیدا ہوتا ہے بلکہ یہ معنی ہی ہو وجوب وجوباً یعنی ضرورہ وجوب ہے یہاں پر ضرورہ وجوب ایک حیثیت سے نہیں ہے جو کیفیت وجہ و صفت نسبت کی ہے وہ البتہ عین موضوع نہیں ہے اور جو عین ہے وہ صفت اور وجہ نسبت کی نہیں ہے و پس۔ اور آئندہ اس کے صفات کے بیان سے بھی معلوم ہو سکتا ہے *

۱۸۔ شخص یا موجود کو موجود جاتا ہے یا نہیں صورت ثانیہ وہ شخص جنہوں نے جیسا کہ مذکور ہوا اور صورت اولے میں موجود کا موجود خود اسی موجود کو نہیں جان سکتا ہے کیونکہ وجود درمالت عدم اور عدم درمالت وجود کو عقل قبول نہیں کرتی تو ضرور موجود کے غیر کو موجود جانے لگا اور موجود کا موجود کا موجودیے انتہا ہی نہیں ہو سکتا ہے کہ امور غیر متناہیہ کے اجتماع کو عقل محال جانتی ہے پس عقل کی رو سے چارہ نہیں ہے کہ جنوں اور دور اور تسلسل سے عقل کو بچا کے کسی موجود عین کو موجود موجود و قرار دے و ہو المطلوب *

ادرجہ عالم کے لئے علت تامہ موثرہ فی الوجود ثابت ہوا تو اس کے بعد اسکا یقین بدیہی ہے کہ واجب الوجود بالذات ہمیشہ سے ہے ازل و

قدیم ہے اور ہمیشہ رہیگا باقی ابدی ہے اسکا بیان تفصیلاً واجب الوجود کے صفات کے بیان میں آئیگا مگر ہر ایک کی تفصیل کے لکھنے ہی اس مختصر رسالہ میں ضرورت نہیں ہے *

باب دوم

واجب الوجود بالذات کی وحدانیت میں

۱۔ اثبات واجب الوجود کی تقریرون میں بعضی ایسی تقریر ہے کہ اس سے کسی ایک موجود کے لئے علت موجود ضرور ثابت ہوا ہے پس جب ایک موجود ممکن حادث کے لئے علت تامہ موجودہ موثرہ کافی دوائی ہے تو دوسرے موجودات جو محتاج ہیں کسی علت کیطرت تو ایسی صورت میں دوسری علت غیر اس علت کی ثابت نہیں ہو سکتی ہے کیونکہ علت تامہ ہے بلکہ دوسری علت اگر ہو ہی تو اسکو اس علت تامہ موثرہ برکیطرح سے ترجیح نہیں اور ترجیح بلا مرجع محال ہے علی الخصوص اس صورت میں کہ جب ایک علت موثرہ کے ایک موجود کو یا ایک سلسلہ موجودات کو وجود میں لانے کے لئے کافی ہو تو ترجیح اس علت تامہ کو ہونی پس تفصیل مفضول کی فاضل پر لازم آئے گی اور تفصیل مفضول کی فاضل پر غلات عقل و باطل ہے پس معلوم ہوا کہ جب ایک علت موجودہ موثرہ یعنی واجب الوجود

ثابت ہوا تو بھی ایک ہی سب کی علت ہوگی۔ حتیٰ افعال عباد میں بھی قوۃ موثرہ کی علت ہے وہی مطلوب *

۲۔ جب۔ ثابت ہو چکا کہ کسی ایک موجود کے لئے ایک علت تامہ موثرہ واجب الوجود بالذات ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا کہ سب موجودات عالم کی علتِ جِ اسی علت تامہ موثرہ کی طرف سے پس اس واجب الوجود کے سوا جو موجود ہے وہ ممکن الوجود بالذات ہو گا کیونکہ واجب اور ممکن کے درمیان کوئی تیسری چیز نہیں ہے اور جب ممکن ہے تو حادث بھی ہے اپنے وجود میں محتاج اسی علت تامہ موثرہ کا ہو گا پس سوائے اس علت تامہ کے دوسری کوئی علت اگر ہو تو وہ عالم و ممکنات میں داخل ہو گا نہ یہ کہ واجب الوجود ہو اور ایک کوئی دوسرا ہو اور جب دو ہو سکا تو دوسے زیادہ کا وجود بدرجہ اولیٰ باطل ہے۔ پس ایک کے سوا اور کوئی خدا نہیں ہے *

۳۔ اگر ہم فرض کریں کہ دو خدا ہیں یعنی دو واجب الوجود بالذات ہیں تو یہ دونوں ذاتیں شریک ہو گئی وجود بالذات کے وجوب میں دونوں کی ماہیتیں یکساں ہو گئی اور وجوب دونوں کی ذات کا عین ہے تو از روئے صفت جو یہی دونوں میں فرق نہیں فرق ان دونوں اسباب الوجود میں از روئے ذات و ماہیت کے ہو گا مگر ہاں حواض و تشخصات و تعینات یعنی صفات کی رو سے دونوں میں فرق رہیگا یعنی اشتراک از روئے

ذات کے ہوگا اور امتیاز از روئے صفات کے ہوگی یعنی اشتراک حیثیت سے اور امتیاز از حیثیت سے نہیں ہو سکتا کہ دونوں میں امتیاز و فرق دونوں کی ذات کے رو سے ہو اس لئے کہ دونوں کی ذات واجب الوجود بالذات فرض کی جا چکی ہے اگر بالفرض اگر ایک کی ذات واجب الوجود بالذات اور دوسرے کی ذات ایسی نہو یعنی واجب الوجود بالذات نہو یعنی واجب الوجود بالذات ہو تو عین مقصود سیرا ہے کہ واجب الوجود بالذات ایک ہی ہے مگر فرض ہو چکا ہے بقول خصم کہ دو ذاتیں واجب الوجود بالذات ہیں پس ضرور امتیاز دونوں میں صفات کے رو سے ہونا چاہئے اگر صفات کے رو سے بھی کچھ فرق نہ ہے تو دو ہونا باطل ہو جائیگا و دونوں ایک ہی شے حقیقتہً و معنائاً ہوگی۔ اور مقصود خصم اثبیت اور رد تائی ہے۔ پس جب دونوں میں فرق اور دو ہونا صفات کے رو سے ہے تو معلوم ہوا کہ ایک میں بعضے یا کل وہ صفات و خواص و عوارض ہیں کہ وہ دوسرے میں نہیں ہیں بلکہ دوسرے میں بعضے یا کل دوسری صفات و عوارض ہونگی تو ہر ایک واجب الوجود بالذات میں دو قسم کی چیزیں جمع ہوں گی ایک ذات اور دوسری صفات اور غیر ذات ہونگی اگر صفات غیر ذات ہوں بلکہ عین ذات ہوں اور دونوں کی ذاتیں بھی عین ہیں تو دونوں واجب الوجود میں فرق نہ ہوگا کیونکہ صفات دوسرے

واجب الوجود کے عین ذات ہوں اور دوسرے کی ذات عین ذات اس
 پہلی کی ہے اور مساوی مساوی مساوی ہے تو دوسرے کی صفات
 عین ذات پہلی کی ہونگی اور پہلی کی صفات ہی عین ذات اسکی ہوں
 اور پہلی کی ذات عین ذات دوسرے کی ہے اور مساوی کا مساوی ہوگا
 ہے تو پہلی کی صفات عین ذات دوسرے کی ہونگی تو دونوں واجب الوجود
 جمیع جہات ایک ہی ہے اور یہی میرا مطلب ہے کہ دو نہیں ہو سکتا۔ حالانکہ
 دو ہونا اور ایک دوسرے سے غیر ہونا بقول خصم جانا جا چکا ہے پس
 دونوں واجب الوجود مرکب ہونگے دو چیز مختلف سے ایک ذات دوسری
 صفات جو کہ غیر ذات ہیں یعنی جنس اور عرض عام یا جنس و خاصہ سے ہیئت
 واجب الوجود کی مرکب ہونگی یعنی دونوں واجب الوجود تحت میں ایک جنس
 کے ہوں گے اور فرق دونوں میں بسبب عوارض و صفات کے ہوگا۔
 جیسا کہ انسان کی تعریف حیوان ضاحک اور فرس کی تعریف حیوان
 دغائمہ فلانی مثلاً اور یہ ظاہر ہے کہ حیوان غیر ضاحک ہے اور ایسا ہی
 حیوان غیر دغائمہ فرس ہے پس مسطرع سے انسان و فرس مرکب نہیں ہے
 ویسا ہی دو واجب الوجود ہی مرکب نہیں ہوں گے بسبب اس کے کہ دونوں
 متغایر ہیں اور ایک مابیت جنسیہ میں شریک ہیں اور مرکب اپنے اجزاء
 کیطرت محتاج ہوتا ہے تو واجب الوجود بالذات مرکب ہوگا اور محتاج

غیر کثیرت جو ہو وہ ممکن ہے تو دونوں واجب الوجود واجب الوجود نہ ہے بلکہ دونوں
 میں انقلاب مابین لازم آئیگا کہ دونوں ممکن ہو جائیں اور فرض ہو چکا ہے کہ
 دونوں واجب الوجود بالذات ہیں، ہذا خلف اس دلیل پر اگر کوئی ایراد وارد
 کرے کہ واجب الوجود خارج میں مرکب نہیں ہے محض ذہن ہی میں مرکب ہے
 پس صرف ترکیب ذہنی موجب اسکو نہیں ہے کہ واجب الوجود ممکن الوجود ہو جائے
 تو جواب اسکا یہ ہوگا کہ اگر ترکیب ذہنی مطابق ترکیب خارجی نفس الامری کے
 ہو تو وجود ذہنی خلاف وجود نفس الامری کے ہوگا اور یہ جہل ہے کیونکہ علم مطابق
 واقع کے خود عالم کے عقائد میں بھی نہیں ہے تو خواہی کے اعتقاد میں
 جہل ہے *

اور اس جواب پر یہ اعتراض نہیں ہو سکتا کہ جہل جب لازم آئیگا کہ عقل حکم
 کرے اسطور پر کہ یہ صورت ذہنیہ یعنی مرکب ذہنی مطابق واقع کے ہے اور
 حقیقت میں مطابق واقع کے نہیں ہے تو جہل لازم آئیگا اور اگر عقل حکم کرے
 اس طور پر کہ صرف ذہن میں صورت ذہنیہ مرکب ہے نہ خارج میں تو جہل
 کیوں لازم آئیگا اس لئے کہ اگر عقل یوں بھی حکم کرے کہ یہ مرکب ذہنی مطابق
 واقع کے ہے اور حقیقت میں مطابق واقع کے نہیں تو یہ علم ہے اس عالم کے
 اعتقاد میں جہل مان دو سروں کے نزدیک جہل ہو وہ اس کے علم کو مضر
 نہیں - علاوہ اس کے مطابقت عدم مطابقت کا علم علم بمرتبت ثانی ہے

اور گفتگو پہلے علم میں ہے۔ مگر بان یون اعتراض اصل مطلب پر ہو سکتا ہے کہ ذہن میں مرکب ہوا ہے کلیات سے یعنی جنس اور خاصہ سے مثلاً اور جز کو کلیات کا وجود خارج میں نہیں ہوتا پس خارج میں مرکب ہوا پس واجب الوجود ممکن ہو گیا ذہن میں اور خارج میں واجب الوجود واجب الوجود ہی رہا اور گفتگو ہے واجب الوجود خارجی میں تو اس کا جواب ہم یون دینگے کہ یہ دو واجب الوجود خارج میں جو پائے گئے آیا دونوں دو کلی کے مصداق ہیں یا دونوں دو جزئی مشخص و معین کے مصداق ہیں نہیں ہو سکتا کہ دونوں دو کلی ہوں کیونکہ کلی کا وجود یا اس کے مصداق کا وجود خارج میں نہیں ہوتا پس لامحالہ دونوں دو جزئی حقیقی کے مصداق مشخص و معین ہیں جزئی حقیقی کا مصداق خارج میں مرکب ہوتا ہے عوارض خارجیہ کیونکہ مادہ او صورت نوعیہ و صورت شخصیت مرکب ہوگا اور مادہ مرکب ہے اجزائے انفکاک سے اور صورت شخصیت میں کیفیت داخل ہے اور کم کی تقسیم اجزائے فرضیہ اور وہمیدہ کی طرف ہوتی ہے اور یہ سب موجب ترکیب میں اور ترکیب موجب احتیاج باجزا ہے اور احتیاج باجزا موجب امکان مرکب ہے پس مرکب واجب ہوگا بلکہ ممکن و عادت ہوگا اور یہ نہیں ہو سکتا کہ دونوں جزئی حقیقی بھی ہوں کیونکہ جب دو شے تحت میں ایک ماہیت اور ایک کلی کے ہوں گے تو خارج میں وہ دونوں دو جزئی حقیقی ضرور ہوں گے اگر خارج میں ان کا وجود ہوا اور محض عوارض خارجیہ

الشخصات و تعینات کے روسے دونوں میں فرق ہوگا اگر خارج میں وجود
علمیہ علیحدہ ہوگا تو وہ حقیقتہً دو ہونگی ۴

پس ثابت ہوا کہ واجب تعالیٰ اگر دو ہوں تو ذہن میں اور خارج از ذہن
میں دونوں مرکب ہوں گے اپنے اپنے اجزائے اور حادث ہونگے واجب
ہوں گے اور اگر واجب ہوگا تو ایک ہی ہوگا ذہن میں بھی خارج میں بھی اور
جب ایک ہے تو وہ جیسا کہ کلی نہیں ہے جزئی حقیقی بھی نہیں کیونکہ کلیات
و جزئیات از دوے اشتراک و افتراق مفہوم کے ہوتے ہیں اور جب ایک ہے
تو اشتراک و افتراق کو کیا دخل پس مطلب ثابت ہوا اور جو دلیل کہ مانع
ہے دو موجود واجب الوجود ہونے کو وہ مانع نہیں ہو سکتی دو موجود کو
ایک واجب الوجود اور دوسرا عالم یعنی مخلوق اس لئے کہ یہ دو واجب الوجود
اور ممکن الوجود نہ تخت میں ایک کلی کے ہیں اور دو متبائن تو میں نہیں
ہیں اور ذایسے ہیں کہ ایک جنس عالی کی نوع ہو اور ایک جنس سافل
کی نوع ہو اس لئے کہ وجود جو اعم الاشیا ہے وہی عین ذات واجب
الوجود ہے تو وجوب وغیرہ بدرجہ اولیٰ عین ذات واجب الوجود ہے
پس واجب الوجود نہ کلی ہے نہ جزئی پس اس کو اشتراک ممکنات سے
نہیں ہے تا انکہ ما بہ الاتیاز سے ان میں افتراق اور تخصیص ہو
۴ - اور مختصر دلیل توحید یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اگر واجب الوجود

دو ہوں تو اشتراک ہوگا ایک حیثیت سے اور امتیاز و افتراق ہوگا دوسرے
 حیثیت سے اور جس چیز میں مشترک ہیں وہ غیر ہوگا اور جس چیز کا کہ اس کے
 رو سے دونوں میں فرق ہے۔ یعنی مایہ الاشتراک غیر ہوتا ہے مایہ الامتیاز
 پس ہر ایک میں دو چیزیں متضاد پائی جائیں گی پس دونوں مرکب ہوں گی
 دو نہیں میں مرکب ہوں کہ ترکیب ذہنی سے اسکا ان احتیاج و ہنگام
 ثابت ہوگا اور اسکا ان احتیاج و حدوث واجب الوجود بالذات کا ہن
 میں بھی نہیں ہوتا ہے کیونکہ جو واجب الوجود ہے وہ خارجاً و ذہناً ہر
 حالت واجب الوجود ہے جو ممکن ہے وہ حادث و محتاج ہے اور ہنگام
 خارجاً ہر حال ممکن و محتاج ہے *

۵۔ جب۔ ثابت ہو چکا کہ وجود واجب الوجود عین ذات واجب الوجود
 ہے تو اگر دوسرا واجب الوجود بالذات مثل اسی کے پایا جائے تو وجود
 اسکا بھی عین ذات ہوگا اور جب دونوں واجب الوجود بالذات
 ہیں تو دونوں کی ذات ایک ہی ہوگی از روے ذات کے کچھ فرق نہیں
 رہیگا جیسا کہ گذرا تو دونوں ایک ہی وجود میں ایک ہی ذات میں ترکیب
 ہوں گے یعنی دونوں موجود ایک ہی چیز ہے وجود دوسرے کا علیٰ ہن
 ہوا اور جب وجود علیہ ہوا تو عوارض و صفات بدرجہ اولیٰ علیہ ہونگے
 کیونکہ حقوق عوارض فرج موجودیت ہے اگر عوارض علیہ ہوں تو لازم

کہ مختلف عوارض ایک ہی موجود ایک ہی معروض میں پائے گئے تو اجتماع
التقصیضین یا اجتماع تضاد لازم آئیگا اور اگر عوارض بھی ایک طور کے ہیں
کچھ فرق نہیں ہے تو دونوں معروض ذاتاً وجوداً و صفاتاً بہر حیثیت ایک
ہی ہے نہو المطلوب -

۴۔ واجب الوجود۔ بالذات ایک ہے اگر ایک نہ ہو بلکہ زیادہ
ہوں تو کم سے کم دو ہوں گی پس دونوں کی ذاتیں دو ہوں گی کیونکہ
دونوں کی ذات اگر ایک ہے تو لازم آئیگا کہ کچھ جہات وجہ صفات و عوارض
دونوں ایک ہونگے اس لئے کہ وجود عین ذات واجب الوجود ہے اور جب
اعم اشیا کہ وجود ہے عین ذات ہے تو دیگر اشیا کہ خاص ترین وجود سے
بدرجہ اوئے عین ذات ہوں گے اس لئے کہ عینیت خاص لازم ہے عینیت
عام کو کیونکہ جب حیوان مثلاً عین ہو گا کسی کا تو انسان بھی عین ہو گا اور سکا
اس لئے کہ خاص تحت میں عام کے داخل ہے پس دونوں کو ضرور دو ذاتیں
مختلف ماننا ہوگا۔ اور جب دو ذاتیں مختلف ہیں تو وجود کہ جو عین واجب
الوجود ہے وہی وجود عین واجب الوجود دوسرے واجب الوجود کا بھی
ہوگا اور دونوں وجود میں کوئی فرق نہیں ہے پس یہ واجب الوجود عین
وجود ہے اور وجود عین اس واجب الوجود کا ہے اور عین کا عین
عین ہو گا مساوی کا مساوی مساوی ہو گا پس یہ ذات عین وہ ذات ہے اور

فرض کیا تھا کہ یہ غیر اسکا ہے ہذا خلف پس دو نون مغائر ہوں گے تو ماہ الاستیمازدو نون کا مغائر ایک دوسرے کے ہوگا اور ماہ الاستیماز مغائر نہیں ہو سکتا بسبب اتحاد وجود کے تو عین ہوگا پس خلاصہ یہ کہ اگر دو ہوں تو ایک ہونا لازم آتا ہے اور دو کو ایک کہو تو دو ہونا لازم آتا ہے اور یہ اجتماع انقیضین ہے اور یہ محال دو فرض کرنے سے لازم آیا تو ملزم بھی اسکا باطل ہے یعنی دو ہونا باطل ہے اور یہی مطلوب ہے *

۷۔ خدا - ایک ہی ہے اگر بالفرض دو خدا ہوں یعنی دو واجب الوجود ہوں بالذات تو دو نون میں کچھ فرق ہوگا اس لئے کہ وجود واجب الوجود اور وجوب واجب الوجود اور تعینات و تشخصات واجب الوجود سب عین واجب الوجود ہیں جیسا کہ اوپر ثابت ہوا اور جب ہر ماہ الاشتراک ایک ہی ہے اور مساوی کا مساوی مساوی عین کا عین عین ہے تو یہ واجب الوجود عین اپنے وجود و وجوب و تشخصات و جمیع تعینات کا ہے اور وجود و وجوب و جملہ تعینات عین اس واجب الوجود کا ہے پس یہ واجب الوجود بالذات عین اس واجب الوجود بالذات کا ہوگا۔ جمیع جہات و حیثیات پس دو بھی ہونے تو ایک ہی ہے اور یہی مطلوب ہے۔

۸۔ واجب الوجود - بالذات ایک ہے اگر ہم فرض کریں کہ دو وجود واجب الوجود بالذات ہوں تو دو نون شریک ہوں گے وجوب الوجود میں

اور جب دونوں میں اشتراک وجوب وجود میں ہے تو دونوں میں فرق
 و امتیاز بھی ضروری ہونا چاہئے والا وہ ہو سکیگا اور فرق کسی حیثیات سے
 ہو سلا ایک خالق ہو تو ایک رازق ایک عالم ہو تو ایک قادر ہو۔ پس
 جس حیثیت سے فرق ہے یعنی جو چیز کہ فرق دینے والی اور امتیاز دینے
 والی ہے تین حال سے خالی نہیں یا یہ کہ مابہ الامتیاز دونوں میں عین و تمام
 حقیقت و ماہیت اوس وجوب الوجود کی یا اوس وجوب الوجود کی یا دونوں کی
 ہوگی یا جزو تمام حقیقت ہوگی اسکی یا اوسکی دونوں کی یا یہ کہ خارج تمام حقیقت
 سے ہوگی نہیں ہو سکتا کہ مابہ الامتیاز تمام حقیقت ماہیت ہو والا جو کچھ کہ
 دونوں میں مشترک مانی گئی ہے یعنی وجوب وہ خارج دونوں کی حقیقت سے
 ہوگی کیونکہ جسکی وجہ سے فرق ہے وہ ہی تمام حقیقت اور نوع ہے کہ جس
 نوع کے تحت میں وہ واجب الوجود ہے پس دونوں کی حقیقتیں ایک نوع
 ہوگی تو فرق نہ ہوگا تو وجوب کو مابہ الامتیاز قرار دینا پڑیگا کیونکہ سوائے وجوب
 کے جتنی چیزیں ہیں وہ سب مابہ الامتیاز قرار پائی تھیں اور وہ اب باعث
 اشتراک ہو گئیں تو اب سوائے ان مابہ الامتیاز کے کوئی چیز سوائے وجوب
 کے نہیں ہے پس وجوب خارج از حقیقت ہوگا اور وہی مابہ الامتیاز ہوگا
 اور یہ خلاف ہے اوس کے کہ جو ثابت ہو چکا کہ وجوب عین واجب الوجود ہے
 تو ضرور تمام حقیقت نہ ہوگا پس مابہ الامتیاز یا جزو حقیقت ہوگا یا خارج

از حقیقت اگر جزو حقیقت ہے تو حقیقت واجب الوجود کی مرکب ہوگی
جنس و فصل سے ماہ الا شراک جنس ہو اور ماہ الامتیاز فصل پس ذہن
میں ترکیب واجب الوجود کی ہوگی اور مرکب محتاج اپنے اجزا کی طرف ہوتا
ہے اور محتاج ممکن و حادث ہے پس ذہن ناممکن ہوگا اور وہ نہ ذہن ناممکن
ہوتا ہے نہ خارج جاپس واجب الوجود نہ رہا اور فرض کیا تھا واجب الوجود کو۔
ہذا خلف - علاوہ برین خارج میں بھی مرکب ہوگا اس لئے کہ واجب الوجود
شخص ہے اور شخص داخل ہوتا ہے شخص میں - پس
واجب الوجود شخص و مرکب ہو خارج میں - علاوہ برین جب
ثابت ہو چکا کہ جمیع تعینات میں واجب الوجود ہوتے ہیں تو یہ کیونکہ جزا
واجب الوجود کا ہوگا۔

اب باقی رہا یہ کہ ماہ الامتیاز کہ جو سوائے واجب ہے وہ خارج حقیقت

واجب الوجود سے یہ بھی باطل ہے اس لئے کہ یہ بھی دونوں واجب الوجود
مرکب ہوں گے بیش ازین نیست کہ مرکب ماہ الا شراک سے یعنی جنس سے
اور ماہ الامتیاز سے یعنی تعینات یعنی عوارض مشخصہ سے ہوگا یہ واجب الوجود
واجب الوجود نہ رہیگا بلکہ ممکن الوجود و حادث ہو جائیگا اور فرض کیا گیا کہ
دو واجب الوجود بالذات میں پس دو ہونا باطل ہو تو دو سے زیادہ
ہونا بدرجہ اولیٰ باطل ہوا پس ایک ہونا ثابت و منہق ہوا اور یہی

مطلوب ہے *

۹ - واجب الوجود - بالذات کا اگر ثبوت ہو تو ملحق شرکت و تنفیت

ہوگا اور وہ ثابت ہو چکا تو واجب الوجود کا ہونا باطل ہے اس لئے

کہ واجب الوجود ممکن الوجود نہیں ہو سکتا والا اجتماع التفضیلین لازم

ایکسا اور جب واجب الوجود دوسرا فرض کیا جائیگا تو لازم ایکسا کہ یہ ذرا

الوجود مانا ہوا ممکن الوجود بالذات ہو جائیگا یا دوسرا واجب الوجود

ممکن الوجود ہوگا کیونکہ تمام عالم کی اجتماع اس کے وجود و افعال و بقا

وغیرہ میں - واجب الوجود بالذات کی طرف ثابت ہو چکی اور اس کا

واجب الوجود علت تامہ موثرہ ہونا اس کے کل غیر کے لئے ثابت و مبین

ہو چکا پس اب جو دوسرا واجب الوجود علت تامہ موثرہ تجویز کیا

جاتا ہے وہ کیا چیز ہے اگر وہ غیر اس کا ہے تو ممکن ہوگا کیونکہ واجب الوجود

کا کل غیر نہیں ہوتا مگر ممکن اور اگر وہی واجب الوجود ہے تو یہ واجب الوجود

جو ثابت ہو چکا واجب الوجود نہ ہوگا بلکہ غیر اس واجب الوجود کا ہوگا

اور جو غیر ہے وہ ممکن الوجود بالذات ہے - خلاصہ یہ کہ یہ ہو ضرور

ایک ہی واجب الوجود ثابت ہوگا اور باقی واجب الوجود کا غیر ہوگا اور

واجب الوجود کا غیر نہیں ہوتا مگر ممکن بالذات پس واجب الوجود ایک ہی

ہے اور یہی مطلوب ہے *

۱۰۔ تمام عالم کے لئے کوئی ایک علت تامہ موجودہ مستقلہ ضرور ہے۔ اس لئے کہ یہ ظاہر ہے کہ جو معدوم کہ سابق میں موجود تھے یا نہ تھے اور جو معدوم کہ آئندہ موجود ہوں گے یا نہ ہوں گے ان معدومات کا حال تو ظاہر ہو چکا کہ ان کو اپنے وجود و عدم پر اختیار نہیں ہے اگر سابق والوں کی طبیعت کو اپنے عدم پر اختیار تھا تو درحالت معدومیت موجود تھے یہ باطل ہے اور بے موجودیت فعل نہیں۔ مین نہیں آسکتا اور جب ان کو اپنے عدم پر اختیار نہیں تھا اور محتاج غیر کے تھے تو اپنے وجود پر ان کو اختیار تھا کیونکہ اگر ان کی خود طبیعت کو اپنے وجود میں اختیار تھا اور کسی سے مجبور نہ تھے تو ہمیشہ رہتے اور ایسا ہی آئندہ والوں کی طبیعت کو اپنے وجود پر اگر اختیار ہے تو موجود ہوتے ہمیشہ اور کسی سے مجبور نہ ہوتے اور جب موجود ہوں گے تو اپنی طبیعت سے موجود ہونگے والا وجود درحالت معدومیت لازم آئے گا پس یہ کج گفتگو ہے اپنی موجودہ کیفیت پر کہ موجود ہیں اگر ایک موجود کو دوسرے موجود کے وجود و عدم پر اختیار ہو تو اس موجود کو اپنے وجود و عدم پر بدرجہ اولیٰ اختیار ہو گا کیونکہ دوسرے پر اختیار رکھنا فرع اسکی ہے کہ پہلے اپنے پر اختیار رکھنا ہو اور جب اپنے ہی پر اختیار رکھتے ہیں محتاج غیر کا ہے تو بدرجہ اولیٰ دوسرے پر اختیار رکھنے میں محتاج غیر کا ہو گا پیش ازین نیست کہ دوسرے

اگر اختیار رکھتا ہو بالفرض و لونی الجملہ ہی تو علت مستقلہ اور موثرہ وجود
و عدم میں نہوا بلکہ علت بواسطہ اپنے خالق کے ہوا اور کلام اس میں ہے
کہ کون علت مستقلہ ہے عالم کا اور اثر کرنا والا ہے عالم کے وجود
و عدم میں حالانکہ کوئی علت ناقصہ بھی نہیں ہے والا علت تامہ
محتاج واسطہ کا ہوگا تو مستقلہ اور تامہ نہ ہو بلکہ یہ بھی ناقصہ ہو جائیگا۔
اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی اپنے وجود و عدم پر اختیار نہیں رکھتا والا چاہیے کہ
اپنے کو موجود کرے اور آپ اپنے کو معدوم کرے تو لازم آئیگا وجود
در حالت عدم اول اور وجود در حالت عدم آخر اور یہ محال ہے پس
ثابت ہوا کہ ان موجودات بالفعل میں کوئی کسی دوسرے پر وجود
و عدم میں اختیار نہیں رکھتا پس موجودات سابقہ اور موجودات آئندہ
اور موجودات بالفعل سب کے سب محتاج غیر کے ہوئے اور وہ غیر
چاہئے کہ خود ہمیشہ سے موجود ہوا اور ہمیشہ موجود رہے اپنی طبیعت و اختیار
سے بے احتیاج غیر کے اگر وہ غیر ہمیشہ سے موجود نہ ہوا اور اپنے کو
موجود کرے تو وہی قیامت لازم آئیگی کہ وجود در حالت عدم ہوگا اور ایسا
اگر ہمیشہ آئندہ موجود نہ رہے تو اپنے عدم کو آپ ہی اختیار کر لیا تو جو
در حالت معدومیت ہوگا پس معلوم ہوا کہ کوئی غیر ہے کہ جو ہمیشہ سے
ہے اور ہمیشہ رہے گا وہ ہی دوسروں کے وجود و عدم پر اختیار

رکھتا ہے پس وہ غیر جو علت موجودہ ہے اگر کئی ہیں تو انہیں سے
 ایک دوسرے پر اختیار رکھتا ہے تو دوسرا اس پر اختیار نہ رکھیں گا و
 الا وہی قباحہ پھر لازم آئیگی پس جو مختار ہے سب پر وہی واجب الوجود
 ہے اور باقی سب اس ایک کے محتاج ہونگے اپنے اپنے وجود و عدم
 اور اگر ایک دوسرے پر اختیار نہیں رکھتا ہے تو ترجیح بلا مرجع لازم
 آئیگی کیا وجہ ہے کہ سب اختیار پر اختیار رکھے اور ان اختیار پر جو شرک
 کھلاتے ہیں ان پر اختیار نہ رکھے اگر کھلا جائے کہ وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ
 سب مساوی ہیں واجب الوجود کے دو برابر قوت والوں میں کیونکہ
 ایک دوسرے پر غالب آئیگا تو کہوں گا کہ ابھی ثابت ہی نہیں ہوا ہے کہ
 وجود و عدم میں یہ اوپر اختیار نہ رکھتا ہے تا اونکی مساوات ثابت ہو
 اگر ہی مساوات منجھ ہے تو اول البتہ ہے کہ ایک دوسرے کا مساوی
 ہے یا نہیں جب مساوات ثابت نہیں ہوئی ہے تو ایک کے دوسرے پر
 غالب نہ آنے کا کیا وجہ ہے جب تک کوئی وجہ نہ معلوم ہوگی تو ایسا
 سمجھنے کے کہ ایک دوسرے پر غلبہ و قوت و اختیار رکھتا ہے اور دوسرا دوسرے
 نہیں رکھتا تو عدم مساوات منجھ ہے اس لئے کہ مساوات ثابت نہیں
 ہوئی تو ایک ہی قادر مطلق و جب الوجود ہے باقی سب محتاج سب حادث
 و مخلوق اس کے ہونگے اور یہی مطلوب ہے *

۱۱- ثابت ہوا - کہ علت قومیت واجب الوجود بالذات کو ہے خالقیت و موثریت بمرتبہ کمال و بالاستقلال او سیکو ہے تمام کائنات کے لئے تو ضرور ایک واجب الوجود ہے اگر دو ہوں تو دوسرا اگر معطل ہے فہو المطلوب کہ وہ دوسرا موثر و خالق نہیں ہے اور اگر موثر و علت ہے معطل نہیں ہے تو آیا یہی دوسرا بالاستقلال و بمرتبہ علت موثر و خالق ہے فہو المطلوب کہ ایک ہی خالق و موثر ہے اور اگر یہ دوسرا علت و موثر بالاستقلال و بدرجہ کمال نہیں ہے بلکہ اس اول کے ساتھ میں بشرکت و معاونت ایک دوسرے کے کچھ اسکا اثر ہے کچھ اسکا تویہ دوسرا جو ہے وہ واجب الوجود بالذات استقلالاً و کلاً و محتاج الیہ کل کائنات کا نہیں تو اسکا واجب الوجود بالذات ہونا ثابت نہیں ہے اور اول جو ثابت ہو چکا ہے وہ باطل و غیر ثابت نہیں ہے اور اول کا نقصان نہ ضعیفی ابھی مانا گیا تھا دوسرے کے ثابت کرنے کے لئے اور سبب فرض باطل فرض باطل ہے اور یہی مطلوب ہے *

۱۲- ذات - واجب الوجود بالذات کی ثابت ہو چکی پس اگر بالفرض یہ ذات دو ذاتیں ہیں تو دوسری ذات ضرور اس ذات پر اختیار نہ رکھ گی والا وہ واجب الوجود بالذات نہیں ہے ہفت اور جب

اوس ذات پر اختیار نہیں رکھتی تو یہ دوسری ذات واجب واجب الوجود بالذات نہیں کیونکہ واجب الوجود وہ ہے کہ جو سب پر اختیار کامل رکھے تو جو خود ناقص ہو اور بے اختیار ہو غیر پر تو ایسی ذات محتاج الیہ کائنات کی نہیں ہے اس لئے کہ جسکی علت تامہ قدرت و اختیار میں نہیں تو اوس کا معلول بھی قدرت و اختیار میں نہیں ہے *

سوال - جب یہ ثابت ہو چکا کہ تمام عالم کے لئے کوئی علت ہے اور وہ واجب الوجود ہے اور اوسکا وجود عین ذات ہے اور اوسکا وجوب بھی عین ذات ہے اور اوس کے کمال ہی عین ذات ہیں اور وہ واجب الوجود بالذات ہے اور ازلی اور قدیم اور باقی اور دائم اور ابدی و سرمدی ہے اور وہ محتاج کسی کا نہیں وہ حادث نہیں وہ ممکن نہیں وہ کیسکا مخلوق نہیں وہ کامل ہے ناقص نہیں اور اوس کے کمال میں کوئی حالت منتظرہ نہیں اور وہ سب کا خالق ہے اور خود ہمیشہ سے ہے ہمیشہ رہیگا تو ان امور کے اعتقاد کے بعد ایسا اعتقاد یا ایسا شک بھی نہیں ہو سکتا کہ وہ واجب الوجود ہوں تو

ہوں اور دونوں میں ہر طرح کی مساوات ہو اس لئے کہ ایسے دونوں میں حقیقتاً وہ ہوں گے ایک دوسرے کا عین نہیں ہو سکتا والا مطلب کے خلاف نہیں ہے اور جب وہ حقیقتاً ایک دوسرے کے

سفار ہے عین نہیں ہے تو ایک دوسرے کا محتاج بھی ہوگا والا محتاج
 نہ عالم کی علت ہوگی اور نہ اپنے مثل کی بلکہ محتاج الیہ علت ہے اپنے مثل
 کی بھی اور اگر طرفین سے احتیاج ایک کو دوسرے کی طرف ہے تو دونوں
 ناقص و محتاج ہیں تو ان دونوں میں سے ایک بھی واجب الوجود بالذات
 ہوگا تو ضرور کوئی ایک ان میں سے محتاج دوسرے کا ہوگا دونوں
 علیحدہ علیحدہ مستقل ہوں گے اور دونوں میں شرکت بھی ہوگی یعنی
 عالم کی علیت میں شریک ہونگے والا دونوں ناقص ہوں گے اسباب
 احتیاج ایک کی دوسرے کی طرف اور جب اس طرح کے ہونگے تو عالم کی
 مخلوقیت اور معلولیت ضرور ایک کی طرف مستند ہوگی اور دوسرے سے
 کچھ تعلق ہوگا تو اس صورت میں وہ دوسرا علت نہیں ہے خالق نہیں
 ہے تو واجب الوجود بالذات بھی ہوگا کیونکہ وجود اس کا ضروری ہوا
 بلکہ عبث ہوگا تو بدتر از ممکن الوجود ہوگا کیونکہ ممکن الوجود بھی عبث نہیں
 ہے اور لا اقل اگر ممکن الوجود بھی موجب بھی واجب الوجود بالذات علت
 عالم و خالق نہیں ہے پس واجب الوجود بالذات ایک ہی ہے فیہ المطلق
 ۱۴ - واجب الوجود - علت تامہ عالم کا غنیر اگر واجب الوجود
 علت تامہ عالم ہے تو یہ غیر اس واجب الوجود پر قدرت و اختیار
 رکھتا ہوگا تو وہ واجب الوجود نہیں ہے بلکہ یہ غیر واجب الوجود بالذات

و علت تامہ عالم ہے اور اگر اوسپر کچھ قدرت و اختیار نہیں رکھتا ہے تو عالم پر بھی قدرت و اختیار نہیں رکھتا ہے کیونکہ جب علت تامہ اختیار میں نہیں تو اوسکا معلول بھی اختیار میں نہیں ہے اور جب عالم پر قدرت و اختیار نہیں رکھتا ہے تو یہ غیر جو ہے وہ علت تامہ اور واجب الوجود بالذات ہی نہیں ہے نہ علت تامہ ہے نہ اوس کا وجود ضروری ہے تو یا ممکن الوجود ہے یا ممتنع الوجود و ہوا المطلوب یا بطور فرض محال کے ہے اور یہ سفر نہیں +

اور یوں بھی جاننا چاہئے کہ

۱۵۔ جب تمام ممکنات موجودات گزشتہ و موجودہ و آئندہ کو بحیثیت اسکانیت وجود کے ایک سلسلہ ممکن قرار دین پس اٹھا و مجتمعہ کا ایک مجموع ممکن اپنے تحقق میں جس علت تامہ کی طرف محتاج ہے جیسا کہ ثابت ہوا تو ضرور دوسری کوئی علت ہونگی اس مجموع کے لئے سوائے واجب الوجود ثابت شدہ کے کیونکہ جب اپنے تحقق میں محتاج ایک علت کی طرف ہے تو پھر دوسری علت کی طرف محتاج ہونگا اگر اس دوسرے کی طرف سے محتاج ہو تو معلوم ہوگا کہ اوس اول ہی کی طرف اس ممکن کو احتیاج کم تھی اور یہ خلاف ثابت شدہ کے

ہے پس سوائے اس واجب الوجود کے کوئی دوسرا واجب الوجود بالذات
ہوگا فہو المطلوب *

جاننا چاہئے کہ تمام

۱۶- عالم میں - روحیتین ہیں مجموع آحاد عالم والجا من مجموع
عالم یعنی آحاد مجموع عالم اگر عالم علت تامہ و سبب ہے عالم کے لئے
تو یا مجموع عالم علت ہے مجموع عالم کی یا آحاد علت ہے مجموع کی یا
آحاد کی یا آحاد و کل کی چار صورتیں ہوئیں اول باطل ہے کیونکہ علت و معلول
میں مخالفت ذاتیہ لازم و واجب ہے والا مجموع مقدم ہوگا مجموع پر کیونکہ
علت مقدم ہوتی ہے معلول پر اور خود کا خود پر مقدم ہونا اس کو لازم
ہے خود کا موخر ہونا ہذا خلف اور خود کا خود سے موخر ہونا اس کو لازم
ہے خود کا مقدم ہونا ہذا خلف *

پس اجتماع وجود و عدم کا بیک حالت ایک شے میں لازم آیا اور یہ
محال ہے *

اور دوسری صفت بھی باطل ہے کیونکہ مجموع اگر علت ہو ہو سکتا ہے
آحاد کی تو یہ قباحہ مذکورہ بھی لازم ایسی کل و اعدین اور علت
بکی - اور ب علت ہوگی تو آعلت ہوگی اسکے پہر وہی قباحہ

لازم آئیگی اور موجود میں اجتماع وجود بالغا اور وجود بالذات کا بھی ہوگا۔ اور یہ اجتماع
 المتناہیین ہے۔ اور اگر مجموع علت ہو بعض احاد مجموع میں تو تخصیص
 بے مخصوص کے اور ترجیح بلا مرجع و بے وجہ لازم آئیگی اور چونکہ بعض
 احاد جو معلول ہے مجموع میں داخل ہے تو سابق کی قباحت بھی لازم آئیگی
 اور تیسری صورت بھی باطل ہے کیونکہ یا ہر ہر واحد احاد سے علت ہے
 مجموع کی تو وہی سب قباحتیں صورت اولے اور ثانی کی لازم آئیگی اور
 اگر کوئی ایک اون احاد سے علت ہے مجموع کی جب بھی صورت ثانیہ کی
 قباحتیں یعنی کل قباحتیں لازم آئیگی۔ اور چوتھی صورت بھی باطل ہے کیونکہ
 اگر احاد علت ہے احاد کی یعنی اگر ہر واحد علت ہے ہر واحد کی
 تو صورت اولے کی قباحتیں لازم آئیگی اور یا ہر ہر واحد علت ہے کسی
 ایک خاص میں تو کل قباحتیں لازم آئیگی اور یا بعض احاد علت ہے بعض
 دوسرے احاد میں مثلاً علت ہے (ب) کی (ب) علت ہے (ج)
 کی (ج) علت ہے (د) کی تو جو معلول ہے اپنے سابق کا وہ اپنے لاحق کی
 علت نامہ ہونگی اور موجود و موثر نہ ہوگا بلکہ علت متوسطہ ہوگی اور علت
 متوسطہ علت ناقصہ ہے نہ نامہ اور کلام نامہ بن ہے ہذا خلف کیونکہ
 وجود و عدم میں معلول کے علت نامہ موثر ہوتی ہے نہ علت ناقصہ اور
 علت مُعَدَّہ بلکہ علت ناقصہ بھی نہیں ہے یعنی علت نامہ موثرہ کا اثر

معلول کے وجود میں اور عدم میں ہوتا ہے نہ علت ناقصہ
 اور جب (ج) کو اپنے وجود و عدم میں کچھ قدرت
 و اختیار ہی نہیں ہے تو (ب) کو (ج) پر
 معلول پر بسبب عدم قدرت و اختیار کے اپنی علت پر
 کچھ اختیار و قدرت نہیں ہے پس وجود و عدم غیر کی علت ہی
 نہوگی تو وہ سلسلہ ہی باطل ہو گیا۔ اور مثل اس کے ہے اگر چند احاد کا
 ایک سلسلہ اور چند دیگر احاد کا دوسرا سلسلہ لیا جائے تو یہ سب سلسلے ہی ٹوٹ
 جائیں گے اور جب چاروں صورتیں باطل ہیں تو معلوم ہوا کہ عالم
 و عالمیان کی علت غیر عالم و عالمیان ہے اگر وہ علت وہ ہیں اور دونوں
 موجود و موثر نہیں ہیں اس معلول کے لئے فہوالمطلوب۔ کیونکہ علت
 و موجود و موثر ایک ہی ثابت ہوا دوسرا جو ہے وہ علت ہی نہیں ہے
 موجود و موثر بھی نہیں ہے وہ خالق ہی نہیں ہے۔ اور اگر علت و موجود
 موثر و خالق ہے تو دونوں شریک ہیں ایجاد و تاثیر و خلق و علت میں تو ہر
 کا فعل وہ سرے کی مدد سے ہوا تو دونوں علیہ علیہ ناقص ہیں اور ایک
 دوسرے کا محتاج ہے تو ضرور وہ دونوں اپنے وجود میں بھی محتاج
 دوسرے کے ہونگے کیونکہ جب معلول برقرار ہونے میں محتاج غیر کے
 ہیں تو اسکی علت میں بدرجہ اولیٰ محتاج غیر کے ہونگے تو جب لوجود بالذات دونوں

کوئی نہوا مان دولون ملکہ کامل ہو تو واجب الوجود بالذات موثرہ و موجد خالق مجموعہ
اور دولون کا ہوا تو مرکب ہوا تو مجموع میں حیثیت مجموع اپنے اجزا
کیطرت و جرد و عدم میں محتاج ہے کہ جب اجزا موجود ہوں تو مرکب موجود
ہوگا والا فلا تو مجموع بھی واجب الوجود بالذات نہوا اور واجب الوجود
یہی ہے کیونکہ مفروض ہو چکا ہے تمام عالم غسوب اسطرت ہے سب معلول
اسی کا ہے ہفت تو یہ مرکب نہوگا اور نہ ہون گے ایک ہی ہوگا نہو مطلوب

بیان صفات حب الوجود

ذات واجب الوجود بالذات کا وجود اور اسکا خالق ہونا اور علت
تامہ ہونا اور علت موثرہ و موجدہ ہونا اور فاعل با اختیار ہونا اور قادر
وقدیم ہونا اور کل کائنات کا محتاج الیہ ہونا اور ایک ہونا اور بی طبعی
غیر مرکب ہونا وغیرہ جب ثابت ہو چکا تو یہی وجود و خلق و فعل و قدرت
و اختیار و قدامت و بے مثالیت و غیر محتاج یعنی غنی ہونا اور سب کا
محتاج الیہ ہونا یہ سب صفات ہیں اوس ذات و جب کے لئے جب اوس ذات
کوئی مصداق نہیں ہے تو ضرور وہ موجود ہی نہیں ہے اور موجود ہونا ثاب
ہوا تو اوس کا کوئی مصداق ضرور ہے اور موجود ہے اور اسکا فعل بھی
ثابت ہو چکا تو ضرور معین و مشخص موصوف بصفات ہے والا نہ موجود

ہے نہ واجب الوجود ہے نہ خالق نہ علت نہ با اختیار نہ بے اختیار نہ قدیم
نہ حادث نہ قادر نہ محتاج الیہ وغیرہ ایک ہفت تو ضرور صفات ہیں۔

اقسام صفات باری تعالیٰ

اور صفات باری تعالیٰ کے جو اسکی ذات سے متعلق ہیں دو طرح کے
ہیں یعنی بعضے صفات سے کمال موصوف کو ہوتا ہے اور بعضے صفات
صفات کمالی نہیں کہلانے یعنی صفات جو عین ذات ہیں وہ صفات کمال
کہلاتے ہیں اگر یہ صفات کمالی غیر ذات باری تعالیٰ اور اسکی ذات پر
ترامد ہوں تو اشکال ذات باری تعالیٰ غیر سے بلکہ اختیار سے ہوگی
پس اختیار کی طرف محتاج ہوگا تو ممکن و حادث ہو جائیگا واجب الوجود
اور کمال اس کو ضرور ہے والا نقصان باعث اسکا ہوگا کہ واجب الوجود
واجب الوجود نہ ہو ممکن و حادث ہو جائے اور یہ محال ہے پس کمال
اس کو ضرور ہے تو ہر طرح سے اور ہر حیثیات سے ہر جہات و اعتبارات
سے وہ کامل ہوگا والا اگر کسی ایک چیز میں بھی وہ ناقص ہوگا تو وہی
محالات لازم آئیگی پس جب ہر طرح سے کامل ہوگا نہ یہ کہ رازق ہو
عالم ہو قادر ہو ارادہ کنندہ ہو یا مرید ہو سمیع و بصیر ہو تا نقصان
لازم آئے اور نقصان اس کے لئے روا نہیں تو ہر طرح سے کامل ہوگی

یہ معنی ہوں گے کہ کسی کمال میں اسکو حالت منتظرہ اور آئندہ ہونے والا کمال
 نہیں ہوگا یعنی میں جمیع الجہات کا مل ہے بلکہ اکمل ہے *
 اس لئے کہ خود اسکی ذات کافی ہے جمیع صفات کے پائے جانیکے لئے
 اگر اسکی ذات کمال اور صفات کے لئے کافی ہو تو وہ کمال کہ جو ضروری
 شے ہے کسی غیر ذات واجب تعالیٰ کی طرف سے ہوگا اور لا اقل یہ ہے
 کہ کوئی ایک صفت کمالی کسی غیر ذات واجب تعالیٰ کی طرف سے پائی جائیگی
 تو مزید بے مزج کے لازم آئیگی اور یہ محال ہے کہ جمیع صفات کمالی غیر
 کی طرف سے ہونگی تو ذات واجب اپنے کل کمال میں محتاج غیر کی ہوگی
 پس واجب الوجود واجب الوجود نہ بلکہ محتاج غیر ممکن و حادث ہو جائیگا
 کیونکہ شے محتاج غیر ممکن و حادث ہے نہ واجب الوجود بالذات جیسا کہ
 تکرر آگذا - علاوہ اس کے وہ غیر جو علت اور باعث صفات کے لئے
 ہوگا وہ غیر اگر قدیم ہے تو کوئی قدیم ہونگے اور قدیم سوائے واجب تعالیٰ
 کے اور کوئی نہیں ہے جیسا کہ گذرا اور آئیگا اور قدیم ہو تو ضرور حادث
 ہوگا تو اس حادث کے لئے ضرورت دوسری علت کی ہوگی پہرہ علت
 یا قدیم ہے یا حادث اگر قدیم ہے تو تعدد قدیم لازم آئیگا اور وہ باطل ہوگا
 اور ہوئیگا اور اگر حادث ہے تو پہرہ اس کے لئے کوئی علت چاہئے پہرہ ایسا ہی
 کلام اس میں ہوگا یہاں تک کہ غیر متناہیہ جمع ہوں گی اور علت ہاے

غیر متناہیہ یعنی امور غیر متناہیہ مطلقاً کا جمع ہونا تسلسل ہے اور تسلسل محال ہے۔ پس غیر ذات واجب تعالیٰ کا تجویز کرنا صفات کے لئے محال ہوا پس ذات ہی واجب تعالیٰ کی کافی و دافی ہے اپنے صفات کمالیہ کے پائے جانے کے لئے یعنی یہ صفات کمالی عین ذات واجب تعالیٰ کی ہونگی اور یہی مطلب ہے کہ ذات واجب تعالیٰ کے لئے کوئی اہمیت مستطرہ نہیں ہے تا نقصان واجب تعالیٰ لازم آئے۔ اور یہاں سے یہ بھی ثابت ہو چکا کہ ہر کمال بالغیر یعنی اپنے کمال میں احتیاج اور افتقار غیر ذات واجب تعالیٰ میں خلاف عقل ہے والا محتمل و ممکن و حادث ہو چکا۔ پس اب تفصیل صفات باری تعالیٰ کی سمجھنی چاہئے۔

صفات

باری تعالیٰ کے دو طور کے شمار کئے جاتے ہیں بعض ایسے صفات ہیں کہ اوس کے لئے ثابت و موجود ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ اوس سے نفی کئے جاتے ہیں یعنی اوس کے لئے نہیں پائے جاتے ہیں یعنی چند چیزیں ایسی ہیں کہ اوس سے معدوم ہیں مگر اونکو بھی صفات کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں جو صفات کہ پائے جائیں اونکو صفات ثبوتیہ کہتے ہیں اور جو صفات کہ اوس میں نہیں پائی جاتی ہیں اور اوس سے وہ چیزیں نفی کی جاتی ہیں اونکو صفات

سلیسہ کہتے ہیں صفات ثبوتیہ یہ ہیں۔ ازلیہ + وابدیہ + قدرۃ +
 حکم + حیوۃ + ارادہ + ادراک + حکم + بقا + صدق + فنا +
 عدل + افعال بندگان میں قوۃ مؤثرہ کا خالق ہے + مستحق کو عوض
 دیتا ہے + عزائم ان احاطت + کارہ معصیت سے ہے ان
 صفات کے اعتبار سے باری تعالیٰ کو ازلی ابدی قادر عالم + حی + مرید +
 مدبرک + متکلم + باقی + صادق + غنی + عادل وغیرہ کہتے ہیں یہ سب
 صفات ثبوتیہ ہیں + اور دوسری قسم کہ جو باری تعالیٰ میں نہیں پائی جاتی
 ہیں انکی بھی دو سوئیں ہیں ایک کہ عدم صفات مذکورہ اوسمیں نہیں یعنی انہیں صفات مذکور
 خلاف کو فرض کریں باری تعالیٰ میں نہیں پائے جاتے ہیں مثلاً قدرت اوس میں
 ہے عدم قدرۃ انہیں علم سے چل نہیں بقاء ہے فنا نہیں صدق ہے کذب
 نہیں وازین قبیل + دوسری قسم کہ جو اوس میں معدوم ہیں وہ یہ ہیں
 وہ کسی کا مماثل و مثل نہیں ہے مرکب نہیں ہے + وہ کسی خاص جگہ میں
 نہیں ہے جیسے کہ کوئی جسم کسی معین جگہ میں ہو۔ وہ کسی سمت کسی چہ
 میں نہیں ہے + وہ کسی حادث کے ساتھ منصف نہیں ہے اور محل تغییر
 و تبدلات نہیں اسکو لذت و الم نہیں ہوتا + وہ آلات جسمانیہ نہیں
 رکھتا + نہ اسکی کنہ و حقیقت معلوم ہوتی ہے اور نہ وہ دیکھنے میں
 آتا ہے + اسکا کوئی شریک نہیں + وہ فاعل تیج نہیں + وہ فاعل فعل

حیث نہیں + اس کے لئے کوئی حالت منتظرہ غیر حاصل نہیں ہے اولاً
میرا ارادہ ہو کہ ان صفات ثبوتیہ اور سلبیہ کو بدیل نہ کہوں اس لئے کہ
رسالہ طولانی ہو جائیگا مگر کچھ یہی دلائل نہ لکھے جائیں یہ بھی پسندیدہ
نہیں اس لئے اکثر کو بدلائل اجمالہ بطور مختصراً بیان کرتا ہوں صفت ثبوتیہ صفت
کمال ہی کہتے ہیں کیونکہ ہر شے کا کمال اسکی صفات سے ہوتا ہے اور توضیح ہر ایک کی یہ
وہ ازلی وابدی ہے اور ہمیشہ ہیگا یعنی قدیم ہے اگر ازلی ہو تو ابتدا نہیں
عدم پایا جائیگا اور بدی ہو تو آئندہ اوسمیں عدم پایا جائیگا اور
جب اول و آخر یا اول یا آخر میں اوسکے لئے عدم ہے تو وجود عدم
کی نسبت اوسکی طرف مساوی ہوگی اور ممکن بالذات ہوگا حالانکہ وہ
وجہ الوجود بالذات ہے اور ثابت ہو چکا تو ضرور ازلی وابدی یعنی
قدیم ہے حادث نہیں ہے

اور واجب الوجود تعالیٰ ہی صرف قدیم ہے سوائے اس کے کوئی
قدیم نہیں ہے اس لئے کہ سوائے اس کے کوئی واجب الوجود بالذات
نہیں ہے سب ممکن ہیں اور جو ممکن ہے اوپر عدم طاری ہوتا ہے تو
قدیم کیونکر ہوگا کیونکہ قدیم میں کبھی ازلاً ابداً عدم نہیں ہوتا والا
ہوگا قدیم نہ ہیگا اور صفات باری تعالیٰ کے جو قدیم ہیں تو اس لئے کہ
صفات باری تعالیٰ کے عین ذات باری تعالیٰ ہیں جو صفت کذات

پر زاید اور غیر ذات ہوں وہ قدیم نہیں ہیں۔ اور صفات غیر قدیمہ بھی
یعنی اوس کے لئے ہیں اور کا بیان آئیگا۔

۲۔ وہ قادر ہے یعنی ہر مقدور غیر ممتنع و محال پر اسکو قدرۃ
واختیار ہے یعنی جس شے سے از روئے عقل کے قدرت متعلق ہو سکتی
ہے اور وہ موجود ہو سکتا ہے عقل کی رو سے تو اس پر وہ قادر ہے
کسی شے پر تسلط و قدرت سے وہ عاجز نہیں اور جو شے کہ اسکا وجود
میں آنا عقلاً محال ہے اور وجود اسکا ممتنع ہے اس پر قدرت و اختیار بھی
محال ہے ورنہ ممتنع الوجود فرض کیا ہوا ممکن الوجود بلکہ موجود ہو جائیگا یا
قدرت قدرت نہ ہوگی کیونکہ محال پر قدرت محال ہے اور محال شے معدوم
ہے اور چونکہ قدرۃ فعل اور اختیار و تسلط اسکا محال نہیں ہے اس لئے
قدرۃ اسکی متعلق شے غیر مقدور و محال و ممتنع سے نہیں ہوتی کیونکہ وہ
قدرۃ متعلقہ بحالات حقیقہ قدرۃ نہیں ہے وہ قدرۃ ممتنعہ ہے اور جو شے
ممتنع و محال حقیقہ ہے وجود اسکا ممتنع و محال ہے تو قدرۃ اسطرح کی
وجود میں نہیں اسکتی یعنی باری تعالیٰ اپنی قدرۃ سے وجود و عدم کو
بیک حالت ایک ہی میں مجتمع نہیں کرتا کہ اسکی قدرت سے معدوم درجات
معدومیت موجود ہو یا چاروں دنیا کو پانچ کر دے در حالیکہ آٹھ ہو جیسا کہ
محال ہے کہ وہ خود اپنے کو معدوم کر دے یا کبھی اپنے کو مجسم بنا دے یا کبھی

اپنے کو چار اور دس بیس خدا بنا دے یہ سب محال ہیں اور نقص و کم
 ہے واجب الوجود و واجب الوجود نہ ہو سکا ممکن ہو جائیگا اسی طرح ایسا فعل
 بھی نہیں کرتا کہ جس سے اس کا نقص ہو کیونکہ محال کو ممکن کر دینا یا خدا
 الوجود کو ممکن یا ممتنع کر دینا محال ہے اور موجب نقص ہے بلکہ مقدور کے
 محال ہونے سے قدرۃ اسی بھی محال ہوگی اور محال نہیں ہے مگر ممتنع الوجود
 بالذات پس ایسی قدرت ممتنع ہوگی اور جو ممتنع الوجود بالذات ہے وہ
 لاشعہ ہے از روے موجودیت کے پس ایسی قدرت حقیقتہً عدم القدرۃ
 ہے اور واجب تعالیٰ عظیم القدرۃ نہیں بلکہ قادر ہے یعنی چونکہ قادر ہے
 اس لئے سوئی کے سورخ سے تمام عالم کو نہیں نکالتا مگر قادر ہے کہ سو راخ
 کو بڑا کر دے یا عالم کو چھوٹا کر دے پس عوام الناس کی غلط فہمی ہے
 کہ شک کرتے ہیں کہ خدا ممتنعات اور محالات کے پیدا کرنے سے مجبور
 ہے حالانکہ امر بالکس ہے چونکہ قادر ہے اور قبح اور نقص اور عجز اور
 ممکن ہونا اور ممتنع ہونا یہ سب اس ذات اقدس و منزہ سے محال
 ہیں اور اضطرار و مجبوری بھی ذات مقدس میں نہیں ہے لہذا وہ
 علت موجبہ کسی معلول کے لئے نہیں ہے مثل آگ کے کہ وہ علت موجبہ
 ہے کہ جلادینا اس کو لازماً اور واجب ہے بلکہ باری تعالیٰ علت موثرہ
 ہے معلول میں علت موثرہ میں قصد و ارادہ و اختیار و مشیت کو

دخل ہے اور علت موجبہ میں قصد و اختیار کو دخل نہیں علت موجبہ
غیر ذی حس چیز موتی ہے بلکہ علت مختار سے فعل و ترک و ولون ہو سکتے ہیں
اور فاعل موجب سے فعل ضروری ہے اور ترک اوس فعل کا اوس سے
مکن نہیں مختار سے تاخیر فعل ہو سکتی ہے اور موجب مضطر سے تاخیر نہیں
ہو سکتی۔ اور حق یہ ہے کہ آگ کو اگرچہ احراق لازم ہے مگر حقیقتہً و بالذات
یہ فعل آگ کا نہیں آگ فاعل اثر حقیقتہً نہیں مگر علت موثرہ کے سمجھنے کے لئے
علت موجبہ بھی ایک اصطلاح قرار پائی ہے اور اوس کے لئے مثال آگ کے
دیجاتی ہے والا حقیقتہً کوئی علت با استقلال موجبہ نہیں اور اگر باری تعالیٰ
علت موجبہ ہو کسی معلول کی یا تمام عالم کی تو بوجہ باری تعالیٰ ساتھ ہی
معلول یعنی تمام عالم بھی چاہئے موجود ہو اور وجہ علت قدیم ہے ازلی ہے
نہ معلول بھی یعنی تمام عالم بھی قدیم ہو گا حالانکہ سوائے وجہ الوجود
کے کوئی قدیم نہیں ممکن قدیم نہیں ہوتا بلکہ بالبداهت ہم دیکھتے ہیں کہ آج
کل جو پیدا ہو رہے ہیں وہ یقیناً قدیم نہیں ہیں حادث ہیں تو ایسا ہی پرست
اور بار سال کی پیدا کئے ہوئے بھی حادث ہیں اور ایسا ہی زمان ماضی لمبدا
کی چیزیں نیز

پس ایسا ہی تمام عالم ہے حادث یومی اور حوادث قبل از طوفان
نوح اور حوادث قبل خلقت جن و انس میں کوئی فرق نہیں کہ جسکی وجہ سے

عالم قدیم ہو یا بعضے عالم قدیم ہو اگر بعض چیز عالم میں سے بھی قدیم ہو تو
 جائے دوسری چیز ہی بلکہ تمام عالم قدیم ہو اس لئے کہ ممکن کو ممکن سے
 از روے وجود کے کوئی تفرقہ و امتیاز نہیں ب مساوی ہیں از روئے
 وجود و عدم و احتیاج بغیر کے پس ایک کو از روے وجود کے دوسرے کے
 ترجیح ہونی چاہئے تاکہ ایک کا وجود دوسرے پر اعلیٰ و اقدم ہو وہ
 باعث تقدم و سبب مرجع یعنی مرجع صرف وجود علت نہیں ہے تا وہ علت
 سوجہ ہو اور معلول وجود علت کے ساتھ ہی وجود میں آوے بلکہ
 مرجع اس کا ارادہ و اختیار و مشیت و قدرت و علم ہے جو اس علت تا
 سوثرہ میں پایا جاتا ہے جب چاہے پیدا کرے جب چاہے پیدا نہ کرے
 ہاں علت تمامہ سوثرہ سے معلول فوری وجود میں آئیگا جب کوئی مانع
 نہ ہو اور کل شرائط پائے جائیں مثلاً جب واجب تھا ہے نے ارادہ
 کیا اور داعی اور مشیت و مصلحت و وقت وغیرہ سب پائے جائیں
 تو معلول ضرور پایا جائیگا۔ اگر ارادہ و اختیار اس کو نہ ہو تو وہ مجبور
 ہوگا اور مجبور محتاج غیر کا ہوتا ہے پس واجب الوجود ممکن ہو جائیگا
 اس سے ثابت ہوا کہ وہ عاجز نہیں کہ مقدور شے کو پیدا نہ کر سکے اور وہ
 مجبور و مضطر نہیں کہ مقدور شے کو بے ارادہ و مشیت کے فوری و ضروری
 مثل جلا دینے آگ کے پیدا کر دے کہ بوجہ علت معلول ضرور فوری

وجود میں آجائے وہ معذور و معطل نہیں کہ محالات سے اختیار فرضی کو
 متعلق کر دے تا محالات کو ممکنات بنانا چاہے - اور اگر ایسا ہوگا یعنی
 موجب ہو تو معلوم ہوا کہ خالق عالم کا اور علت معلول کی کوئی اور ہے
 اور یہ خدا ایک ذریعہ ہو گیا ہے مثل آکے کے کہ جب آلہ علت فاعلی کی طرف
 سے معلول پر واقع ہو تو ضرور علی الہ کا ہوگا اور ایسا ہی نہیں ہے
 کہ واجب تعالیٰ بعض ممکنات پر قدرت رکھتا ہے بلکہ وہ قادر ہے ہر شے
 پر جو وجود میں آنے کے قابل ہو یعنی سوائے محال کے ہر شے اوس کی
 قدرت میں ہے حتیٰ افعال عباد پر ہی قدرت و تسلط ادا سکو ہے
 اسکا بیان آئیگانہ یہ کہ اوس نے صرف ایک کو پیدا کیا و بس پر دوسرے کو
 پیدا کرنے سے مجبور رہ گیا ایک سے کئی چیزیں نہیں پیدا ہوتیں جیسا کہ
 بعض فلاسفہ والے کہ وہ حقیقتہً کامل فلاسفہ دان نہیں ہیں اس کے
 قائل ہوئے ہیں حالانکہ یہ محض بے عقلی ہے اور نہ یہ کہ اکثر ممکنات و
 سفودات پر واجب تعالیٰ قادر ہے اور بعض موجودات
 ممکنات پر باوجود مقدوریت کے واجب تعالیٰ قادر نہیں ہے
 جیسا کہ بعض اس کے بھی قائل ہوئے ہیں کہ یہ بھی خلاف عقل ہے
 اور ہم نے خوف طوالت ان سب باتوں کو ترک کیا اور کتاب سائل
 اعتقاد یہ میں کہہ تفصیلاً ہم لکھ چکے ہیں *

بلکہ وہ قادر مطلق ہے قدرت اوسکی عام ہے کل مقدورات پر
 قدرت ہے نہیں ہو سکتا کہ شے اگر متنع الوجود بالذات اور محال ہو
 یعنی ممکن الوجود بالذات ہو اور اس پر قدرت واجب الوجود بالذات
 ہو کیونکہ ممکن قابل قدرت غیر ہوتا ہے والا ممکن ممکن نہ ہو سکتا واجب الوجود
 بالذات ہو جائیگا حالت اسکائیت میں اور یہ محال ہے۔ اور جب
 قابل قدرت غیر ہے تو یہ ثابت ہو چکا کہ ممکن ممکن کو وجود میں نہیں
 لاتا ہے بلکہ جمیع ممکنات محتاج واجب الوجود بالذات کے ہیں پس کل
 ممکنات مقدور ہونگے واجب الوجود بالذات قادر علی الاطلاق کے
 اس لئے کہ سب کی احتیاج اوسی کی طرف ہے یہ ثابت ہو چکا ہے اگر قدرت
 واجب الوجود بالذات کو جن ممکنات پر ہو تو وہ ممکن مقدور ہی نہیں
 ہے یا واجب ہے یا متنع اور حالانکہ مانا ہوا ہے اور ثابت ہو چکا ہے
 کہ ممکن ہے تو بلا شک مقدور بھی ہے۔ علاوہ برین اگر بعض مقدور
 یعنی بعض ممکنات پر واجب تعالیٰ کا قادر ہونا ثابت ہو جیسا کہ خصم
 بھی اسکا مقرو معترف ہے تو واجب و ضرور ہے کہ قادر ہو کل مقدور
 بر اس لئے کہ مقدور ہونے کا باعث بعض ممکنات میں سوائے
 اسکان کے اور کوئی چیز نہیں ہے اس لئے کہ واجب اور متنع مقدور
 نہیں ہے جیسا کہ گذرا اور جب صرف اسکان ہی باعث مقدوریت

ممکنات ہے تو امکان ایسی صفت ہے کہ وہ مشترک ہے تمام ممکنات میں
 برابر صفت امکان کلی شکاک نہیں یعنی گھٹ بڑہ نہیں ہوتی جیسا کہ مکرراً
 گذرا پس کل ممکنات صفت مقدوریت میں برابر ہوں گے تو ایسی صورت
 میں واجب تعالیٰ اگر بعض پر قادر ہوا اور بعض پر نہ تو سمجھنا چاہئے
 کہ بعض کے ساتھ قدرت کو شامل کرنے والا کون ہے اور بعض دوسرے
 کے ساتھ قدرت کو رد کرنے والا اور منع کرنے والا کون ہے یعنی مخصوص
 وجہ قدرت بعض کے ساتھ اور مخصوص عدم قدرت بعض کے ساتھ
 کیا چیز ہے وہ حال سے خالی نہیں یا مخصوص خود مقذورات کی ذات ہے
 یا ذات واجب تعالیٰ کہ جو ممکن و مقدور کا غیر ہے نہیں ہو سکتا کہ ذات
 مقدور مخصوص ہو کیونکہ ابھی ثابت ہو چکا کہ مقدور ہونا اور ممکن ہونا
 سب ممکنات میں یکساں اور مشترک ہے تو تخصیص بلا مخصوص لازم
 آئیگی اور یہ محال ہے تو ضرور مخصوص اور مرجع اور بعض مقذورات کی
 تعیین کرنیوالی ذات واجب الوجود تعالیٰ شانہ ہوگی مگر ذات واجب
 تعالیٰ بھی مخصوص و مرجع نہیں ہو سکتی اس لئے کہ ذات واجب تعالیٰ
 مجرہ بسیط سب کی طرف نسبت مساوی رکھتی ہے باوجود تضاد و نسبت
 ترجیح بہ معنی دارد پس کوئی مخصوص ہوا اور بے مخصوص تخصیص محال
 ہے تو بعض کا مقدور ہونا ہی محال ہے اور بعض مقدور ہونا مسلم عدم ہر توکل کا مقدور ہونا

شاید صفحہ ۱۲۱

مستغرق کر کہ عدم جب کوئی چیز نہیں ہے تو کوئی
 اگر کوئی یوں کہے کہ عدم جو جو دنیا کیو کہہ سکتا ہے
 شے اور چیز کر دیا اور پھر اسکو موجود دیا کیونکہ خدا تعالیٰ خالق
 اور چیز نہیں ہو سکتا ہے بلکہ اگر کسی کا خالق نہیں ہے تو نہ خدا و
 کسی چیز کا نہیں ہے بلکہ اگر کسی کا خالق ضرور ہے اور نامتو ہو گا
 یوں کہ اگر مخلوق ہے تو کوئی خالق نہیں ہے تو ضرور بے کاو خالق
 کہ سوائے خدا کے کوئی خالق نہیں ہے مگر عدم خالق نہیں ہے عدم
 بجا عدم موجود ہوا اسے خدا کے بے گم عدم کو مسمیہ
 کے موجود ہونی چاہیے اس میں شک نہیں ہے مگر عدم کو مسمیہ
 بنایا اور اسکو یوں سمجھا جائے کہ خلق نامکمل ان کے لئے
 ان اشیاء کو یعنی جو چیز خالق کے اور جو شے مسمیہ
 یعنی اس پر قدرت ہو سکتا ہے تو وہ کسی وجود

عدم ہو یا وہ شے موجود ہو کیونکہ
 وجود اور عدم دونوں شے ہیں اور چیز میں اگر
 عدم کو شے نہ کہ لیکن تو عدم کو عدم بھی نہ کہ لیکن
 عدم کو عدم کہتے ہیں اور یہ بھی جانتے ہیں کہ عدم کو
 بیات و وجود کے مقابل ہونے کی بات اور عدم کی تعریف
 جانتے ہیں مگر عدم کو مسمیہ کہتے ہیں اور مسمیہ کو
 جانتے ہیں تو جانتا جائے کہ مسمیہ وجود کے برابری اور مسمیہ
 یا معلوم بالقوة والا کما عدم معلوم بالفعل
 عدم و مسمیہ مطلق کے جانتے ہیں تو معلوم کی قسم اور وجود
 یعنی غیر کان یعنی ہونے والا اور عدم
 ہے عدم کی ذات

ہر شے کی نسبت
 کو ہم پہنچا کر
 یعنی معدوم معلوم الصفات اور
 مجہول الذات ہے پس معدوم موجود ذہنی کی فرد ہے
 خواہ موجود ذہنی بالفعل کی فرد ہو خواہ موجود ذہنی بالقوہ کی فرد ہو
 خواہ موجود ذہنی بافعل کی فرد ہو خواہ ذہنا بالفعل خواہ
 کیو نکہ اس کی نشان سے معلوم ہوا ہے خواہ ذہنا بالفعل ہو
 یا قوہ یعنی ذہن میں موجود نہ ہونے کے لیے یہ ایک سوال
 صلاحت اور اس کے لیے کہ معدوم درشتے ہے یا ایک سوال
 غلط قرار دینے میں اور اس کی دو تہیں کہتے ہیں کہ تہیں
 متفق در مسئلہ معدوم ممکن ہے کہ بعض کے اندیش کی تہیں
 کہتے ہیں تو جو حال معدوم ممکن کہتے ہیں یعنی شے معلوم
 کی تہیں موجود اور معدوم ممکن کہتے ہیں تو جو حال
 کی تہیں فی نفسہ بھی نہ تو وہ معدوم متفق اور حال ہے یا اس کو
 اگر تہیں فی نفسہ بھی نہ تو وہ معدوم متفق اور حال ہے یا اس کو
 کسی صورت پر دیا اعتبار کی فی نفسہ ہو تو ایسی معلوم
 حقیقی کو ثابت کہتے ہیں اور ثابت ہوا ہے
 ہے یا اس کو

یعنی جس کے
 ہونا اور یا جانا خارج میں نہیں ہوتا
 تو وہ معدوم ممکن ہے یا معدوم متفق پس جب کہ
 ہمارے اذہان تھو اور اظہار تھو شے معدوم کو اس طرح
 سمجھتے ہیں اور شے موجود شے معدوم کو اس طرح
 ہیں کہ معدوم متفق کو بھی سمجھتے ہیں اور معدوم ممکن کو متفق
 جانتے ہیں یعنی ادراک حال اس کے اوصاف کر دے اور اس کے حال
 سمجھ لیتے ہیں اور ادراک شے کا تصور کر کے تہیں ادراک ہو
 غیر موجود فی الخائب اور غیر ممکن کی صفت کہ تہیں ادراک ہو
 میں تو معدوم ممکن کو بدوہ اس کے سمجھتے ہیں کیونکہ معدوم اور
 عدم کا تصور یہی ہے پس خداوند کرم کی شے معدوم کا
 علم بدوہ اس کے ہے اور اس کو علم معدوم ممکن کا بھی ہے اور
 معدوم متفق کا بھی ہے لہذا حق احوال علم سے اس کا
 انکار تو نہ کرے گا کیونکہ مافی التہنیں کہ اس کا
 ہے اور یہ معلوم

ہو چکا ہے کہ
 ہر اسے حال کے سبب مفقود نہیں
 یعنی ممکن موجود اور ممکن معدوم مفقود نہیں اسے قدرت
 قادر کا خلق ہو سکتا ہے کیونکہ غیر مفقود ہونے کے حال اور غیب
 اور مفقود ہونے کے ممکن ہے خواہ بالفعل موجود ہو یا بالفعل معدوم ہو مگر
 صلاحیت و استعداد موجود ہونے کی اور ممکن کہ اگرچہ اسوقت علم
 حال کو ہے نہ معدوم ممکن کو بلکہ معدوم ممکن کو بھی اور سب سے
 غیر ضروری ہے مگر لیاقت وجود غیر ضروری کی بھی اور سب سے
 پس البتہ معدوم کو سب سے وجود اور عدم دونوں کی لیاقت حاصل ہو
 اور دونوں کیا یقین اس کی ذات بت ساز ہی میں بالفعل وجود
 ذات خود چاہتی ہو وجود اور عدم کو اور ایک ہی آن میں بالفعل وجود
 ہونا اور بالفعل معدوم نہ ہونا ایک ہی شے کا ایک ہی شے اور اختیار
 سے محال ہے تو کہیں موجود ہوگی کہیں معدوم ہوگی اور
 اس کی خود ذات اور طبیعت دونوں
 کو یکجا چاہی ہے

ہر اسے کسی شے کو اور معاون کے خود ہی نہ صرف
 کہ جس حال میں اس شے کی خود ذات وجود عدم دونوں کو
 ہر اسے چاہیے اور اسی حال میں ایک وقت میں صرف وجود کو یا
 صرف عدم کو اختیار کرے کہ انقضائے طبعی اور اختیار ذاتی
 اس شے سے ہو سکتا ہے کیونکہ قادر غفار کی طرقت سے
 ہر اسے نہیں میں اور وہ شے مفقود اور قابل فعل ہو کر قادر کا
 صرف عدم بھی کسی قادر کی طرقت سے ہے اور غرض وجود بھی کسی
 قادر کی طرقت سے ہو گا اور ذاتی طرقت کی طرقت سے
 اختیار بریل ثابت ہے تو خود اس طرقت سے اپنی
 قدرت کو اس شے معدوم کو
 عدم کی

صفت کتاب
 اور جو وجود کی صفت دیگا مستور ہے۔ ضرور
 قادر علی الاطلاق کی قدرت منہرنا حال ہے۔ ضرور
 شے مقدور برائے قادر کی قدرت ہی اور جب قادر کی قدرت
 میں شے معدوم ممکن مقدر ہے تو اور سب قدرت ظاہر ہو جانا
 مستغیب و مستور نہیں ہے بلکہ ضرور نہیں ہو تو محال و خلاف عقل
 ہے پس شے معدوم کو غائب مانا جاوے کہ اس واسطے
 اور موجود کر گیا اور چونکہ برائے غلیظ مانا جاوے کہ اس واسطے
 کوئی واسطہ قادر قادر خالق نہیں ہے تو اسی نے شے معدوم کو
 موجود کیا اور کرنا ہے اور کر گیا اور معدوم کیا اور کرنا ہے اور کر گیا
 وہو المطلوب اور الباء نہ سمجھا جائے کہ جو شے معدوم ہے
 وہ حقیقتہً معدوم غرض ہے نہ شے جسے چاہیں ہے حالانکہ وہ
 شے بالائے نہیں ہے شے کہ حال بجا شے ہے
 شے کہ نہیں ہے بلکہ علم موجود کر

اور جو وجود نہیں
 ہے اسے نزدیک شے نہیں ہے
 اور شے نزدیک نہیں ہے کہ وجود عدم شے کی صفت نہیں ہے
 شے یعنی مابیت کی خانہ چیرین میں اور نہ خود شے میں لا
 کڑ سے خانہ چیر سے جب لغتاً وجود کہیں تو سمجھا جائے
 کہ ذات بحیثیت صفت غنی ہے یا جب لغتاً عدم کہیں تو سمجھا
 جائے کہ ذات بحیثیت صفت عدم ہے پس صفت وجود اور
 صفت عدم دونوں سے مابیت سمرا ہو سکتی ہے یعنی غرض
 مابیت حقیقتہً و غیر تہ ذات و طبیعت نہ وجود ہے نہ عدم ہی
 بلکہ نصف جو ارض وجود و عدم ہو سکتی ہے پس وجود و عدم
 نہیں ہوتا ہے مابیت موجود و عدم کے ساتھ تادبارہ ہو جاتا
 ہوتا لازم آئے اور نہ مابیت معدوم کے ساتھ
 تاکار اجماع وجود و عدم لازم آئے
 اور عدم مابیت

[illegible]

قدرت خفین سے تو غلت و غورہ یعنی قادر عالم اودس
 شے کو خفین کرنا ہے اگر شے کی ایک ہیست اور قدرت
 ہونی تو قادر علی الاطلاق کی قدرت اور اس سے متعلق ہونی
 اور وہ طبیعت مخلوق اور شے محض ہم کو کون کو معلوم نہیں ہے
 کو خفین کا معنی ہے کہ تو معلوم ہے حالانکہ شے تو عین الوجود
 والہم کو ممکن ہے کہ ہم کو بھی جان لیکن شے تو عین الوجود
 کے بغیر زندہ دینا اور نہیں کوئی کر سکتے ہم کو کون کو
 بھی دیکھتے وجود ہونے والی معلوم ہو سکتی ہے وہ شے
 محض بطور شے نصف وجود کے ہو سکتی ہے وہ شے
 اس کے ہم کو کون کو بھی زمانہ میں اور وجود و عدم بھی نہیں
 وجود و عدم بھی زمانہ ہے تو اس کے ہم کو کون کو
 اس کے زمانہ کے طور پر بھیجا جائے
 میں تو کون کو کون

۱۵
 رانی معلوم ہوگی
 جب تک کہ انقلاب نہیں آتا تب تک
 جسے موجود و نقصت ہو جو کہ بھی بطور محسوسات کے
 نہیں دیکھتے یہاں تک کہ وجود عدم مقولات تا ناسیت
 اور خود نشے بدون الحاقا نشیت کے مقولات اور اس
 بے اور مقولات تا ناسیت کا تخلف حاجت میں نہیں ہو سکتا
 پس بعد وجود کے بھی موجود و نقصت اور خالق و مخلوق
 معلوم کرتے ہیں ایک بدون حالت نقصت اور خالق و مخلوق
 باوجود دنیا و نسبت و عینیت انصاف ہو جو درستی و زیار
 اگر کوئی کہے کہ نقصت نشے کو عالم غیر زانی یعنی عالم ہم میں
 اور نفس الامر میں قرار دیا خالق نشے کو کیونکہ وہ بوجوب ہے
 طبعان نشیت کے نوہ نشے لائے غنی۔ نہ جواب ہے
 کہ عالم غیر زانی میں لائیت کی قابلیت از نشیت کی
 لائیت کو تصور کرنا خطبہ کی کیا کہ
 قابلیت اور لائیت

۱۶
 لو غیر زانیہ میں زائد کو تصور کرنا اور
 محسوس کرنا تا ناسیت یعنی ملا و نشے کو عدم کو لگائی لائیت
 نہیں کہ لائیت میں لائیت وہ بے لائیت جو کہ لائیت
 کسی اور سے لائیت کی بغیر اور لائیت سے لائیت
 ہو سکتا ہے لائیت اسکا انصاف سے خارج ہے اور اسکا تصور نہیں
 انصاف ہی حال ہے حالانکہ حال کا وجود دنیا ہو ناسیت
 اور لائیت محال بھی نہیں ہے کچھ بھی نہیں ہے نہ کیونکہ
 اسکا وجود دنیا ہو ناسیت سے لائیت سے بغیر کرنا بھی غلط ہے
 کہ لائیت کو بھی نہیں ہے پس اگر فرض یا نسبت عدم ہی
 نشے میں ہو سکتا ہے کہ لائیت میں لائیت یا نسبت عدم ہی
 پس لائیت میں نسبت بھی پیدا ہو تا بغیر ممکن ہے نہ جواب
 کسی نسبت کا یا جا سکتے ہو جو وجود اسکا عالم کے
 مابین فرضی عدم نہیں اور وہاں
 وجود کی صورت نہ ہوگا

اور شے معدوم
امکان عالم کے مرتبہ میں ضروری الوجود
مہین اور ادسا عدم نسبت غیبیہ پس جبکہ عدم
سکوت غیبیہ ایسی حالت میں سکوت کو کرنا اجتماع اللہ فیہ
اور لازم محال ہے سکوت عقلی میں کلام عقلی محال ہے پس
اس سے چھوٹا آشکار ہو گیا کہ لا شے بعض ذہنا و غائب
شے نقد و نہیں یعنی وہ کوئی شے سے قدرت
جب نہیں کہہ سکتے ہیں تو ایسی فرضی شے سے قدرت
باری خالص لا عقلی نہیں ہو سکتے بلکہ شے محال کو عقلی
مہین ہے جبکہ لا شے کو بیکار لا شے اور محال ہو قدرت
سے بدبو اور لا عقلی نہیں ہے کہ بیکار لا شے اور محال ہو قدرت
حقیقت عدم القدرۃ منطلق ہوئی ہے
محال پر عدم القدرۃ منطلق ہوئی ہے
نہ و ظاہر الہامی

اگر کوئی کہے کہ
 ہر شے میں ممکن ہے تو
 ممکن ہے وہ مفقود ہے اور نہیں
 ممکن ہے تو اس کی قدرت ہر اشیاء میں تو
 ممکن ہے تو وہ عادل ہے اور نہ وہ غیر
 ممکن ہے ناقص ہے حالانکہ ممکن
 ہے وہ ہر شے میں عیب سے وہ پاک ہے تو اس سے
 ممکن ہے تو اس کی قدرت ممکن نہیں ہوتی
 ہوا کہ ذات باری تعالیٰ ناقص ہے یا عیب
 تو اس کا جواب یہ ہے کہ عیب و نقص
 مفقود ممکن ہے عیب و نقص
 ذاتی قدرت ہے

[illegible]

فصلان لازم ہیں
 اثبات عدم القدرۃ سے نقصان
 لازم آتا ہے اور عقائد کے وجود کا ضروریہ بہ نسبت
 ذات خدا سے قدرت الخ قدرت نہیں ہے اور بہ نسبت عقود
 مع اعتبار ہی ہے لہذا اس کی ذات کی مجہوریت بھی لازم نہیں آتی کہ
 وہ خود اپنے اختیار سے ناک فی حق ہے اور ترک بھی قدرت پر اور
 خلق قدرت کو اتنی وقوع عقود نہیں ہے اور اس کا خلق حرکت
 عالی نہیں اور قیچ میں کہ حرکت نہیں کوئی یقینی نہیں بلکہ وہ قیچ کا لادہ
 بھی نہیں کہ کتابے کو نہ لادہ قیچ بھی قیچ ہے اور ارادہ صفت پر
 ہی ارادہ کی اسکی صفت قیچ نہیں ہے اور قیچ کے ارادہ کو خواہ
 کہ خدا راضی نہیں ہے کہ ان نفس ارادہ پر سر نہیں دیتا ہے
 اور اس نقص و عجز مانی کے الّا بعد کتاب قیچ۔

نزدیک مسلم ہونا چاہئے پس ثابت ہوا کہ کل ممکنات متحد و رہتہ جب
تعالیٰ کا اور واجب تعالیٰ کو قدرت سب شے پر برابر عموماً ہے تو
وہ ہر شے پر قادر ہے اس لئے کہ جب امکان ساری ہے جمیع میں تو تعلق
قدرت جمیع میں ہونا چاہئے کیونکہ امکان ہی باعث ہے قدرت کو اور خود
قدرت ہی وجودی شے ہے یعنی ہونے کی صلاحیت اس میں سے تو
امکان عام کے تحت میں داخل ہوگا تو اس سے بھی ثابت ہوا کہ ممکنہ الوجود
عقلاً کے ساتھ متعلق ہوگی والا قدرت امکان کی فرد رہے گی ممکنہ
و محال ہو جائیگی ہفت اور اذین قبیل ہت سے دلائل عقلیہ متعلق
قدرت کے ہیں علاوہ نقلیہ کے نقلیہ کا ذکر آئندہ آئیگا اور عقلیہ سمجھنے
والے کے لئے اس قدر بس ہے رسالہ مختصرہ میں ہم طول دینا نہیں
چاہئے ہیں

۵۔ ۵۔ عالم ہے علم کے معنی یعنی جانتا اور اسکی تقسیمین متقدما
کے بیان سے معلوم کرنا چاہئے مگر بیان پر پہلے یہ سمجھ لینا چاہئے کہ علم
واجب تعالیٰ کا ممکنات کے علم کے طور پر نہیں ہے ہم لوگوں کا علم اور
قسم کا ہے اور اسکو علم اور قسم کا ہے اسکے بیان کے لئے اتنا ہی
کفایت کرنا ہے کہ جو انسان مثلاً عالم کسی ایک چیز کا نہ تھا پیرا و سکو و
چیز جو مجھول بھی ظاہر ہو گئی تو اس انسان کو ایک حالت ایسی

پیدا ہوتی ہے کہ پہلے وہ حالت نہ تھی یعنی ظہور اس مجہول کا پہلے نہ تھا
 اب ہو گیا ہے یعنی یہ علم حادث ہے ظہور شیا و انکشاف شیا و اس
 ممکن کو نیا پیدا ہوا کہ پہلے نہ تھا۔ اور واجب الوجود تعالیٰ کو ظہور
 الاشیا و انکشاف الاشیا و اس طرح کا نہیں ہے کہ پہلے نہ تھا اب
 ہو گیا بلکہ اسکی ذات کو ظاہر ہے اور تھا اور ظاہر رہیگا انکشاف ہوا
 اور رہیگا ہمیشہ ازلا وابد کسی طرح کا تغیر اس کے علم میں نہیں ہوتا کوئی
 حالت قبل العلم اور بعد العلم علیہ علیہ نہیں ہوتی اور قبلتہ علم اور
 بعدتہ علم اسکی ذات کو نہیں ہوتی اور کوئی اور کوئی چیز اس کے
 علم سے چھوٹ نہیں جاتی علم اسکا عام اور تمام ہے اور پورا ہے کس
 شیا کو اور حقیقت کو جانے ہوا ہے اور اس علم کی وجہ سے اس میں
 کوئی تغیر کوئی حالت کوئی صفت نہیں پیدا ہوتی اسکی ذات غیر علم
 نہیں ہے۔ علم اس کا غیر اسکی ذات کا نہیں صفت علم عین ذات
 باری تعالیٰ ہے۔ اب اسکو یوں سمجھنا چاہئے کہ وجہ تعالیٰ قادر مختار
 ہے اور جو قادر مختار ہے وہ عالم ہے پس وجہ تعالیٰ عالم ہے لیکن
 صغریٰ یعنی پہلا جلد ثابت ہو چکا کہ وہ علت سبب ممکنات کے لئے نہیں ہے
 بلکہ علت ہے بالا اختیار و الارادۃ سبب ممکنات کے لئے۔ اور ثبوت
 کبرئے کا یعنی جلد ثانیہ کا یہ ہے کہ کوئی مختار کوئی فعل بے ارادہ و قصد

ہنیں کرنا یعنی بے قصد اور اختیار و مشیت خود ہر شے نہیں کرنا اور ظاہر ہو کہ اختیار و قصد تعالیٰ
 لاعلمی و بے حواسی میں معدوم ہو تو اختیار و قصد علم کو ساتھ ہوتا ہے۔ اور یہ بھی ظاہر
 ہے اور جب معجزے اور کبرے یعنی دونوں جملہ ظاہر و واضح ہوئے
 تو نتیجہ اسکا بھی ظاہر و روشن ہے کہ واجب تعالیٰ عالم ہے اور یہی
 مطلوب ہے علاوہ اس کے واجب تعالیٰ خالق بارادہ و قصد ہے
 اس میں شک نہیں کہ ثابت ہو چکا ہے اور ارادہ و قصد بے اور ک
 و علم فعل کے نہیں ہوتا کیونکہ قصد موقوف ہے ہوش و حواس پر و
 الا فعل اضطراری و اختیاری میں کوئی فرق نہ ہوگا تو اگر بارادہ و قصد
 فاعل ہے پس بعلم فاعل ہوگا *

مسئلہ علم کے متعلق

جب علم باری تعالیٰ کا ثابت و متحقق ہے تو جانا چاہئے کہ وہ اپنی
 ذات کو بھی جانتا ہے اگر اپنے کو نہ جانتا ہو تو غیر کو بدرجہ اولیٰ نہ جانتا
 اس لئے کہ اپنا علم مقدم تر اور اسہل و قریب تر ہے بہ نسبت غیب کے۔ اگر
 کھا جائے کہ وہ اپنے کو اگر جانے تو محال لازم آئے گا اس لئے کہ علم اضافتہ
 ہے عالم و معلوم کے درمیان میں یا لازم اضافتہ بین العالم و المعلوم

اور عالم معلوم میں مغائرۃ ضرور ہے تو وہ خدا ہو جائیگے ایک حیثیت سے کہ وہ جانتا ہے اور دوسرا اس اعتبار سے کہ وہ جانا گیا ہے اور اثبات توحید اس مطلب کو باطل کرتا ہے تو کہیں لگا کہ مغائرۃ کی دو قسمیں ہیں ایک از رو سے ذات مغائرۃ ہوتی ہے یعنی دو ذات ہوں یہ مغائرۃ درمیان دو ذات کے ہوتی ہے۔ اور دوسری قسم مغائرۃ کی یہ ہے کہ از رو سے ذات کے مغائرۃ نہ ہو بلکہ ذات ایک ہی ہو بلکہ کسی اعتبار کی رو سے ہو اور یہاں پر مغائرۃ اعتبار ہی ہے یعنی ایک ہی شے اس حیثیت سے کہ عالم ہے اور اس حیثیت سے کہ معلوم ہے ہر قدر مغائرۃ ہوتی ہے اس سے نہیں لازم آیا کہ حقیقتہً اور ذاتاً دو شے ہوں نیز

غیر بر قدرت رکھنے سے ثابت ہو چکا کہ اپنے غیر کو بھی جانتا ہے اگر کھا جائے کہ اگر غیر کو جانیکا تو یا ہے کہ سب اغیار کو یعنی سب ممکنات کو جانے والا ترجیح بلا مرجح لازم ایلی اور سب کو جانیکا تو موجودات کی ذاتیں مختلف ہیں پس اگر ایک غیر کو اغیار میں سے جانیکا تو سب اغیار کو جانیکا جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا اور سب ممکنات کے جاننے سے علم اسکا مختلف ہوگا کیونکہ معلوم کے اختلاف سے علم میں اختلاف ہوتا ہے یعنی کسی قسم کا علم ہوگا۔ اور علم خدا عین ذات خدا ہے تو خدا کی ہر ذاتیں

ہوں گی بلکہ بعد ممکنات خدا بھی اویس قدر محدود و متعدد ہوگا تو یا
یہ کہ علم خدا عین ذات خدا ہو یا خدا ایک ہونگے ہوں تو کہوں گا کہ معلوم
کی صورت میں مختلف اس کے علم میں نہیں ہوتے یعنی معلومات کے
اختلاف سے اس کا علم مختلف طور کا نہیں ہوتا علم اس کا ایک ہی رہتا
ہے اس لئے کہ علم اضافتہ بین العالم والمعلوم اگر ہے تو اضافتہ علم کی
سب معلومات کی طرف مساوی ہے والا ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی اور
جب اضافتہ یعنی لگاؤ معلومات کی طرف مساوی ہے تو صورتیں علم کی
مختلف و مغائر ایک دوسری کی ہونگی یعنی مغائرہ خارجیہ ہونگی بلکہ مغائرہ
ذہنیہ ہونگی۔ اور مغائرہ ذہنیہ مغائرہ اعتباریہ ہے تو یہ مغائرہ
اعتباریہ باعث اسکی ہونگی کہ ایک ذات عالم کئی ذات ہو جائے
جیسا کہ ہم نے جب اپنے نفس کو جانا تو پہلری صورت علمیہ مغائرہ ہماری
ذات کے نہیں ہوئی۔ اور جب ہم اپنی صورت علمیہ کو جانتے ہیں تو باعتبار
دوسری صورت علمیہ کے ہم اول صورت علمیہ کو نہیں جانتے بلکہ ایک ہی
صورت علمیہ رہتی ہے والا ہمارے ذہن میں صورت کی صورت کی صورت
کی صورت کے جاننے سے چاہئے کہ بہت سی صورتیں ہماری یا
ایک معلوم کی جمع ہو جائیں اور یہ خلاف ہے پس جب ہماری یہ حالت
ہے تو اس موجود موثر کو بدرجہ اولیٰ ایسی حالت ہونگی کیونکہ نسبت حصول

صورت کی بلکہ نسبت حضور و ظہور شئی اوس موجود موثر کی طرف اوسے
 اور اشد اور اتقے ہمارے حصول صورت کے نسبت سے ہے۔ اور
 جب اوسکا علم سب کے ساتھ مساوی ہے تو علم اوسکا شدید اور
 ضعیف یا گھٹ بڑھ یا مقدم و موخر بنیں ہوتا ہے تا بہت پیلیزوں کے
 جاننے سے بہت سی حالتیں اوس میں پیدا ہو جاتیں *
 جسے موجودات میں سب ایک رتبہ امکانیت میں ممکن ہو چکا
 گذرا اور ممکن کے لئے علت ضرور ہے اور ایک کی جو علت ہے وہی
 سبکی علت ہے یہ سب مذکور ہو چکا ہے سابق میں اور واجب تھا
 کو اپنا علم ہے یعنی علت کا علم ہے اور علت کے علم کو لازم ہے کہ حلال
 کو بھی جانتے والا علت کو نہیں جانتا ہے کیونکہ علت یکا ہے علت لامحالہ
 کسی معلول کی ہے لامحالہ اس قدر تو علت کا علم ضرور ہونا چاہئے اور
 جب وہ موثر ہے کل میں تو اوسکو علت کا علم ہی ہے تو معلول کو خوب
 سمجھتا ہے اور جمیع موجودات معلول ہیں تو جمیع موجودات معلوم
 ہیں۔ پس جانتا چاہئے کہ واجب تھا نے جیسا کہ موجود تھا اوس
 حالت میں کہ کوئی نہ تھا ویسا ہی عالم تھا جب کوئی نہ تھا اور ہمیشہ
 سے جانتا ہے اور ہمیشہ جانتا رہیگا کبھی علم سے خالی نہیں کیونکہ
 علم اوسکا عین ذات ہے اور تمام عالم و جملہ کائنات کو کایہ و خبریت

جانتا ہے ایک ذرہ کا ذرہ بھی اوس سے مخفی نہیں ہے سب اوس پر ظاہر
 ہیں بلکہ علم اوسکو اون چیزوں کا بھی ویسا ہی ہے جو آئندہ ظہور میں آئیں گے
 یعنی قبل وجود اشیاء اشعار کو جانتا ہے قبلت شے اور بعدت
 شے سے اوسکا علم یکساں ہی رہتا ہے علم میں اوس کے تغیر نہیں
 ہوتا علم اوسکا قدیم ہے اور اوسکا علم نہ حصولی ہے نہ محتاج حصول
 کا ہو اور علم اوسکا نہ حضوری ہے کہ حضور معلومات اوسکا عین ہو
 ہو جائے ہاں اس صورت میں اپنی ذات کا علم اوسکو البتہ حضوری کہ
 سکتے ہیں اور علم اوسکا حادث نہیں ہے اگر بعد وجود شے اور حین الفعل
 اوسکو علم ہو تو لازم آئیگا کہ پہلے اوس سے جاہل تھا اور کسی طرح سے
 اوس پر جہل روا نہیں محال ہے عقلاً اور نقلاً اور معدوم کو وہ اس طور سے
 جانتا ہے کہ فلان شے معدوم ہے وہ اوس طرح کی وجود میں آئیگی نہ
 یوں کہ عدم میں فلان شے اس طرح سے تا عدم میں وجود لازم آئے اور
 چونکہ واجب تعالیٰ زمانی اور مکانی نہیں ہے تو نسبت اوس کی سب
 جگہوں کے طرف برابر ہوگی قرب و بعد اوس کے نزدیک کوئی چیز نہیں اور
 ایسا ہی قرب و بعد زمانی اوس کے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے تو نسبت
 اوس کی سب زمانوں کی طرف برابر ہوگی پس سب موجودات چین
 و کابل و امریکہ و آسمان و عرش کے اور سب موجودات گزشتہ اور

حال اور آئندہ اوس کے نزدیک گویا یکجا اور بیک وقت ہیں گو میرے
 نزدیک بعضے آئندہ کہلاتے ہیں اور بعضے گزشتہ مگر اوس کے علم میں
 اور شونہ اور خواہد شد مساوی ہیں۔ اور علم اوسکا یکساں ہے اس لئے
 کہ جب علت ہونے کو علت تامہ موثرہ موجودہ کل عالم کا جانتا ہے تو
 علم علت کو علم معلول لازم ہے پس چاہئے کہ تمام معلومات معلومات
 ہوں والا اوسکو اپنی ہی ذات کا علم ہوگا پس یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ جانتا
 ہے تمام متجددات زمانی کو قبل اوس کے وجود کے زید کل پیدا ہوگا
 مگر وہ ہمیشہ سے جانتا ہے کہ زید فلان سال اور فلان زمینی پیدا ہوگا
 اگر کوئی یہاں پر یہ شبہ کرے کہ اگر علم واجب تعالیٰ کا متعلق ہو معدوم
 زمانی سے قبل اوس کے وجود کے اور وہ معدوم ممکن بالذات ہے چاہے
 پایا جائے چاہے نہ پایا جائے وجود و عدم کی نسبتہ اوس کی طرف برابر ہے
 اور جب علم اوسکا ایسے معدوم کے ساتھ متعلق ہو تو چاہئے کہ ضرور پایا
 یا جائے والا علم واجب تعالیٰ کا خلافت واقع کے ہوگا اور علم خلافت
 واقع جہل ہے اور خدا میں جہل محال و خلافت عقل ہے تو کہوں گا کہ علم
 اوسکو بیشک ضرور ہے مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ اس کے جاننے کی
 وجہ سے وہ معدوم ضرور ہوگا یعنی علم محض اوسکا علت وجود و معدوم
 ہے اسی علم نے اوس معدوم کو پیدا کر دیا کیونکہ اگر علم علت ہو تو وہ

شماره ۱۴۶

[illegible]

۴
 دین ادوی انبساط
 شغلات علمین گفتگو جاری می‌باشد
 عارض اور از ادب و ذرات پنهین است
 شبیه توایب پنهانی نیست هر صفت پنهانی است گفتگو
 پنهان بجای رالان و دیگران من تمام قضیه است گفتگو
 فصل نوی واجب ادم المراد کلامه
 قول معروفی اسلام
 زبانه

۱۲۔ کہ ان کے، جو وہاں قیام فرماتے ہیں، کو یہ خود کھانا پکانا ہوتا ہے۔ ۱۳۔

اپنے کو بھی جانتا ہے تو جانتے کہ واجب تعالیٰ کے وجود کی علت اوس کا علم
 ہو جائے حالانکہ یہ باطل ہے بلکہ یہ معنی ہے کہ علم اوس کا مطابق معلوم سے
 ہے کہ جو ابھی معدوم کہلاتا ہے پس جیسا کہ وہ پایا جائے گا آئندہ ویسا ہی
 وہ جانتا ہے بالفعل یعنی علم مطابق معلوم کی اور تابع معلوم کے ہی نہ بالعکس پس وہ معدوم
 جو ممکن بالذات ہے ممکن بالذات ہی رہا یا نہ علم کی مطابقت واجب
 نہوئی پس واجب جو شے نہوئی وہ غیر ہے اوس معدوم کا اور ممکن بالذات
 جو شے ہے وہ غیر ہے اوس مطابقت اور تابعیت کا پس ایک ہی شے
 واجب و ممکن نہوئی بلکہ واجب اور ہے اور ممکن اور ہے پس ایسا بھی
 ہوا کہ اجتماع واجب و امکان کا دو اعتبار وحیثیت سے ہوا ہوا کہ اس میں
 بھی کوئی قباحت نہیں بلکہ واجب اور شے ہے اور ممکن دوسری ہے
 پس یہ مسئلہ اور اس طرح کا مسئلہ بھی ضروری اسلام ہے - اور علم کے
 ثبوت میں دلائل بہت ہیں بخوف طول ترک کیا - وہ حی ہے بمعنی زندہ
 صیغۃ اسم فاعل ہے - سچا سچا حی اصل میں حال پوٹھا و او پڑا
 کنارہ لفظ میں بعد کسرہ کے لہذا واو کو یا کیا اور یا کو یا میں ادغام
 کیا اور اجتماع ساکنین ہوا الف اور یا میں الف کو گرا دیا سچا ہوا خدا
 پر حی کا اطلاق جز نکہ ہوا کرتا ہے اور لغوی معنی او سپرہنیں آسکتا پس
 اصطلاحاً خدا کو اس معنی میں حی کہتے ہیں کہ واجب الوجود کا قادر و عالم

ہونا محال نہیں ہے یعنی ہو سکتا ہے کہ قادر ہو عالم ہو یعنی اوس میں قدرت
و علم کی استعداد و قوت و امکان ہے اور یہ ثابت ہو چکا کہ قادر و عالم
یقینی پس جی ہو یقینی یعنی حیوہ باری تعالیٰ بمعنی اوس کی قدرت و علم کے ہے
استلزاماً والا حیوۃ لغوی مقابل میں مات کے ہے یعنی زندہ وہ ہے
جو آئندہ مر گیا بھی کہ حیوۃ کے لئے موت ضرور ہے۔ پس حیوہ اور مات
دونوں ضد ہیں آپس میں اور ایک شے میں دونوں ایک کر کے پائے
جاتے ہیں اور اس طرح صادق آنا جی کا خدا پر صحیح نہیں ہے تو کہتے ہیں
کہ وہ جی ہے یعنی قدرت و علم اوس میں پایا جاسکتا ہے یعنی قدرت و علم کی
قابلیت اوس میں ہے پس جی ہونے پر دلائل وہی ہیں جو قادر و عالم ہونے
پر کہے گئے ہیں

ارادہ یعنی خدا تعالیٰ مرید ہے یعنی ارادہ کرنے والا ہے یعنی ہر فعل کو
بقصد و ارادہ کرتا ہے اس لئے کہ وہ فاعل و مختار ہے اور فاعل مختار اگر
بے قصد کے فعل کرے تو وہ فاعل مضطر ہے نہ فاعل مختار حالانکہ فاعل
و قادر با اختیار ہونا ثابت ہو چکا اور ظاہر ہے کہ اگر با اختیار نہ ہو بلکہ
بے اختیار ہو تو مجبور و مضطر و بے اختیار قدیم نہیں حادث و ممکن ہوتا ہے
اور واجب الوجود ممکن و حادث نہیں قدیم ہے تو بلا شک فعل اوس کا
بقصد و ارادہ ہوتا ہے پس وہ مرید ہے جیسا کہ ہم لوگوں کا ارادہ ہے

کہ اپنی قدرت سے اور اختیار سے ہوتا ہے مگر واجب تعالیٰ کے اور بندوں کے ارادے میں فرق یہ ہے کہ ہم کو پہلے تصور اس مقصود و مراد کا ہوتا ہے نفیضاً ہو یا اجلاً بعد اس کے اس کا فائدہ تصور کیا جاتا ہے تو رغبت اس مقصود کے حاصل کرنیکی طرف ہوتی ہے پس اس کا نام ہے داعی اور باعث یعنی چاہنے والا اور برانگیختہ کرنے والا اور محرک یعنی حرکت دینے والا یعنی مادہ کرنیوالا اس فعل پر تا انکہ بعد عزم مصمم ہو چکا ہے پھر اس کام کو کرتے ہیں تو ہمارا ارادہ دفعۃً نہیں ہو سکتا بلکہ بتدریج و آہستہ آہستہ اور وجہ تعالیٰ کا ارادہ اس طور پر نہیں ہوتا بلکہ اس کا ارادہ اور قسم کا ہے اس کی دو حالتیں ہیں ایک ارادہ قدیم ہے اور ایک دوسری طرح کا ارادہ ہوتا ہے وہ حادث ہے وہ ارادہ کہ قدیم ہے اس کی دو صورتیں ہیں :

اول یہ کہ جانتا بند و نیکے افعال کی مصلحتوں کو کہ اس جاننے سے اس کے ترک پر فعل کو ترجیح ہو بھی وجہ ہے کہ بعضے فعل واجب تعالیٰ سے صادر ہوتے ہیں اور ترک نہیں کرتا اور بعضے فعل اس سے صادر نہیں ہوتے اور ترک کرتا ہے اس لئے کہ اس کے صادر ہونے کی ابھی مصلحت نہیں ہے جب مصلحت ہوگی صادر ہوگا مگر اس مصلحت کو پہلے سے سمجھنے ہوئے ہے پس ایک وقت جاہل ہستی کو پہناتا ہے اور دوسرے وقت میں

جامہ نیسی کو ایک تغیر صبح کو دوسرا تغیر شام کو ازین قبیل بہ نسبت تمام
حوادث زمانہ کے اون کے مصالح کو اور اون کے مفاسد کو پہلے سے معلوم
کئے ہوئے ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہو تو آئندہ سے اوکو جہل ہوگا اور جہالت
ذات واجب تعالیٰ میں خلاف عقل ہے اور ناروا اور پہلے سے اون کے
مصالح سے وہ ذات آگاہ اگر نہ ہو تو دنیا میں کوئی چیز وجود میں نہ آسکتی
تو تمام عالم بھی موجود نہ ہو سیکے گا پس ہر چیز کو جیسی وہ مصلحت سمجھتا ہے یکے
بعد دیگرے وجود میں لاتا ہے جب تک معدوم رہنا مصلحت ہے تو وجود
میں نہیں لاتا اس لئے کہ وہ عالم و دانا و بینا ہے اور ہر چیز کی مصلحت کو
بطور ظہور و وضوح سمجھے ہوئے ہے پس حکیم کا فعل مصلحت سے خالی
نہیں اگر مصلحت ذاتی اوکو نہ ہو تو وہ حکیم نہیں ہے اور حالانکہ وہ حکیم
علی الاطلاق ہے وہ بڑی حکمت والا ہے اور جب وہ پوری حکمت والا ہے
حکیم مطلق ہے دانا ہے بینا ہے یعنی عالم ہے یعنی ذات اقدس و بے نقصان
اوسکی کافی ہے چیزوں کی شناخت میں قبل اون چیزوں کے اور
بعد اون چیزوں کے اور ہر شے کی پہلائی برائی سے واقف بہت اچھی
طرح سے ہے کوئی چیز اوپر پوشیدہ و مخفی نہیں ہے تو ضرور ہر چیز کی مصلحت
کو جانتا ہے اور اسی مصلحت ذاتی کو داعی کہتے ہیں وہ داعی و باعث
شرک فعل کا ہو یا فعل کا ہو اور علم اوسکا عین ذات ہے یعنی اوس کے

نزدیک سب آشکار ہیں تو مصلحت دانی اوس کے نزدیک آشکار ہے توجہ
 حال علم کا ہے وہی حال مصلحت دانی یعنی ارادہ کا ہے پس ارادہ عین علم
 و قدرت ہے اور علم و قدرت عین ذات ہے تو ارادہ اس معنی سے عین ذات
 واجب الوجود ہے اور یہ ارادہ قدیم ہے عین واجب تعالیٰ ہے یاں اگر
 غیر ذات ہو تو قدیم ہوگا حادث ہوگا ذات واجب تعالیٰ پر زائد اور
 اوس سے علیحدہ ہوگا مگر ایسا نہیں ہے بلکہ قدیم ہے اور عین واجب الوجود
 مثل علم کے کہ عین ہے تو ارادہ بمعنی علم ہوا ۛ

دوسری صورت وہ ہے کہ اوس ارادہ کو نفس فعل بھی کہتے ہیں یعنی
 وہ جیسا کہ اپنے افعال کی مصلحتوں کو سمجھتا ہے ویسا ہی اپنے خود افعال کو
 بھی سمجھتا ہے کہ فلان فعل میرا ہے و فلان فعل فلان وقت میں ہوگا یہ
 علم فعل اور وہ علم بمصلحت فعل ایک ہی ہے صرف فرق اعتباری ہے پس
 یہ ارادہ بھی حادث نہیں ہے قدیم ہے عین وہی ارادہ مذکورہ ہے لیکن
 وہ ارادہ کہ جو قدیم نہیں ہے اور عین ذات واجب الوجود نہیں ہے بلکہ حادث
 ہے اور ممکن الوجود ہے وہ ارادہ اوس کے افعال کے متعلق نہیں ہے بلکہ
 بندوں کے افعال کے متعلق ہے باین معنی کہ بندوں کے مطلق اچھے فعلوں
 ارادہ کرتا ہے اور مطلق برے فعلوں سے کراہیت رکھتا ہے یہ ارادہ
 و کراہت بمعنی علم افعال حسنہ اور علم افعال قبیحہ ہے پس یہ بھی عین ارادہ

مذکورہ گذشتہ کا ہے مگر باین معنی کہ بندوں کے فلان فلان فعل موجودہ
 متعینہ کا ارادہ کرتا ہے اور فلان فلان فعل موجودہ معینہ سے کہہتے
 رکھتا ہے یہ ارادہ البتہ حادث ہے اور غیر ذات واجب تعالیٰ ہے
 کیونکہ یہ ارادہ اس طور کا گویا امر ہے اور کہہتے بھی ہے اور امر و
 نہی حادث ہے پس اس معنی کے رو سے مشیت بھی حادث ہے مشیت
 بمعنی علم نہیں بلکہ بمعنی ارادہ لاحق الذکر معینہ مذکورہ کے ہے اور ارادہ
 و مشیت اس طور پر بھی ہے کہ اگر خدا چاہتا تو سب کے سب راہ
 راست ہی پر ہوتے اور طوعاً و کرہاً سب لوگ ایمان لاتے مگر لوگوں کو
 اچھا فعل اور برا فعل معلوم ہوتا اور اچھے برے میں فرق کچھ نہ معلوم
 ہوتا اور آزمائش لوگوں کی ہوتی اور سب بہشتی ہوتے اور آرام کو
 آرام اور عیش کو عیش اور تکلیف کو تکلیف کوئی نہ سمجھتا نہ معلوم ہوتا
 لوگوں کو کہ فرما برداری کیا چیز ہے نافرمانی کس کو کہتے ہیں گنہگاری
 کیا شے ہے علاوہ اس کے جب بقہر و غلبہ و مشیت ایزدی آور
 اسکی تسلط و قدرت کے سبب سے سب ایمان لاتے اور ایک ہی
 حالت میں ہوتے تو یہ بھی نہ معلوم ہوتا کہ آیا یہ ہمارے افعال و اعمال
 موافق مرضی باری تعالیٰ ہے یا نہیں حکم کیا شے ہے رضا و سندی و رضا
 کیا شے ہے اور جب امر و نہی اور حکم معلوم ہوتا تو یہ بھی نہ معلوم

ہوتا کہ حاکم کیا شے ہے مالک و مملوک و عاکم و محکوم کیا چیز ہے
 تو نظم دنیا بھی کچھ ہوتا اور مخلوق و خالق میں فرق بھی نہ رہتا تو وجود
 باری تعالیٰ ہی کا اعتقاد نہوتا یہ روہ اطاعت اور کائنات کا ہی سمجھنا
 بلکہ ایمان نہ سمجھنا میں آنا کیونکہ غیر ایمان کو نہ سمجھنا یہ سب باعتبار عقول متوسط
 بیان ہوئے۔ اصل یہ ہے کہ جو شے اوس سے مخلوق ہوئی ہے اور
 ہوگی اور عالم جس طور پر مخلوق ہوتا ہے اور جس طور پر وہ رکھیں گے
 ایسا ہی ہونا چاہئے ہر شے موقع پر ہے کوئی اوسکا مخلوق اور کوئی
 اوسکا فعل بے موقع و بے محل و عبث و بیکار نہیں ہے ممکن کو ممکن
 ہی ہونا چاہئے ممکن کو ممکن ہی ہونا مصلحت ہے۔ اور سب از روئے
 عقل کے ہے گو ہماری عقل قاصر ہو ان چیزوں کے سمجھنے سے پس
 اسی ارادہ حادث کے مقابل میں اور اوسکا ضد کراہت ہے اور
 اس میں ہم اس بیان ارادہ کو طول دینا نہیں چاہتے ہیں۔ اگر
 کوئی شبہ کرے کہ ارادہ اوس معنی اول کی رو سے کہ جو ارادہ قدیم
 ہے وہ اگر عین قدرۃ و علم ہو جیسا کہ مذکور ہوا اور نسبتہ جمیع ممکنات
 کی قدرت واجب تعالیٰ کی طرف مساوی ہے اور اوسکی نسبتہ علم کی طرف
 بھی ویسی ہی ہے پس بجا بعض ممکنات کی کبھی اور بعض دوسرے
 ممکنات کی کبھی اسطرح کی تقریق محض قدرۃ و علم کی وجہ سے نہیں

ہو سکتی بسبب مساوات تعلق علم و قدرت مجموع ممکنات تو ضرور کوئی
 مرجع اور مخصوص ہونا چاہئے تاکہ تخصیص بعض ممکنات کی ہو اور وہ
 ارادہ ہے یعنی علم بمصالح یعنی علم بدو اعی اور علم بدو اعی کہ جو محرک
 و باعث تعینات ممکنات ہے اسکو عین علم جبکہ کما تو یکھر مخصوص سوا
 ارادہ کے کوئی اور شے ہوگی بلکہ ارادہ بیکار شے ہوگی تو کہوں گا مخصوص
 اور مرجع بھی ارادہ ہے اور یہ ارادہ عین ذات واجب ہے اگر غیر ہو تو
 یا قائم محل ہوگا یعنی عرض ہوگا یا علیہ مستقل پایا جائیگا عرض ہوگا
 نہیں ہو سکتا کہ ارادہ عرض ہو در صورتیکہ غیر ذات واجب نہواگر
 عرض ہوگا تو یہ ذات واجب تعالیٰ معروض و محل ہوگی یا ممکنات
 معروض و محل ہونگے ذات واجب تعالیٰ محل کسی چیز کا نہیں ہے
 کیونکہ غیر ذات واجب سب حادث ہیں اور ذات محل حوادث ہو
 تو تغیر حال سے تغیر محل لازم آئیگا تو ذات واجب تعالیٰ حادث ہوگی
 کیونکہ سب متغیر حادث ہیں اور اگر قدیم ہو تو لازم آئیگا سوا
 واجب الوجود کے اور چیزیں بھی قدیم ہوں اور یہ باطل ہو چکا ہے
 اور ممکنات بھی معروض و محل نہیں ہو سکتے اس لئے کہ صفت غیر
 موصوف میں نہیں پائی جاسکتی اور ارادہ فعل خدا ہے اور صفت
 اسکی ہے نہیں ہو سکتا کہ ارادہ کیسکا پایا جائے کسی دوسرے میں

خصوصاً واجب تعالیٰ کا فعل اور اس کی صفت حادث میں پائی
 جائیں صفت اپنے موصوف میں پائی جاتی ہے اور یہ بھی نہیں ہو سکتا
 کہ ارادہ خدا علیحدہ اور مستقل بذاتہ پایا جائے کہ اس صورت میں
 بھی لازم آتا ہے کہ سوائے خدا کے کئے قدیم ہوں حالانکہ سوائے اس
 ذات واجب کے کوئی چیز قدیم نہیں ہے اور اگر حادث ہو تو حادث
 کے لئے علت موثرہ ضرور ہے تو واجب تعالیٰ اس ارادہ حادث کے
 ایجاد میں ارادہ کر گیا کیونکہ ہر فعل میں ارادہ ضرور ہے پس ارادہ ثانیہ
 کے ایجاد میں ارادہ ثالثہ پایا جائیگا اور ارادہ ثالثہ کے ایجاد میں چوتھے
 ارادہ کا وجود ہو گا اور اسی طرح سے بے انتہا سلسلہ چلا جائیگا
 کسی پر منقطع نہ ہو گا اور یہ تسلسل ہے اور تسلسل محال ہے تو ارادہ
 حادث بھی نہ ہو گا۔ اور جب حادث و قدیم ہونا ارادہ کا در صورت
 غیریت ارادہ باطل ہوا تو ثابت ہو گا کہ ارادہ خدا عین ذات خدا
 ہے۔ جیسا کہ یہ مسلم اس معترض کا بھی ہے اور جب عین
 ذات واجب ہے تو جو چیز ذات واجب کا عین ہے اس کا بھی ارادہ
 عین ہو گا تو علم کا عین ہے یعنی ارادہ علم مصالح ہے اور علم مصالح
 علم ہے پس جو فرق علم واجب متعلق بجزئیات اور علم واجب تعالیٰ
 متعلق بجزئیات میں ہے وہی فرق علم خدا اور علم خدا بمصالح میں

ہے اور یہ ظاہر ہے کہ واجب تعالیٰ کو کلیات و جزئیات سب کا علم
 ہے جیسا کہ ثابت ہو چکا یعنی اتحاد ذاتی اور تعالیٰ اعتباری ہے *
 وہ مدرک - ہے یعنی اس کو علم ہے اور چیزوں کا بھی کہ
 جسم لوگوں کو معلوم ہوتی ہیں سننے اور دیکھنے اور چھونے اور چکھنے
 اور سونگھنے سے یعنی واجب تعالیٰ مثل ہم لوگوں کے چیزوں کو سننے
 اور دیکھنے وغیرہ سے ہنیں معلوم کرتا بلکہ جو چیز ہم لوگوں کو بھوس
 معلوم ہوتی ہے وہ بھی اس کو معلوم ہے مسموعات اور لموسات اور
 متصرفات وغیرہ سے سب سے وہ واقف ہے بغیر اس کے کہ وہ چکھے
 اور چھوئے کیونکہ وہ جسم نہیں رکھتا یا تھکا پاؤں آنکھ کان ناک وغیرہ
 اس کو ہنیں ہے جیسا کہ اسکے بیان آئندہ آئیگا اگر محسوسات کا علم اس کو
 نہ ہو تو علم جزئیات کا اس کو ہونگا حالانکہ ثابت ہو چکا کہ اس کو جزئیات کا
 بھی علم ہے یعنی کوئی چیز اس کے علم سے چھوٹ نہیں گئی ہے سب حاضر
 و ظاہر اس کے نزدیک ہیں کیونکہ وہ مرید ہے بارادہ و قصد و داعی
 و مصلحت بینی ہر فعل کو کرتا ہے زید - عمرو - بکر - وغیرہ ہر جزئیات
 عالم کو اس نے پیدا کیا اور پیدا کرتا ہے اور پیدا کرتا ہے سب کا علم اس کو
 ہے اگر بعض جزئیات کا علم ہو اور بعض کا ہو تو ترجیح بلا مرجح لازم
 آئیگی اور بے ادراک کے فعل ہی ہو سکیگا اور جہل بھی لازم آئیگا اور وہ

ہمارے افعال تو آفت ہے اگر بعض واقعے اور بعض سے نا آگاہ ہو تو تخصیص
بلا تخصیص اور جہل اور ہم لوگوں کی ترجیح واجب تھائے پر باعتبار علم خبر
کے ہو جائیگی اور یہ سب محال عقلی ہیں *

وہ مشکل ہے جب اوس کو پوری قدرت ہے اور ہر طرح کا
بالذات ہے کسی طور کا اوس کی ذات میں نقصان روا نہیں تو اسی سے
یہ بھی ثابت ہوا کہ وہ کلام کرنے والا ہے یعنی کلام کو پیدا کرنے والا ہے
جس چیز سے چاہے کلام پیدا کر دے کیونکہ وہ قادر ہے کل مقدور اور
دخت اور پتھر اور حیوان وغیرہ سے کلام مثل کلام انسانی کے پیدا کر دینا
اوس کے نزدیک قدرت سے باہر نہیں تو اوپر قادر ہے یعنی جب قدرت
ہونا ممکن ہے اور ہر مقدور پر وہ قادر ہے تو اوپر بھی وہ قادر ہے
اور دلائل نقلیہ سے تو اسکا ثبوت بھی آسان ہے کیونکہ ایسا کلام بہت مزید
بایا گیا ہے جیسا کہ خاتمہ میں مذکور ہوگا *

وہ باقی ہے یعنی وہ ہمیشہ تھا اور ہے اور ہمیشہ رہیگا کہہیں گے
وجود میں نقصان نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔ اس لئے کہ ثابت ہو چکا کہ وہ
واجب بالذات ہے اوسکی ذات خود ہی اپنے وجود اور اپنے وجود کے
وجوب کی خواہاں ہے وجود اور اوسکا وجوب اوس کی ذات سے غیر
منفک ہے وجود اور وجوب کسی طور سے عقلاً اوس کی ذات سے جدا

نہیں ہو سکتا کیونکہ عین ذات ہے اور یہ سبھی ثابت ہوا اور ذات کو
 ہر طرح سے ہر حیثیت و اعتبار سے ہر کمال کے رو سے کامل مطلق ہے
 اپنے ہر قسم کے کمال میں کسی غیر کا محتاج نہیں بلکہ وہ ذات اپنی ذات
 کا بھی محتاج نہیں کیونکہ کمالات ذات یعنی سب صفات کمالیہ اوس کی
 ذات کا عین ہے اور اوس کو کمال کے پورا ہونے میں کبھی کوئی حالت
 منقطعہ نہیں ہے۔ اور ازلی ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ابدی ہے
 یعنی ہمیشہ ویسا ہی رہیگا اور سرمدی ہے۔ یعنی مجموعہ ابدی و ازلی
 کا ہے ایک ہی حالت ہمیشہ سے ہے اور رہے گی اوس میں کسی طرح کا
 تغیر حقیقتہً اور فرضاً نہیں ہو سکتا تو پہر کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ ذات
 واجب تعالیٰ باقی نہ رہے یعنی اوس کا وجود آئندہ باقی نہ رہے وہ
 معدوم ہو جائے اس لئے کہ جمیع امور ثابت شدہ اور مبرہن و مسلمہ کے
 خلاف لازم آئیگا اور وہ امور ثابت شدہ و مسلمہ سب بدلائل عقلیہ
 میں تو یہ خلاف لازم آنا ہی خلاف عقل ہوگا مخالف عقل جو یہاں
 لازم آتی ہے اور میں سے بعضے مخالف عقل کو بیان کئے دیتا ہوں
 مثلاً وہ یہ ہے کہ اگر ذات واجب الوجود باقی نہ رہے معدوم ہو تو وہ
 واجب الوجود ذاتاً واجب الوجود نہ رہیگا اس لئے کہ ذات واجب الوجود
 اوس کو کہتے ہیں کہ عدم اوس کے لئے محال ہونہ اوس کو اپنی ذات کی

وجہ سے اور نہ کسی دوسرے کے سبب سے نہ عدم سابق وجود ہو سکتا
 ہے تا قدیم و ازلٰی نہ ہے اور نہ عدم بعد وجود ہو سکتا کہ ابدی نہ ہے
 یعنی مطلق عدم اس کے لئے نہیں ہو سکتا ہے نہ سابقاً نہ لاحقاً جو
 مادہ سرمدی نہ ہے حالانکہ وہ قدیم و سرمدی ہے یعنی ازلٰی و ابدی بلا تغیر ہے
 بس یہ حال باقی ہے بلا تغیر و نقصان اور یہی مطلب ہے *

علاوہ اس کے

جس شے کو عدم بعد وجود کے لاحق ہو تو یہ وجود و عدم صفات
 و عوارض و ملحقات سے اسی شے کے ہوں گے اور اس وجود و عدم
 میں تناقض ہے کہ ایک معروض میں وجود و عدم عرضی کے بعد دیگرے
 پایا جاسکتا ہے اور وجود واجب تعالیٰ عرض نہیں بلکہ عین ذات ہے
 تو قابل اس کے نہیں ہے کہ ضد یا نقیض عدم کا ہو تو عدم واجب تعالیٰ
 برطاری ہونے کی لیاقت ہی نہیں رکھتا کہ وجود عرضی کا مقابل
 عدم ہے نہ مقابل معروض کا اور نہ مقابل ذات کا *

دوسری وجہ

وجود و عدم مثل جملہ جواہر و اعراض کے معلول ہے علت تامہ

موثرہ کا یعنی واجب ثنائے کا اور تاثیر معلول کی علت موثرہ میں
 نہیں ہو سکتی بلکہ علت موثرہ کی طرف سے تاثیر معلول میں ہوتی ہے
 تو کیونکہ عدم تاثیر کریمکا واجب ثنائے میں اور اگر واجب ثنائے
 کی خود ذات قبول کرے عدم کو تو جب بھی لازم آئے گا کہ علت فاعلہ
 منفعلہ ہو۔ اور معلول ہو جائے اپنے معلول کا اور اگر ذات اوسکی
 خود اپنے وجود کو تغیر دے یعنی وجود کو زائل کرے تو ذات اوس کی
 تغیر وجود کے لئے فاعل ہوگی اور فعل بے فاعل اور اثر بے موثر کے
 محال ہے جیسا کہ مذکور ہوا تو ذات واجب درحالیکہ اپنے وجود کو باطل
 کرے ضرور ہے کہ موجود ہو پس وجود درحالت عدم لازم آئے گا اور یہ
 محال ہے پڑ

دوسرے طور سے

جوشے موجود ہے اگر اوس کی ذات اس وجود کو مقتضی نہیں
 ہے یعنی غیر ذات مقتضی ہے اوس کے وجود کو تو اوس شے کی
 ذات اپنے عدم کو بھی مقتضی نہیں ہے کیونکہ اگر اپنے عدم کو خود اوسکی
 ذات مقتضی ہو تو وہ ممتنع الوجود بالذات ہے تو موجود نہ ہوگا حالانکہ
 موجود ہے اور ایسا ہی جوشے کہ موجود ہے اگر اوسکا غیر اس وجود کا

مقتضی نہیں ہے تو غیر اوسکا اوس کے عدم کو بھی مقتضی نہ ہوگا۔ کیونکہ
 اگر اوس کے عدم کو اوسکا غیر مقتضی ہوگا تو وہ موجود متنع بالغير ہوگا
 تو اوس موجود کی اپنی ذات اپنے وجود کی مقتضی ہوگی تو غیر اوس کا
 مقتضی وجود کا ہوگا اور ایسی سفروض ہو چکا کہ اوسکا غیر اوس کے
 وجود کا مقتضی نہیں ہے ہذا غلط۔ تو حاصل یہ ہوا کہ ممکن اپنے
 سے معدوم نہیں ہوتا اور واجب اپنے سے معدوم ہوتا اور
 نہ غیر سے نثر

و واجب آخر

اگر واجب تعالیٰ باقی نہیں ہے یا باقی نہیں ہے بعد موجود ہونے
 بالذات کے اور بعد ثبوت واجب الوجود بالذات کے تو اب جو وہ
 باقی نہیں ہے یا نہ ہوگا یعنی معدوم ہے یا معدوم ہوگا تو نہیں
 ہو سکتا کہ اوسکی ذات خود ہی اپنے عدم کو خواہاں ہو کیونکہ جب
 اوسکی ذات خود ہی بلا شرکت و مدخلت غیر کے وجود کو مقتضی
 ہے یعنی ازل میں کہی اوسکو عدم نہ تھا اگر ازل میں وہی عدم کو بھی
 مقتضی ہو تو اجتماع التقدیضین لازم آئیگا اور یہ محال ہے اور بعد
 وجود کے بھی عدم کو مقتضی خود اوس کی ذات ہوگی والا وہی محال

لازم ایسا کیونکہ بعد وجود ذاتی کے یعنی اب بھی اور آئندہ بھی خود اسکی
ذات ہی مقتضی ہے اینجو وجود کو نہیں کہا جاسکتا کہ پہلے سے یعنی ہمیشہ
سے تو البتہ اسکی خود ہی ذات اپنے وجود کی مقتضی تھی مگر اب یا آئندہ
خود اس کی ذات مقتضی اپنے وجود کو نہیں ہے اس لئے کہ ثابت
ہو چکا ہے کہ اسکی ذات اپنے وجود کو مطلقاً اور وجود دائمی کو مقتضی
ہے۔ اور اگر بالفرض ایسا ہو کہ یہ صفت پہلے بھی مگر اب یہ صفت
اقتضائے طبیعت کی جاتی رہی تو اس اقتضا و عدم اقتضا میں ترجیح
بلامرغ لازم آتی ہے اور یہ محال ہو گا اور علاوہ اس کے واجب بالذات، ممکن بالذات
و محتاج غیر و حادث ہو جائیگا یا ممتنع بالذات ہو جائیگا کیونکہ جو اپنے عدم
کو خود ہی مقتضی ہے وہ ممتنع بالذات اور محال ہے تو واجب الوجود محال
ہو جائیگا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ایک ہی شے ایک وقت میں محال نہ ہو
بلکہ ضرور محال الوجود ہو اور ہر حقیقت محال و ممتنع الوجود ہو جائے کہ ثانی
حالت اولیٰ کی سبیل ہے اور حالت اولیٰ حالت ثانیہ کی تو کچھ
بہی نہیں ہے اور سب ہے اور یہ محض مہمل اور لغو ہے جو

و بوجہ آخر

جب گفتگو کسی شے کی بقا میں کی جائیگی تو بعد تسلیم اس امر کے ہوگی

کہ وہ شے موجود ہے کہ بقا و فرع وجود ہے اور گفتگو واجب الوجود یا ذات
کے باقی رہنے میں ہے تو معلوم ہوا کہ واجب الوجود کو موجود مان لیا
ہے اور موجودیت اس کی از روے ذات بطور وجود ثابت بھی ہوگی
ہے تو وہ موجود بوجود و ضروری تھا اور ہے اور رہیگا کیونکہ وجود و کما
کہ یعنی مطلقاً وجود کو بغیر وقت و دون وقت کو خود اس کی ذات ہے
مقتضی ہے پہر گفتگو بقا و بین اس کے کوئی معنی نہیں رکھتا کیونکہ
اس کی ایسی ذات اور اس کی ایسے صفات کو ازلی ہونا اور ابدیت
اور بقا اور سرمدیت لا اقل لازم تو ہوگی اور لازم کا جدا ہونا ملذوم
سے محال ہے و صورت وجود ملذوم اور وجود ملذوم میں گفتگو نہیں
ہے کہ وہ مانا ہوا اور بایلیون سے ثابت کیا ہوا ہے اور حالانکہ انتفا
لازم انتقائے ملذوم ہوتا ہے اور ضرور ہے ہذا شے عجائب خلاصہ یہ
ہے کہ واجب الوجود کو بدلائل عقل و نقل ہر طرح سے جب مان لیا تو
اور کہ بقا کو بھی ضرور ماننا ہوگا اور نہیں تو یوں کہنا پڑیگا کہ واجب
الوجود کے وجود ضروری کو مانتے ہیں یعنی نہیں مانتے ہیں کیا خوب تر
ہے حالانکہ بقا و عین وجوب الوجود کے کیونکہ وہی موجود ہوا الہی تو بقا
کوئی دوسری چیز نہیں ہے

و بوجہ آخر

وجود ہو جوہ کی صفت ہے اور بقا بھی موجود کی صفت ہے بلکہ صفت کی صفت ہے یعنی وجود کی صفت ہے اور وجود کو واجب تعالیٰ کی ذات مقتضی ہے تو اس کی صفت کو یعنی بقا کو اس کی ذات خواہاں ہے اور وجود عین ذات واجب تعالیٰ ہے جیسا کہ ثابت ہو چکا تو صفت وجود بھی عین ذات واجب تعالیٰ ہے کیونکہ بقا تابع وجود کے ہے نہیں ہو سکتا کہ وجود کو مقتضی ہو اور بقا کو مقتضی نہ ہو پس اگر واجب الوجود بانی نہ ہے تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ ذات واجب تعالیٰ اپنے وجود کو مقتضی و خواہاں نہیں ہے حالانکہ ثابت ہو چکا کہ اس کی ذات اپنے وجود کو بلکہ وجوب وجود اور وجود ضروری کو مقتضی ہے نہ اخلت

اور بطریق دیگر

اگر واجب تعالیٰ بانی نہ ہے تو عدم البقا کا کوئی سوتر ہو گا والا کوئی تاثیر بے کسی سوتر کے نہیں ہو سکتی اور عدم وجودی شے نہیں ہے کہ کوئی فعل و تاثیر کر سکے تو یا خود ذات واجب الوجود کی عدم البقا کو مقتضی ہے یا کوئی غیر ہے اس طرف راہ نہیں ہے کہ غیر کو سوتر کوئی قرار دے والا واجب الوجود ممکن الوجود ہو جائیگا کہ غیر نے اس کے بقا اور وجود کو زائل کر دیا پس یہی غیروہی ہے وہی واجب الوجود

ہو جائیگا اور اگر یہ واجب الوجود ہے تو اس کے بقا میں بھی گفتگو ہوگی
 توفیق سہی چیز واجب الوجود ہوگی اور پھر اس میں بھی ایسا ہی کہا جائیگا
 یہاں تک کہ بے انتہا چیزیں مجتمع ہو جائیں گی اور بے انتہا چیزیں کا جمع ہونا
 تسلسل محال سے باطل ہو چکا ہے تو ضرور خود واجب الوجود کی ذات
 اپنے بقا کو فنا کرنا چاہتی ہے اس صورت میں یہ کہا جائیگا کہ بقا اگر عین
 ذات واجب الوجود ہے تو عدم البقا نہیں ہو سکتا کیونکہ ایک ہی شے
 اپنی ہی ذات کو معدوم نہیں کر سکتی والا در حالت معدومیت موجودیت
 لازم آئیگی کیونکہ بے وجود علت تا ثیر علت کی نہیں ہو سکتی اور بقا اگر
 غیر ذات واجب ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ بقا جسکا عدم تجویز
 کیا جاتا ہے قدیم ہے یا حادث اگر قدیم ہے یعنی ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ
 رہیگا تو پھر اسکا عدم تجویز کرنا چہ معنی اور وجود کئی قدیم کا بھی لازم
 آئیگا اور تعدد قدما محال ہے جیسا کہ اوپر سے بھی ثابت ہوتا آیا ہے
 اور آئندہ ہی اسکی تصحیح آئیگی تو بقا شے خدا ضرور حادث ہوگا اور غیر
 ذات واجب تعالیٰ اور اسکا عارض ہوگا اور واجب تعالیٰ
 منزہ اور میرا و پاک ہے محل حوادث ہونے سے یعنی اس ذات کا
 میں حادث نہیں پالے جا سکتی اگر وہ محل و معروض حوادث کا ہو
 یعنی اسکی ذات میں کوئی حادث حلول کرے یا عارض ہو تو اس

عارض کو لازم ذات معرض کا نہیں کہہ سکتے اس لئے کہ حادث لازم قدیم کا
 ممکن لازم واجب کا متغیر لازم غیر متغیر کا نہیں ہو سکتا پس عارض غیر
 لازم و عارض متغیر و عارض منفک ہوگا اور تغیر حال سے تغیر محل کا
 ضرور ہے و تو تغیر اعتباری بھی ہو اور کسی طرح کا تغیر اسکی ذات میں
 روا نہیں کہ خلاف دلائل گذشتہ کے ہے پس ایسی صفت زائدہ یعنی
 بقا کہ جو خارج از ذات ہو اور عارض غیر لازم ہو ایسی صفت سے وہ
 تعالیٰ متصف ہی نہیں ہو سکتا یعنی وہ ایسا بقا ہی نہیں رکھتا تو بعد
 پھر کیا شے ہوگی اگر ایسی چیز کے ساتھ وہ متصف ہو اور اس صفت
 میں تغیر ہے یعنی ایک حال سے دوسرے حال کی طرف منتقل ہونا اور
 یہ صفت قائم بذات واجب الوجود ہے تو ذات بھی متقلب ہو جائیگی
 یعنی ذات واجب مختلف تاثر و نفس قبول اثر کرتی رہیگی اور قبول اثر
 شان سے ممکن کی ہے اور شان سے حادث کی ہے اور وہ ممکن و حادث
 نہیں تو ضرور بقا ہی تعالیٰ نفس ذات باری تعالیٰ ہوگا اور یہی
 عدم بقا و سطراری ہوگا اور یہی ثابت کرنا تھا۔

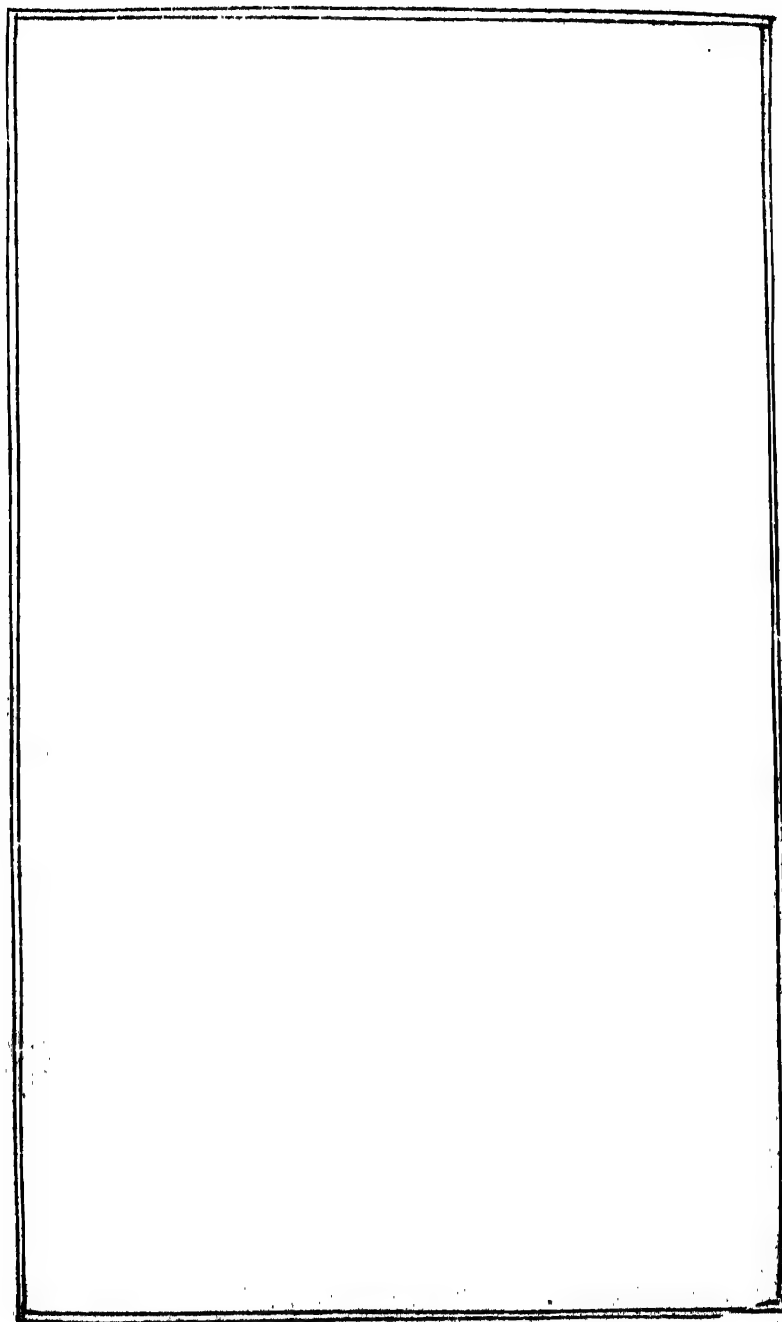
وہ صادق ہے سچا ہونا جب خوبی اسکی از روئے عقل
 عقلاً ثابت و واضح ہے اور کذب یعنی جھوٹ از روئے عقل بڑا ہے
 اور صدق کی صفت ایک عمدہ چیز ہے اور وہ تعالیٰ جمیع جہات و صفات

سے کامل ہے کہ یہ بدلیل ثابت ہو چکا تو یہ صفت صدق کی بھی نہیں
ضرور ہے ہر عاقل کی عقل اس بات کو قبول کرتی ہے وہ کبھی جھوٹ نہیں
کہتا کیونکہ بربرائی سے وہ پاک اور برابرا ہے پس سب اسکا وعدہ سچا ہے
کل قول اسکا صحیح و سچا ہے اس لئے اس پر بھی ایمان لانا چاہئے یعنی
یقین کرنا چاہئے کہ اس نے جو جو وعدے کئے ہیں شل سزا اور جزا کے وہ
بہت درست و صحیح اور سچ ہیں رحمت اور غضب وغیرہ ہماری و
جہاری سب اپنے اپنے موقع پر ہوتی ہے کوئی شے اس میں بے موقع
و بے محل نہیں ہے ہر چیز مستحق کے لئے ہونا چاہئے اور جب یہ ثابت
ہو چکا ہے کہ کسی طرح سے کسی حیثیت سے ذات واجب تعالیٰ میں نقصان
نہیں ہے نہ جمیع الجہات کامل ہے اور ایسا کمال بلکہ مطلق کمال یا
اوسکے لئے محال عقلی ہے والا ممکن و حادث ہوگا تو جن جن صفات
سے اس کا کمال متصور ہے وہ سب صفات اس کے لئے ہیں
اور صفات عین ذات واجب ہیں تو صدق و غنی ہونا اور عدالت
وغیرہ سب ضروری الثبوت ہوئے مگر کلام اور اسکا تلخیص یعنی
صدق اور ایسا ہی خلق وغیرہ استعداداً قدیم و عین ذات ہمین اور
و تو حادث ہیں تو زاید ذات پر ہیں پس ہر ایک پر علحدہ علیہ دلائل
قائم کرنا اس رسالہ مختصرہ کی شان سے بعید ہے اس لئے بہت سے

صفات کے دلائل کو ترک کیا صفات باری تعالیٰ مثل علم و قدرت
 و ازلیت و ابدیت و بقا و ارادہ و وجود و وجوب و حیات کے عین ذات
 ہیں قدیم ہیں حادث ہیں اگر یہ سب عین ذات ہوں بلکہ زائد
 ذات پر اور حادث و متغیر ذات واجب کے اور عارض ذات
 واجب کو ہوں تو لازم آئیگا کہ او کو استحکال بالغیر ہے اور یہ صریح
 نقص و موجب تغیر ذات واجب تعالیٰ کا ہے اور یہ محال ہے
 کہ ذات واجب متغیر و ناقص و کمال بغیر ہو کہ یہ سب صفات
 مخلوق کے ہیں نہ خالق و واجب الوجود بالذات کے اگر صفات
 زائد ہوں اور عارض ذات واجب تعالیٰ ہوں اور عین ذات
 ہوں تو ضروریوں کا جائیگا کہ وہ تعالیٰ ازل میں قادر نہ تھا
 پھر ہو گیا اور ازل میں عالم نہ تھا اور ہو گیا کیونکہ اس صورت
 میں صفات کو حادث ماننا پڑیگا والا تعدد و قدم لازم آئے گا
 اور وہ محال ہے جیسا کہ ثابت ہو چکا اور صفات اس کے اگر
 حادث ہوں تو لازم آئیگا کہ اولاً عدم کمال و غیر قدرت و جہل
 وغیرہ تھے پھر زوال و دن حالتوں کا ہوا اور یہ صریح تغیر
 ہے اور جو متغیر ہے وہ حادث ہے تو ذات واجب تعالیٰ بھی
 حادث ہو جائیگی اور لازم آئیگا کہ واجب تعالیٰ نے غیر کے

حاشیہ
 متعلقہ صفحہ اول
 اور یوں کہنا کہ اس تکمال بالآخر موجب لازم آئے گا
 کہ اس تکمال غیر ہے ہو حالانکہ اس تکمال فعل ہے اور غیر ہوتا
 مستند ہے نفسیہ ہے کیونکہ اس تکمال خود ذات
 فاعل کی بطور ہوتا ہے تو یہ معلوم ہے کہ اس تکمال خود ذات
 واجب کی بطور منسوب ہوا اس تکمال ادھی کی ذات سے ناشی
 ہے تمہارا یہ کہنا اس حالت میں صحیح ہو گا کہ جب ہم یہ کہیں
 کہ لازم آتا ہے کہ ذات واجب کو کسی اور ذات سے واجب
 کر دیا حالانکہ ہم کہتے ہیں کہ لازم آتا ہے کہ ذات واجب
 کسی صفت کے ساتھ کہ جو اپنا غیر ہو کامل ہو یعنی مفعول کہ
 جو اپنا غیر ہو اس کے ساتھ کامل ہو اور غیر کے ساتھ کامل
 ہو جسے میں خود ذات واجب میں حیث الذات ناقص
 سمجھیں اور نقصان دلیل اختیار ہو
 حدیث و اسکا ترجمہ

اور یوں کہنا کہ
 صفت خدائے میں ہے نہ غیر اسکا
 بلکہ اصل نہیں ہے کیونکہ کہ میں و غیر میں کوئی واسطہ
 سمجھا نہیں جا سکتا وہ غیر ہی ہم کہیں کہ اس شے میں میں
 حالت میں جھنڈی عزت ہوئی سو اس غیر عزت و غیرہ کا وجود
 کے ادب بعد فحاش بھی ہوگی۔ ۱۳ نمبر مدظلہ العالی



تعلقہ صفحہ ۱۵۱

[illegible][illegible]

کوئی اور چیز اور ممکن اور حادث اور
 علیحدہ شے اور ممکن اور حادث اور
 غیر ممکن ہے یہ جواب ہے۔ شہید اولے اور ثانیہ
 کا اور شہید ثالث اور رابع کا جواب یہ ہے کہ اگر کسی ذات کو صفت
 صفت ممکن پر قیاس کرنا غلط عقل ہے اور جب ممکن پر قیاس
 کیا اور ممکن پر قیاس کرنا غلط عقل ہے اور جو ممکن پر قیاس
 نہیں ہو سکتا تو جو ممکن پر قیاس کرنا غلط عقل ہے اور جو ممکن
 صفت اعتبار ہے اور اقسام صفت میں تقدم و تاخر ہوتا
 ہے بلکہ غلط عقل کیونکہ کہ صفت میں تقدم و تاخر ہوتا
 ہے بلکہ تقدم و تاخر ذاتی نہیں ہو سکتا بلکہ تقدم و تاخر
 ذاتی صفت ہوتا ہے اور ثابت ہو چکا تو حقیقتہً صفت و تاخر
 نہیں ہے بلکہ اعتبار اور ثابت اور ثابت ہو چکا تو حقیقتہً صفت و تاخر
 واجب عالم معلوم اور ثابت ہو چکا تو حقیقتہً صفت و تاخر

نہیں ہے اور نہ غیر صفت کی
 موصوف سے ہو جائیگی اور نہ صفت و صفت حقیقتہً
 اعتباری ہے اسی لئے ذات واجب اور صفات ذاتیہ میں
 حمل مواطانی نہیں ضرور ہے حمل اشتقاقی بیان پر غلط ہے
 وہ ذات واجب کو عالم وجود و ارادہ ذات ذات جانا
 چاہیے اور توابع اور موقوف ہونا اور قائم بالغیر ہونا سمجھا جائے
 تو زائد بر ذات اور حادث ہونے اور یہ صفت کی حقیقت صفت
 نہیں تاکہ صفت کا ذات ہو یا مستبعد ہو کیونکہ ذات امکان
 ذات نہیں ہیں ممکنات پر قیاس کہ جس سے ایسے پہنچا دیا
 ہوا ہوتے ہیں بلکہ صفت ذاتہ حقیقتہً صفت نہیں
 ہیں یعنی صفت کی بنیاد یہ صفت

۱۰۰
 ۱۰۱
 ۱۰۲
 ۱۰۳
 ۱۰۴
 ۱۰۵
 ۱۰۶
 ۱۰۷
 ۱۰۸
 ۱۰۹
 ۱۱۰
 ۱۱۱
 ۱۱۲
 ۱۱۳
 ۱۱۴
 ۱۱۵
 ۱۱۶
 ۱۱۷
 ۱۱۸
 ۱۱۹
 ۱۲۰
 ۱۲۱
 ۱۲۲
 ۱۲۳
 ۱۲۴
 ۱۲۵
 ۱۲۶
 ۱۲۷
 ۱۲۸
 ۱۲۹
 ۱۳۰
 ۱۳۱
 ۱۳۲
 ۱۳۳
 ۱۳۴
 ۱۳۵
 ۱۳۶
 ۱۳۷
 ۱۳۸
 ۱۳۹
 ۱۴۰
 ۱۴۱
 ۱۴۲
 ۱۴۳
 ۱۴۴
 ۱۴۵
 ۱۴۶
 ۱۴۷
 ۱۴۸
 ۱۴۹
 ۱۵۰
 ۱۵۱
 ۱۵۲
 ۱۵۳
 ۱۵۴
 ۱۵۵
 ۱۵۶
 ۱۵۷
 ۱۵۸
 ۱۵۹
 ۱۶۰
 ۱۶۱
 ۱۶۲
 ۱۶۳
 ۱۶۴
 ۱۶۵
 ۱۶۶
 ۱۶۷
 ۱۶۸
 ۱۶۹
 ۱۷۰
 ۱۷۱
 ۱۷۲
 ۱۷۳
 ۱۷۴
 ۱۷۵
 ۱۷۶
 ۱۷۷
 ۱۷۸
 ۱۷۹
 ۱۸۰
 ۱۸۱
 ۱۸۲
 ۱۸۳
 ۱۸۴
 ۱۸۵
 ۱۸۶
 ۱۸۷
 ۱۸۸
 ۱۸۹
 ۱۹۰
 ۱۹۱
 ۱۹۲
 ۱۹۳
 ۱۹۴
 ۱۹۵
 ۱۹۶
 ۱۹۷
 ۱۹۸
 ۱۹۹
 ۲۰۰
 ۲۰۱
 ۲۰۲
 ۲۰۳
 ۲۰۴
 ۲۰۵
 ۲۰۶
 ۲۰۷
 ۲۰۸
 ۲۰۹
 ۲۱۰
 ۲۱۱
 ۲۱۲
 ۲۱۳
 ۲۱۴
 ۲۱۵
 ۲۱۶
 ۲۱۷
 ۲۱۸
 ۲۱۹
 ۲۲۰
 ۲۲۱
 ۲۲۲
 ۲۲۳
 ۲۲۴
 ۲۲۵
 ۲۲۶
 ۲۲۷
 ۲۲۸
 ۲۲۹
 ۲۳۰
 ۲۳۱
 ۲۳۲
 ۲۳۳
 ۲۳۴
 ۲۳۵
 ۲۳۶
 ۲۳۷
 ۲۳۸
 ۲۳۹
 ۲۴۰
 ۲۴۱
 ۲۴۲
 ۲۴۳
 ۲۴۴
 ۲۴۵
 ۲۴۶
 ۲۴۷
 ۲۴۸
 ۲۴۹
 ۲۵۰
 ۲۵۱
 ۲۵۲
 ۲۵۳
 ۲۵۴
 ۲۵۵
 ۲۵۶
 ۲۵۷
 ۲۵۸
 ۲۵۹
 ۲۶۰
 ۲۶۱
 ۲۶۲
 ۲۶۳
 ۲۶۴
 ۲۶۵
 ۲۶۶
 ۲۶۷
 ۲۶۸
 ۲۶۹
 ۲۷۰
 ۲۷۱
 ۲۷۲
 ۲۷۳
 ۲۷۴
 ۲۷۵
 ۲۷۶
 ۲۷۷
 ۲۷۸
 ۲۷۹
 ۲۸۰
 ۲۸۱
 ۲۸۲
 ۲۸۳
 ۲۸۴
 ۲۸۵
 ۲۸۶
 ۲۸۷
 ۲۸۸
 ۲۸۹
 ۲۹۰
 ۲۹۱
 ۲۹۲
 ۲۹۳
 ۲۹۴
 ۲۹۵
 ۲۹۶
 ۲۹۷
 ۲۹۸
 ۲۹۹
 ۳۰۰
 ۳۰۱
 ۳۰۲
 ۳۰۳
 ۳۰۴
 ۳۰۵
 ۳۰۶
 ۳۰۷
 ۳۰۸
 ۳۰۹
 ۳۱۰
 ۳۱۱
 ۳۱۲
 ۳۱۳
 ۳۱۴
 ۳۱۵
 ۳۱۶
 ۳۱۷
 ۳۱۸
 ۳۱۹
 ۳۲۰
 ۳۲۱
 ۳۲۲
 ۳۲۳
 ۳۲۴
 ۳۲۵
 ۳۲۶
 ۳۲۷
 ۳۲۸
 ۳۲۹
 ۳۳۰
 ۳۳۱
 ۳۳۲
 ۳۳۳
 ۳۳۴
 ۳۳۵
 ۳۳۶
 ۳۳۷
 ۳۳۸
 ۳۳۹
 ۳۴۰
 ۳۴۱
 ۳۴۲
 ۳۴۳
 ۳۴۴
 ۳۴۵
 ۳۴۶
 ۳۴۷
 ۳۴۸
 ۳۴۹
 ۳۵۰
 ۳۵۱
 ۳۵۲
 ۳۵۳
 ۳۵۴
 ۳۵۵
 ۳۵۶
 ۳۵۷
 ۳۵۸
 ۳۵۹
 ۳۶۰
 ۳۶۱
 ۳۶۲
 ۳۶۳
 ۳۶۴
 ۳۶۵
 ۳۶۶
 ۳۶۷
 ۳۶۸
 ۳۶۹
 ۳۷۰
 ۳۷۱
 ۳۷۲
 ۳۷۳
 ۳۷۴
 ۳۷۵
 ۳۷۶
 ۳۷۷
 ۳۷۸
 ۳۷۹
 ۳۸۰
 ۳۸۱
 ۳۸۲
 ۳۸۳
 ۳۸۴
 ۳۸۵
 ۳۸۶
 ۳۸۷
 ۳۸۸
 ۳۸۹
 ۳۹۰
 ۳۹۱
 ۳۹۲
 ۳۹۳
 ۳۹۴
 ۳۹۵
 ۳۹۶
 ۳۹۷
 ۳۹۸
 ۳۹۹
 ۴۰۰
 ۴۰۱
 ۴۰۲
 ۴۰۳
 ۴۰۴
 ۴۰۵
 ۴۰۶
 ۴۰۷
 ۴۰۸
 ۴۰۹
 ۴۱۰
 ۴۱۱
 ۴۱۲
 ۴۱۳
 ۴۱۴
 ۴۱۵
 ۴۱۶
 ۴۱۷
 ۴۱۸
 ۴۱۹
 ۴۲۰
 ۴۲۱
 ۴۲۲
 ۴۲۳
 ۴۲۴
 ۴۲۵
 ۴۲۶
 ۴۲۷
 ۴۲۸
 ۴۲۹
 ۴۳۰
 ۴۳۱
 ۴۳۲
 ۴۳۳
 ۴۳۴
 ۴۳۵
 ۴۳۶
 ۴۳۷
 ۴۳۸
 ۴۳۹
 ۴۴۰
 ۴۴۱
 ۴۴۲
 ۴۴۳
 ۴۴۴
 ۴۴۵
 ۴۴۶
 ۴۴۷
 ۴۴۸
 ۴۴۹
 ۴۵۰
 ۴۵۱
 ۴۵۲
 ۴۵۳
 ۴۵۴
 ۴۵۵
 ۴۵۶
 ۴۵۷
 ۴۵۸
 ۴۵۹
 ۴۶۰
 ۴۶۱
 ۴۶۲
 ۴۶۳
 ۴۶۴
 ۴۶۵
 ۴۶۶
 ۴۶۷
 ۴۶۸
 ۴۶۹
 ۴۷۰
 ۴۷۱

[illegible]

[illegible]

ذات واجبہ کو واجبہ اور اگر
 سے اور اگر ذات واجبہ کو خارج از حق بن
 ہے تو غائبہ علاوہ برین جب حکومات میں مثلاً یہود علی
 اور کنیت بمعنی کاتبہ یعنی صفت بن ذات خود ہے
 تو واجب بن ہر نام اولیٰ ایسا ہو گا۔ علاوہ برین علم و
 قندہ و حورہ کو حق بنیشت واجب علیت و قندہ و حورہ بنیشت
 عین ذات واجب بنیشت خطاب بلکہ حیثیت صفت ہر نام
 قطع نظر اس کے عین ذات واجب بنیشت ہے کیونکہ علم و
 قندہ و حورہ زائد بر ذات واجب نہیں ہیں تاکہ علم و
 بنیشت صفت لیا جائے اور عین ذات لیا جائے اگر علم
 و حورہ کو حق صفت کے لئے کہ تو فرق ذات
 بر واجب بنیشت ذاتی اور اتحاد
 ذاتی نہیں ہے گا

اس لئے اب
 نہیں ہوا ہے بلکہ علم وغیرہ سے
 ذات مخلوق و ذات خدا و ذاتی و فرق اخباری کے دو
 کے اندر علم کہنا صحیح ہو گا اور فرق اخباری چونکہ اس میں
 سے نہیں نہ اس میں جاوید سے لذات واجبہ میں تعدد خارجی
 لازم نہ آتا تھا اور تعدد اخباری و غیر اخباری و نہی بحیثیت ذابین اور
 ذات وصف کے نہ تعدد اخباری و نہی بحیثیت ذابین اور
 ذات وصف کے نہ تعدد اخباری و نہی بحیثیت ذابین اور
 نہ تعدد خارجی و نہی بحیثیت ذات وصف کے نہی بحیثیت ذابین اور
 اگر کوئی بالفرض یوں کہے کہ ایک شے کو ایک شے کیلئے
 ثابت کرنا صحیح نہیں ہے مگر در شے متقارن ذات وصف
 ثابت کرنا صحیح نہیں ہے لہذا اثبات ذات کے لئے کہ یک
 میں جب وصف عین ذات کا اثبات ذات کے لئے کہ یک
 درست ہو گا تو یہ صحیح ہی ہے اور باطل و محال ہے کہ یک
 میں کے لئے صرف نقاب اخباری کافی ہے و تو یہ
 علم کلام حکمت ہے و لہذا الاخبار
 لفظت لفظت اگر

اخبارات نہیں
 اور صحیح نہیں تو حکمت باطل و بوج
 ہے تو علم کلام یعنی علم اعلیٰ و فلسفہ اس کے باطل
 و بوج ہو گا حالانکہ اسکی معرفت عمودہ معارف ہے۔ تو
 اخبارات بھی عمودہ معارف ہیں انشائیہ۔ ۱۱۔ نہ مدخل الحاد

اشترک قبول کر لیا حالانکہ وہ فاعل ہے منفعل نہیں ہے یعنی اثر غیر کو قبول کرنے والا نہیں ہے اور لازم آئیگا کہ صفات کمالیہ سے خالی تھا پھر کامل ہوا تو خلو کمال سے لازم آیا اور کمال سے خالی ہونا ہی نقص ہے اور نقص عیب ہے حالانکہ واجب الوجود ہر عیب سے نقصان سے پاک ہے اور منزہ دالہ واجب تعالیٰ واجب الوجود ہر شے کا ممکن ہو جائیگا حادث ہو گا استحکام بالغیر لازم آئیگا اور یہ سب باطل مین ایس معلوم ہوا کہ واجب الوجود محل حوادث نہیں ہے اور صفات کمالیہ اس کے قدیم مین اور عین ذات واجب ہیں

وہو المطلوب *

اب صفات سلبیہ مین سے بعضے صفات کو بدلائل سمجھنا

چاہیے وہ یہ ہیں :

پس صفات سلبیہ مین سے یعنی اون چیزوں سے کہ جو جو اسکی ذات سے نفی کی جاتی ہے ایک یہ ہے کہ اسکا کوئی شریک نہیں ہے یعنی نہ اس کے وجود مین کوئی شریک ہے اور نہ اس کے وجوب وجود مین کوئی شریک ہے اور نہ اس کے علت تامہ وجوہ موثرہ ہونے مین کوئی شریک ہے اور نہ اس کے صفات قدیمہ مین کہ جو عین ذات ہیں کوئی شریک ہے وہ ہر حجت سے یکتا اور

بلے ہمتا ہے شریک و نظیر نہیں رکھتا اور نہ اس کے مماثل کوئی
ہے اور نہ ایسا ہے کہ کوئی اس کا شریک شمل ہو اور پھر عین ذات
واجب تعالیٰ بھی ہوا ان سب امور کو علیحدہ علیحدہ بدلائل عقلیہ
بیان کرتا ہوں ایک ایک کو بگوش ہوش سننا چاہئے اور استہسر
کرنا چاہئے۔

اول یہ کہ باری تعالیٰ کے وجود میں کوئی شریک نہیں یعنی
ایسا نہیں ہے کہ واجب تعالیٰ اور کوئی دوسرا ایک ہی وجود
موجود ہوں یعنی نہ کوئی واجب الوجود اس کے چوہین شریک اور نہ کوئی
ممکن اس کے وجود میں شریک ہے کیونکہ وجود واجب تعالیٰ
عن ذات واجب تعالیٰ ہے اس کا بیان بدلائل اوپر گزارا پس
یہ وجود جو عین ذات واجب ہے اگر عین ذات ہو اور سر غیر کا بھی
یعنی ممکن کا بھی تو واجب الوجود اور غیر واجب الوجود کی دونوں
ذاتیں ایک ہی ہونگی تو یا واجب ممکن ہوگا یا ممکن واجب ہو جائیگا
اور دونوں محال ہیں اور اگر یہ وجود جو عین ذات واجب ہے وہ
غیر ذات ہو اس دوسرے ممکن کے لئے اور اسی وجود کے ساتھ
موجود بھی ہو تو ضروریہ وجود عارض اس غیر کی ذات کہ ہوگا تو
لازم ہوگا اس ممکن غیر واجب کو کہ وہ چیز عارض ہے جو کہ عین ذات

واجب ہے تو ذات واجب عارض ہوگی ذات ممکن کو تو نہ ذات واجب قدیم
 رہے گی کیونکہ حادث کا عارض حادث ہوتا ہے اور نہ علت ممکن کی ہوگی
 کیونکہ عارض محتاج معروض کا ہوتا ہے اور علت محتاج معلول کی نہیں
 ہوتی یا ممکن ممکن نہ ہوگا کیونکہ قدیمت عارض سے قدیمت معروض کی
 اور قدیم صفت سے قدم موصوف کا سمجھا جاتا ہے۔ اور عروض ذات
 ذات کو چہ معنی دار و یہ سب لغویات و محالات ہیں پس اس سے ثابت
 ہوا کہ واجب الوجود کے وجود میں کوئی ممکن شریک نہیں والا خلاف
 عقل لازم آئیگا *

دوسرے یہ کہ جب وجود میں کوئی شریک نہیں تو اس وجود
 کے وجوب میں بھی کوئی شریک نہیں ہے کیونکہ جو عام میں شریک نہیں تو
 تو خاص میں کیا تحت عام کے ہوتا ہے بدرجہ اولے کوئی شریک ہوگا اور
 واجب ہونا خاص ہے پہلے جانے یعنی وجوب خاص ہے وجود سے
 پس نہ کوئی وجود میں اسکا شریک ہے اور نہ کوئی وجوب میں اسکا شریک
 ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ ممکن اگر وجوب میں شریک ہو تو یا ممکن واجب
 ہوگا یا واجب ممکن ہوگا۔ اور اگر یہ فرض کیا جائے کہ وجوب الوجود شریک
 ہو واجب تعالیٰ کے وجود یا وجوب میں تو بطلان اسکا اس جیائے نہیں
 آئیگا کہ وجوب تعالیٰ کی علت مؤثرہ ہونے میں کوئی شریک نہیں ہے

یعنی شریک الہامی کے ابطال میں آئیگا اور توحید میں بھی گذرا *
 تیسرے یہ کہ کوئی شریک نہیں ہے واجب الوجود کے علت تا
 موثر ہونے میں یعنی کوئی سوائے واجب الوجود کے علت تامہ موثرہ
 موجود نہیں ہے یعنی خالق عالم نہیں ہے کیونکہ مبحث توحید وغیرہ میں
 ثابت ہو چکا کہ علت تامہ اور موجود اور موثر کوئی نہیں ہے الا واجب
 الوجود تو جو علت تامہ موجود ہوگا وہ واجب الوجود ہوگا اور واجب
 الوجود کے وجود و وجوب میں کوئی شریک نہیں ہے جیسا کہ ابھی گذرا
 شرکت بممكنات میں کہ اوسے سے یہ شرکت بھی باطل ہے اور دلیل
 کو مکرر لانا تطویل بے فائدہ ہے تو کوئی علت تامہ و خالق عالم و موجود کو
 شریک نہیں ہے پس خالق عالم نہیں ہے مگر ایک یعنی محض واجب الوجود
 یکتا خالق عالم ہے کوئی اسکا شریک نہیں کوئی دوسرا واجب یا ممکن
 نہیں و ہوا لمطلوب *

علاوہ اسکے اگر وجود عالم کے لئے دو علتیں ہوں یعنی دو موجود موثر
 ہوں تو نظام عالم بلکہ اصل وجود عالم فاسد و باطل ہو جائیگا یا وہ علت
 موجودہ کہ جو سوائے واجب الوجود سمیع کے ہے باطل و فاسد ہوگا۔ اور
 اگر دو میں سے کوئی فاسد و باطل ہوگا تو دونوں کا فساد و بطلان لازم
 آئیگا یعنی اگر دونوں باطل ہوں تو دونوں کا بطلان لازم آئیگا لیکن اول

یعنی نظام عالم باطل ہوگا اور کسی یہ وجہ ہے کہ جب دونوں علتیں موجود ہوں
ہیں اور علت تامہ میں تو ایک نے مثلاً چاہا کہ ایک جسم کو حرکت دے
اور علت موثرہ کا اثر ضرور معلول میں پایا جائیگا تو جسم ضرور متحرک ہوگا
اور اسی حالت میں دوسری علت موثرہ تامہ نے چاہا کہ اس
جسم کو حرکت نہ دے ساکن رکھے اور اس تامہ موثرہ کا اثر بھی ضرور
پایا جائیگا تو جسم ضرور حالت حرکت میں حرکت کرے گا ساکن ہی ہوگا
اور یہ اجتماع انقیضین ہے اور محال عقلی ہے لہذا ہی وجود میں
کسی ایک موجود کے بھی اجتماع المتناقضین لازم آئیگا ایسا ہی ہر
معلول میں یعنی کل عالم میں اجتماع انقیضین ہوگا تو وجود عالم
محال ہوگا :-

اور عالم موجود ہے ہر موجود موجود ہے ہر معلول معلول ہے
حرکت میں سکون سکون میں حرکت نہیں ہے بالبداهتہ تو جس چیز سے
یہ محالات لازم آئے ہیں وہی چیز محال ہے اس لئے کہ جو مستلزم
محال کو ہو وہ خود ہی محال ہے یعنی جسکا لازم محال ہے اسکا لازم
بھی محال ہے تو دو علت موثرہ تامہ کا وجود باطل ہے اور ایک ثابت
ہو چکا ہے تو ایک ہی ہے دوسرا جو ثابت نہیں ہوا باطل ہوا وہ
یقیناً نہیں ہے نہو المطلوب - اور نظام عالم عام ہے معین وجود تمام

عالم سے اور بطلان عام سے بطلان خاص ہوتا ہے تو اصل وجود تمام
عالم بھی فاسد و باطل ہو جائیگا اور عالم یقیناً موجود ہے تو دو علت موثرہ
کا ہونا باطل ہے اور ایک ثابت ہو چکا تو دوسرا باطل ہے وہوالمطلوب
اور دوسرے یہ ہے کہ علت تامہ موثرہ ہو اور باطل ہو کہ اسکی دو
صور تین ہیں یا عبث و بیکار ہے یا باطل و فاسد ہے نہیں ہو سکتا کہ
علت تامہ ہو اور موجود و موثر ہو معلول میں اور عبث ہو کیونکہ موثر عبث کا اثر ہی نہوگا
اثر اوس کا ہوتا ہے کہ جو حقیقتہً اثر رکھتا ہو اور معلول میں اثر کرتا ہو
معلول حقیقتہً اوسکا محتاج ہو اور ا حیلج عبث کیطرت اور سوتون
ہونا معلول کا حقیقتہً علت کیطرت نہیں ہو سکتا جب علت ہی عبث
و بیکار ہو اور جب عبث ہو تو باطل ہو تو علت تامہ موثرہ درحالت
عدم اثر عبث نہیں ہے بلکہ باطل و معدوم ہے *

اب رہی تیسری شکل کہ اگر دونوں باطل نہوں ہر ایک با کا رہوں
اور علت موثرہ حقیقتہً دونوں ہوں کمی بیشی کسی کیطرت نہو علت ہو
میں دونوں باطل و معدوم ہونگے اوسکی یہ وجہ ہے کہ جب ایک علت
تامہ ہے اور موجود و موثر ہے اور اپنی وجود و وجوب وجود میں کوئی
حالت منتظرہ نہیں رکھتا اور جمیع جہات و اعتبارات سے ہر طرح سے
بہ کامل ہی ہے اور غیر کی اوسکو کسی صورت سے ا حیلج نہیں ہو سکتا ^{الوجود}

بالذات اور قدیم ہے تو جمیع معلومات کی احتیاج ہر طرح کی اسی علت
 کی طرف ہوگی جیسا کہ ثابت ہو چکا تو غیر کی طرف کچھ احتیاج نہ ہوگی اور جب
 دوسری علت غیر اسکی اسی طور کی اسی صفت کی بغیر کی و زیادتی کے
 ہے تو جمیع معلومات کی احتیاج ہر طور کی اسی علت کی طرف ہوتی چاہئے
 تو معلومات کو غیر اول کی طرف کچھ احتیاج نہ ہوگی تو عالم کی احتیاج اول
 کی طرف ہے اور نہیں ہے اور دوسرے کی طرف ہے اور نہیں ہے
 تو دونوں میں اجتماع النقیضین ہے اور یہ محال ہے اور تمنع اور زلدا
 یہی لازم آتا ہے یعنی طرفین سے دفع ایک دوسرے کو لازم آتا ہے
 اور ایک دوسرے کو منع کرتا ہے کیونکہ ب کو احتیاج اکی طرف ہے ج
 کی طرف نہیں ہے اور ب کو احتیاج ج کی طرف ہے اکی طرف نہیں ہے
 یعنی ب کو احتیاج اکی طرف الہی نہیں ہے اور ب کو احتیاج ج کی طرف
 ہے اور نہیں ہے یہ اجتماع النقیضین ہوا اور یہ محال ہے یعنی یہ محال
 دونوں علتوں میں لازم آیا کہ آ علت ہے اور نہیں ہے اور ج علت
 ہے اور نہیں ہے پس آ اور ج علت ہے اور نہیں ہے
 اور ثابت ہو چکا کہ ایک یعنی آ علت ہے تو بیشک ج علت نہیں ہے
 یعنی ایک ہی خدا ہے دو خدا نہیں ہیں دوسرا کوئی ادسکا شریک
 نہیں ہے وہی ایک خدا وحدہ لا شریک لہ ہے ہوا المطلوب اور جب

و خدا کا ہونا محض خلاف عقل ہے بالبدارہتہ باطل ہے تو وہ
ہو اس عقل پر کہ جو عقل تجویز کرتی ہے تین خدا اور چار خدا اور
تو خدا کو *

اب اصل تقسیم سے جو محض قسم سمجھنی چاہئے یعنی دو خدا حقیقتہً جملہ
صفات میں شریک ہوں بلا تفاوت یہ باطل ہے کیونکہ اگر یہ صورت
صحیح ہو تو دونوں کی ذات دو ہیں علیحدہ علیحدہ یا دونوں کی ذات
میں کچھ فرق نہیں ہے ایک ہی ہے مگر خصم اسکو نہیں تسلیم کر سکتا
کہ ذاتاً ہی ایک ہے کیونکہ جب ذاتاً اور صفاتاً ایک سان ہے تو وجہ
الوجود کا دو ہونا باطل ہو گیا تو ضرور دونوں کی ذات میں منفرت
ماننی چاہئے تو ہر ایک خدا میں اتنا صفاتاً اور تغائر ذاتاً ہو گا تو ہر
ایک میں دو چیزیں پائی جائیں گی ایک وہ جو مشترک دونوں میں ہے
یعنی صفات اور دوسرا وہ جو مشترک نہیں ہے بلکہ فرق دینے والا ہے
دونوں میں یعنی ذات تو مشترک اور غیر مشترک ہر ایک میں پایا گیا یعنی
ہر ایک میں دو چیزیں مختلف پائی گئیں تو ہر ایک مرکب ہو گا اور ہر
مستحق ہوتا ہے اپنے اجزا کی طرف پس ہر ایک محتاج و ممکن ہو گا اور
مفروض یہ ہوا ہے کہ دونوں وجہ الوجود بالذات ہیں نہ ممکن ہذا
مختلف پس کوئی اس کے صفات میں شریک نہیں ہے وہو المطلوب

ملا وہ ازین جب تعینات و تشخصات واجب تعالیٰ عین
 ذات واجب تعالیٰ ہیں جیسا کہ ثابت ہوا پس اگر شریک صفاً شریک
 تعالیٰ بھی واجب الوجود بالذات ہو تو اوس کے بھی یہی صفات عین ہونگی
 اور عین کا عین عین ہوتا ہے تو واجب تعالیٰ کے صفات کا عین
 دوسرے واجب الوجود کا عین ہوگا پس دو واجب الوجود ہوں گے
 وہ شریک بصفات کوئی دوسرا نہوا کہ دونوں کی ذاتیں ہی ایک ہی
 ہیں وہوالمطلوب - اور اگر کوئی ممکن شریک بصفات واجب تعالیٰ
 ہے اور صفات واجب تعالیٰ عین ذات واجب تعالیٰ ہیں تو
 ممکن شریک ذات واجب تعالیٰ
 ہوگا یعنی جو شریک صفات واجب تعالیٰ میں ہوگا شریک ذات
 واجب تعالیٰ میں ہوگا یعنی ممکن ممکن نہ ہوگا بلکہ مشترک ذات واجب
 تعالیٰ میں اور یا مماثل ذات واجب تعالیٰ کا ہوگا اور مماثل اور عین
 واجب تعالیٰ وہ واجب تعالیٰ ہے پس ممکن واجب ہو جائیگا ممکن
 ممکن نہ ہوگا اور فرض کیا تھا ممکن ہذا خلف یا واجب مانا ہوا ممکن
 ہوگا ہفت - اور جب ممکن ممکن نہ ہو اور عین ذات واجب تعالیٰ ذاتاً
 و صفاتاً ہوا تو وہ دونیں ہیں ایک ہی شے ہے کہ جسکو واجب الوجود
 بالذات مع صفات مذکورہ کہتے ہو اور یہی مطلب ہے پس اس تقسیم

کی باہنجوین قسم بھی ثابت ہو گئی کہ اوسکا کوئی مماثل نہیں ہے ۰
 چھٹی قسم اوس تقسیم اولیٰ کی یہ ہے کہ کوئی واجب الوجود بالذات
 کا شریک و مماثل نہیں مگر عین ذات واجب الوجود ہے اس صورت میں
 اجتماع التقيضین کا ہونا اور تدافع و تمناع ظاہر ہے حاجت بیان کی نہیں
 ہے۔ ان سب بیاناتوں سے واضح ہے کہ خدا ایک ہے اور اوس میں
 کسی طرح کی اشغیت اور دو تائی نہیں ہے نہ حقیقتہً نہ اعتباراً اور
 یہی توحید باری تعالیٰ ہے جسکا اثبات مطلوب تھا ۰

اور دوسرا طرقت

عقلاً باطل ہے کہ کوئی اوسکا شریک سطلقاً ہو اس لئے کہ
 ثابت ہو چکا کہ جو سوائے واجب الوجود بالذات ثابت شدہ کے ہے وہ
 عالم ہے پس دوسرا کوئی شریک اگر واجب الوجود کا ہو گا تو ضرور جو اس
 الوجود ہو گا بلکہ عالم میں داخل ہو گا یا عین عالم ہو گا لہٰذا ممکنات میں داخل
 ہو گا اور ممکنات شریک نہیں ہو سکتے واجب الوجود بالذات کے
 اور نہ واجب ممکنات کے اس لئے کہ وجود جو عالم ہے وجوب اور قدم
 وغیرہ سے جب اوس میں کوئی شریک نہیں ہو سکتا تو خاص میں
 بدرجہ اوسے شریک نہیں ہو سکتا اور وجود واجب الوجود میں سر

و ماتمت باطل ہے اس لئے کہ ممکن کا وجود ضروری نہیں ہوتا اور جو
 وجود ضروری ہوتا ہے دو شے مہائیں میں شرکت چہ معنی دارد اور
 جب عام میں جو شے شریک نہوگی تو خاص میں کیونکہ شریک نہوگی
 اس لئے کہ وجود واجب الوجود عام ہے قدم اور ابدیت وغیرہ
 سے اور جب یہ عام شے ممکن میں پائی نہیں گئی تو باستفائے عام
 استفائے خاص ہوتا ہے پس قدم وغیرہ درجہ اولے ممکنات
 میں نہیں پائے جائینگے اور جب قدم و ابدیت وغیرہ یہ سب صفات
 کچھ نہ پائے گئے اس میں تو یہ وہ شریک و جب الوجود کا کس
 چیز میں ہے تو معلوم ہوا کہ شریک ہی نہیں ہے یعنی نہ کوئی و جب
 شریک ہے اور نہ کوئی ممکن پس وہ کیسا ہے جمیع چات وہ در
 اور یہی مطلب ہے اگر کوئی کہے ممکن اور واجب کا وجود دو نوع متبا
 ہیں اسکو بابہ الاشتراک نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ وجود ضروری اور
 غیر ضروری سے جو عام وجود ہے یعنی وجود مطلق اس وجود مطلق
 میں ممکن اور واجب شریک ہیں اور دونوں ممکن و واجب میں
 فرق دو وجود خاص میں ہے کہ ایک میں وجود مطلق کی قسم وجود غیر
 ضروری ہے اور ایک میں وجود مطلق کی قسم وجود ضروری ہے
 اور یہ وجود خاص جو وجود ضروری ہے وہی عین ذات واجب

تعالیٰ ہے اور دوسرا وجود خاص اس کے مقابل کا جو عارض ممکن کو ہے
 وہ عین ذات ممکن نہیں ہے بلکہ غیر ذات ممکن ہے اور جب عام میں
 شریک ہے تو لازم آئیگا کہ خاص میں شریک ہو تو کہوں گا کہ عجیب
 تعارض ہے کلام میں کہ ممکن غیر واجب بھی ہے اور عین واجب بھی
 ہے اس لئے کہ جو وجود کہ عارض ہے ممکن کو وہ وجود جیسا کہ غیر ہے
 ممکن کا ویسا ہی غیر اس وجود کا کہ جو اسکے مقابل میں نوع ہے بقول
 خصم یعنی وجود واجب الوجود کا غیر ہے تو ممکن متبائن ٹھہرا واجب
 الوجود کا پھر باقی صفات میں بھی کہ جو خاص تر وجود سے ہیں ممکن
 متبائن واجب کا ضرور ہوگا بداہتہ تو شریک واجب الوجود کا ہوا
 مگر ایک وجود عام ترین صرف بالفرض تو شریک واجب کا ہوا یعنی
 دوسرا خدا ہوا کیونکہ علت تامہ موثرہ و موجدہ ہونا ثابت ہوا
 اور یہی مطلب ہے اور یہ ضرور نہیں ہے کہ جو عام میں شریک ہو
 وہ خاص میں بھی ضرور شریک ہوگا جیسا کہ شجر انسان کے شریک ہے
 جسم نامی ہونے میں مگر حیوان ہونے میں انسان کے شجر شریک
 نہیں ہے باوجود اس کے کہ حیوان خاص ہے جسم نامی سے مان
 یوں البتہ ہے یعنی اسکا اولیٰ کہ جو خاص میں شریک ہوگا وہ
 عام میں ضرور شریک ہوگا جیسے شجر کہ انسان کا شریک ہے جسم نامی

ہونے میں تو جسم مطلق ہونے میں انسان کے شجر ہی شریک ہے اگر
 عام میں شریک نہ ہوتا تو معلوم کرنا چاہئے کہ خاص ہی میں شریک
 نہیں ہے کہ بافتفائے لازم اتفائے ملزوم ہوتا ہے اور شرکت
 فی الخاص ملزوم ہے اور شرکت فی العام لازم ہے اور الگ - اور
 حالانکہ وہ وجود کہ جسکو وجود مطلق اور عام تر کہا ہے وہ وجود کی
 طبیعت کلیتہ ہے تو اس وجود عام تر کو باہتتہ مستقلہ نہیں کہہ سکتے
 تا اس کے افراد یعنی وجودات متعلقہ بھی باہتتہ مجرودہ مستقلہ ہوں
 تا ممکنات کو عارض ہوں گے حالانکہ وجودات ممکنات کو عارض ہیں
 تو وجودات عارضہ کی کلی ہوگی تو وجود واجب بھی عارض ہوگا نہ عین
 ذات واجب حالانکہ عینیت ثابت ہے - اگر کوئی کہے کہ وجود کی تقسیم
 کی جاتی ہے ایک ممکن دوسرے واجب تو چاہئے کہ ایک مطلق وجود عام
 و کلی قرار پائے کیونکہ تقسیم میں مقسم ضرور ہے اور مقسم ضرور
 عام ہوتا ہے اپنے افراد سے اور مقسم کلی کی طبیعت ضرور ہے کہ
 اپنے ہر ہر فرد میں پائی جائے تو ایک وجود عام تر سب وجودات
 سے سب افراد میں شریک ہوگا تو شرکت
 ممکنات کی واجب کے ساتھ ثابت ہوگی عام اس سے کہ دیگر صفات
 جو خاص ہیں وجود عام سے ان میں سے بعضوں میں شرکت ہو اور

بعضوں میں ہوں۔ تو کہو گنا کہ باری تعالیٰ کے کسی صفات میں کوئی شریک نہیں ہے یعنی وہ اپنا شریک نہیں رکھتا ہے نہ اپنے سا موجود ہے نہ نہیں اور نہ مطلق واجب بالذات ہونے میں اور نہ واحد ہونے میں نہ بسیط و قدیم و قیومیت و علیت و خالقیت و رازقیت وغیرہ میں۔ ہاں کہہ سکتے ہیں کہ مثلاً عالمیت میں شریک یوں رکھتا ہے یعنی وہ بڑا عالم ہے جسے جمیع حیثیات اس کے علم کو کمال ہے اور ممکنات ذوالعقول بھی عالم ہیں دلوائل درجہ ہستی تو نہیں کہا جاسکتا کہ مطلق عالم طبیعتہ کلیہ ہے اور اس کے افراد ہیں عالم واجب اور عالم غیر واجب مثلاً فلان عالم اور فلان عالم تا عالم واجب تعالیٰ جزئی ہوتی ہیں عالم مطلق کے کیونکہ ایسا کلی محض اعتباری فرضی انتزاعی ہے تو جزئیات اس کے بھی چاہئے کہ محض انتزاعی ہوں کیونکہ کلی کی طبیعتہ اپنے سب افراد میں چاہئے کہ پائی جائے تو ضرورتاً واجب اور ذات ممکن افراد اس کے ہونگے اور نہ مطلق عالم اس ذات کی طبیعتہ نوعیت ہوگی بلکہ افراد انتزعات کی کلی مطلق عالم کو کہہ سکتے ہیں اور یہ میرے مطلب کے خلاف نہیں ہے۔ علی الخصوص جب بطور تشکیک کلی مشکک کے پس ایسا ہی ذات واجب تعالیٰ اور ذات ممکن افراد اور جزئیات مطلق وجود کے نہیں ہیں ممکن اور واجب شریک نہیں ہیں مطلق

وجود میں ہاں وجود واجب اور وجود ممکن شریک ہیں مطلق و عام وجود
 میں یعنی مطلق کون اور محض شمیئیت میں یعنی وہ وجود کہ عارض ہے
 ممکن کو اور وہ وجود کہ عین ذات واجب ہے تو جب کہ ذہن میرا
 انتزاع کرے عروض وجود سے اور ذاتیت وجود سے وجودات
 اعتباریہ کو تو ایسے وجودات منتزعات اوس عام وجود کے افراد
 ہونگے جو باہر الا شریک ہیں ان ایسے وجودات منتزعات میں اور
 وہ بھی بطور تشکیک کہ کلی مشکک میں درکار ہے اولویت اور
 اولیت اور غیر اولیت وغیر اولیت کے ساتھ نہ از روئے
 ریادت و نقصان اور شدہ و ضعف کے تو اس صورت میں واجب
 معائے جزئی وجود محض و عام کا نہوگا بلکہ میرے ذہن میں اس کا وجود
 منتزع مصدری عام وجود مصدری انتزاعی محض کا جزئی ہوگا
 اور یہ میرے مطلب کے خلاف نہیں ہے بلکہ ایسا ہی حال ہے ان
 دو وزن تقسیموں کا مثلاً کہتے ہیں کہ وجود ممکن یا ذہنی ہے یا خارجی
 اور کہتے ہیں کہ وجود یا ممکن ہے یا واجب یعنی غیر ضروری ہے یا ضروری
 ہے اول کے یہ معنی ہیں کہ ذہنی وجود عرضی یا وجود ذہنی ہے یا وجود
 خارجی جو منتزع موجود ذہنی یا خارجی سے ہے اور ثانی کے یہ معنی
 ہیں کہ ذہنی وجود عرضی یا وجود ممکن ہے یا وجود واجب ہے جو منتزع

ہے موجود ممکن یا موجود واجب سے ذہن میں۔ پس قسم اور قسم
 سب ذہنی ہیں تو اس صورت میں واجب تعالیٰ خارج میں جزئی وجود
 محض کا نہوا جیسے کہ ذہن شے محض کے تحت میں واقع ہوتا ہے اور
 تقسیم ثانی سے اگر یہ مراد لی جائے کہ موجود یا ممکن ہے یا واجب تو واجب
 تحت میں موجود کے ہوگا ذہن صرت ز خارج میں اور اس طرح کی جبریت
 ہمارے خلاف نہیں اور چونکہ مقصود ہے کہ مجملًا بتقریر عام ہم لکھوں
 لہذا ان مضامین کو بطور واضح سمجھانا مشکل ہے۔ اور اس بحث کو
 طول دینا اور تحقیقات و تدقیقات فلسفہ کو یہاں پر لکھنا اور دلائل
 مانا اور فرق بتلانا درمیان دلائل متشعبہ عین و متغلبہ نہیں و متصفون
 کے خلاف وضع کتاب ہذا ہے۔ اور جب کوئی اسکا شیریک نہیں کرے
 تو واجب الوجود کی تالیف و اثباتی ہے اور یہی مطلب ہے *

واجب الوجود مقول کثیرین پر نہیں ہو سکتا یعنی ایسا نہیں ہے
 کہ کئی موجودات پر واجب الوجود صادق آئے اگر صادق آئیگا تو بہت
 سے موجودات واجب الوجود بالذات ہوں گے اور ثابت ہو چکا
 کہ واجب ایک ہی ہے تو واجب تعالیٰ بہت سے پر صادق نہ آئیگا
 علاوہ اس کے جب بہت موجودات پر صادق آئے تو واجب الوجود
 کلی ہوگا تو خارج میں وجود اسکا ہوگا اور ثابت ہو چکا کہ خارج میں

موجود ہے تو کلی ہوگا تو او سکا کوئی جزئی بھی ہوگا نلا وہ اسکے اگر کلی
 ہو تو یا جنس یا نوع یا فصل ہوگا کیونکہ واجب ذات ہے نہ صفت
 و عرض تو وہی جنس و جنس و عام شے ان سب موجودات میں پائی
 جائیگی اور واجب الوجود سے فوق کوئی عام شے نہیں ہے اس لئے کہ
 خود وجود جو اعم الاشیا ہے اور اولیٰ اور اقدم ہو کے پایا گیا ہے
 وہی عین واجب الوجود ہے تو معلوم ہوا کہ واجب الوجود مقول کثیرین
 پر نہیں ہو سکتا تو کلی واجب الوجود یعنی کلی خدا کا وجود ہوا پس معلوم
 ہوا کہ واجب الوجود نہ کلی ہے نہ جزئی اضافی
 اور نہ خود واجب الوجود تحت میں کسی عام کے ہے کیونکہ اعم
 اشیا یعنی وجود او سکا عین ہے تو ایسی چیز کے تحت میں جو فرض
 ہوئی مثل قدم و بقا وغیرہ کے وہ سب بھی عین ہونگی تو کسی عام یا کلی
 کے تحت میں ہوگا تو جزئی حقیقی بھی نہیں ہوگا *

وہ مرکب نہیں ہے اگر واجب تعالیٰ مرکب ہو تو اس کے اجزاء
 ہوں گے کیونکہ ہر مرکب کے لئے اجزاء ہیں اگر اجزائے خارجہ ہیں تو مرکب
 خارجی ہوگا اور اگر اجزائے ذہنیہ ہیں جیسے ماہیت مرکبہ کے لئے جنس
 و فصل وغیرہ مثلاً تو مرکب ذہنی ہوگا اور ہر مرکب اپنے موجود ہونے
 میں محتاج اپنے اجزاء کی طرف ہے جب تک اجزاء نہ ہائے جائینگے مرکب

نہ بن سکیگا اور جو چیز محتاج ہے وہ ممکن ہے حادث ہے پس خدا ممکن و
 حادث ہوگا واجب قدیم ہوگا حالانکہ واجب و قدیم ہونا ثابت ہو چکا
 تو باری تعالیٰ مرکب ہوگا نہ مرکب ذہنی نہ مرکب خارجی بلکہ مرکب خارجی
 ہوگا تو انظر البطلان ہے کیونکہ مرکب خارجی جسم ہوتا ہے تو چاہیے کہ
 واجب تعالیٰ مجسم ہو اور وہ ضمناً باطل ہو جائیگا اور صراحۃً بطلان
 اسکا آئندہ آئیگا اور مرکب نہیں ہے تو غیر مرکب ہے یعنی بسیط ہے
 کہ جس میں اجزاء نہیں ہوتے پس خدا میں اجزاء نہیں ہیں اور بھی
 مطلب *

وہ کسی جہت و سمت میں نہیں ہے اس لئے کہ جس طرف اشارہ
 ہے کہ سکین یا جس طرف متحرک کا رخ ہے (و سکو جہت کہتے ہیں اور
 سمت بھی گویا اسی معنی میں ہے خصوصاً اس بیان میں تو اگر اس جہت میں
 ہے تو اس جہت میں نہ ہوگا اگر اس جہت میں ہے تو اس جہت میں
 ہوگا جہت و سمت کی حیثیتز حالت سب جہتوں میں نہیں پائی جاتا
 والا اجتماع متناقضین لازم آئیگا اور جب کہیں ہے کہیں نہیں ہے تو نہیں
 ہے کہ اطلاق سے واجب تعالیٰ ممکن ہو جائیگا اور حادث و محتاج
 غیر اس لئے کہ اگر کسی غیر کے منع و دفع کے باعث سے بعض جہات
 میں موجود نہ ہوگا تو معلول و مغلوب و محتاج و ممکن و حادث ہو جائیگا

اور اگر اوس کی ذات نے منع و دفع کیا تو ایک ہی شے علت و معلول
 ایک حالت ہو اور یہ سب باطل ہیں اور ترجیح بلا مرجح بھی ہے اور
 اگر نہ اپنی طبیعت کے منع و دفع سے اور نہ کسی غیر کی وجہ سے کہیں
 کہیں نہیں ہے تو ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی بلکہ محال ہے اس لئے کہ جس
 فعل کا نہ خود فاعل ہو نہ غیر تو اس فعل کا وجود و وقوع ہوگا تو کہیں
 ہونا اور کہیں نہ ہونا باطل ہے اگر بعضے بہت میں ہو تو قرب و بعد
 کی نسبت ہو جائیگی اور ازین قبیل بہت سی قباحاتین خلاف عقل
 لازم آتی ہیں۔ اور بعضے روایات سے بعضوں کے زعم میں ثابت ہوتا
 ہے کہ وہ فوق میں ہے اور یہ بالفرض اگر ہوں اور صحیح بھی ہوں
 تو یہ روایات یقیناً خلاف عقل کے ہیں اور باعث لزوم محالات کے
 ہیں تو ضرور روایات جو صحیح نہیں ہیں اوس سے تو کوئی مطلب نہیں
 اور جو صحیح ہوں اون میں تاویل ضرور کرنی ہوگی تا مطالب عقل کے
 ہو جائے سوا اس کے اور کوئی راہ نہیں ہے بموجب حکم مقدمہ
 سابقہ کے اور دعائیں جو فوق کی طرف باہر اٹھانے کے مانگتے ہیں اوسکی
 وجہ یہ ہے کہ انہار تعظیم اس سے اگر کوئی دعا مانگے اور دونوں ہاتھوں
 کو ملا کے زمین کی طرف اشارہ کرے یا اپنے جو تون کے طرف
 سعاۃ اللہ اشارہ کے دعا مانگے تو اس سے انہار تحقیر ہے اور سفیہ

مجنون کا فعل سمجھا جائیگا یا مخالف خدا کا وہ قابل اس کے نہیں ہے
 کہ کوئی اس کی طرف اشارہ حسیہ کر کے یمنی کہے کہ وہ یہ ہے وہ ہے
 یہاں ہے یہاں ہے اس طرف ہے اس طرف ہے *

وہ مجسم بنین ہے اس لئے کہ ہر جسم مرکب ہے اس لئے کہ جسم بن
 اجزاء میں یہاں تک کہ اس کی تقسیم کی انتہا بنین ہے جس ایک جز کو کسی
 ایک جسم میں تقسیم کر میں تو پھر جزو کی جزو کی تقسیم ہو سکتی ہے کسی تقسیم
 پر انتہا بنین ہو سکتی ہے کہ اب اس کی تقسیم ہو سکے بلکہ باعتبار اجزاء
 وہمیشہ کے اجزاء غیر متناہیہ ہو سکتے ہیں یا ان کے ہم قائل بنین ہیں
 کہ بالافعال اجزاء غیر متناہیہ بحیثیت مجموعی جمع میں نامحال لازم آتے
 بلکہ یہ مطلب ہے کہ کسی تقسیم پر ہم ٹھہر بنین سکتے ہیں بلکہ پھر آخر لے
 جینا کی تقسیم بھی کر سکتے ہیں اور جب دو جزو جس میں ہوں وہ مرکب
 ہے تو بوجہ اجزاء کے کثیرہ حضور متناہیہ جسم ضرور
 و بدرجہ اس لئے مرکب ہے۔ علاوہ اس کے ہر جسم میں دو جزو
 یعنی ہسولی اور صورت ضرور ہیں جیسا کہ علم طبیعیات میں ہمیں ہے
 تو ہر جسم مرکب ہوا۔ علاوہ اس کے ہر جسم میں تو تین مختلف
 موجود ہیں کہ جنکی وجہ سے وضع خاص یا خاص جگہ یا شکل خاص
 یا کیفیت خاص کو جسم مقتضی ہے اور قوۃ حیوانیہ و نفسانیہ وغیرہ

اکثر اجسام میں ہیں اور توتہ محرک اور قویطبیعی وغیرہ سے بھی ثابت ہوا کہ جسم مرکب
 ہے رطوبات مختلفہ اور اجزائے مختلفہ اجسام میں بالمشابہہ ثابت ہیں
 پس اس سے ثابت و متحقق ہے کہ جسم مرکب ہے تو اس کا موجود اجزاء ہوتے
 اور جب کا وجود بالغیر ہے وہ واجب الوجود بالذات نہیں پس اجسام ممکن ہیں
 واجب الوجود بالذات نہیں ہیں اجزائے اجسام بھی ممکن ہیں اور خود اجسام
 بھی ممکن ہیں کیونکہ اجزائے جسم اور خود جسم کا حال تغیر سے کسی صورت حال
 نہیں حرکت و سکون کہ یہ بڑا تغیر ہے اور احتیاج تخر و مکان و جہت و سمت
 و ثقالت و خفت اور تغیر ثقالت و تغیر خفت اور احتیاج جسم لوجود
 اجزائے اور احتیاج اجزائے اپنے اجزا کی طرف اور رنگ دار و سبک
 ہونا اور مختلف حالتوں کا ہونا ان سب باتوں سے معلوم ہوا کہ اجسام
 و اجزائے اجسام متغیر ہیں اور خود تقسیم بھی بڑا تغیر ہے اور متغیر شے قدیم
 نہیں ہوتی قدیم ہمیشہ یکساں رہتا ہے اور اجسام کہیں یکساں نہیں رہتے اور جب مادہ
 ہے قدیم نہیں ہے تو ممکن ہے یعنی حادث کی وجہ سے محتاج غیر کا ہوگا
 اور محتاج غیر کا ممکن ہے اور ممکن میں عدم اور وجود کی حالت برابر رہتی ہے
 یعنی نسبتہ ذات ممکن کی وجود و عدم کی طرف برابر ہے جب تک کوئی جمع
 دینے والا وجود کو یا عدم کو نہ ہو اور وجود ممکن اپنے وجود کو ترجیح نہیں دے
 سکتا کیونکہ اس کی طبیعت عدم کو مثل وجود کے چاہتی ہے والا ترجیح

بلا مرجع لازم آئیگی تو ضرور کوئی غیر مرجع صرف وجود کا یا مرجع صرف عدم کا
 ہوگا اور وہ غیر ضرور غیر ممکن ہوگا ممکن کا مرجع ممکن نہیں ہو سکتا جیسا کہ
 گذرا تو مرجع اور موثر اور علت وجود ممکن یا عدم ممکن کوئی غیر جو ہوگا
 وہ واجب الوجود ہوگا اگر وہ بھی جسم یا جسمانی ہو تو ممکن ہوگا نہ واجب الوجود
 کیونکہ جو جسم ہوگا وہ ممکن حادث و متغیر ہوگا تو علت موثرہ جسم کی جو واجب
 الوجود ہے وہ جسم نہیں ہے یعنی عالم جسمانی کے لئے موثر و موجب ہے اور
 وہ موثر و موجب نہ جسم ہے اور نہ جسم میں ہے کیونکہ ہر جسم جسمانی ممکن ہے اور
 ممکن کے لئے موثر مغائر معلول کا ہوگا اور مغائر جسم و جسمانیات واجب ہے کہ
 جسم نہ ہو اور جسمانی نہ ہو۔ اور جسمانی کا ممکن ہونا بھی ظاہر ہے کہ جسمانی محتاج
 جسم ہے اور محتاج جو ممکن ہے تو محتاج ممکن بدرجہ اولیٰ ممکن ہے۔
 اس دلیل سے واجب الوجود اور اس کا غیر مجسم ہونا ساتھ ہی ثابت ہوا
 اگر وہ جسم الوجود مجسم ہے تو اس کے اجزا ہونگے کیونکہ ہر جسم میں اجزا
 ہوتے ہیں اور مرکب محتاج اجزا کا ہوتا ہے کہ پہلے اجزا پائے جائیں تب
 مرکب پایا جائیگا تو واجب الوجود بھی مرکب ہوگا اور محتاج اجزا کا ہوگا
 کیونکہ اجزا مرکب سے پہلے پائے جائیگے اور ان اجزاء کے لئے کوئی علت
 ہوگی انکی علت خود مرکب نہیں ہو سکتی کیونکہ بعد پایا گیا ہے اور اجزاء
 اپنی علت آپ ہی ہوں تو دور لازم آئیگا تو جس کے محتاج اجزا ہونگے

اوسکا محتاج مرکب ہوگا اور محتاج ممکن ہے نہ واجب الوجود بالذات کیونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ اوسکی علت کوئی نہیں ہے اور وہ سب کی علت ہے۔ وہ مجسم نہیں ہے کیونکہ جسم کے لئے حیز و مکان ضرور ہے ضرور کسی جہت و سمت میں ہوگا اور یہ ثابت ہو چکا کہ واجب الوجود کسی جہت و سمت میں نہیں ہے تو کسی حیز و مکان میں بھی نہیں ہے تو واجب الوجود مجسم نہیں ہے *

وہ مجسم نہیں کیونکہ جسم محتاج حیز و مکان و جہت کا ہے اور محتاج ممکن ہے واجب الوجود نہیں اور واجب الوجود ممکن نہیں تو محتاج نہیں تو محتاج حیز و مکان و جہت کا نہیں تو وہ مجسم نہیں ہے و ہوا المطلوب وہ اگر مجسم ہو تو قابل البعاد ثلثہ کا ہوگا یعنی طول و عرض و عمق کو قبول کرے گا اور قابل بحیثیت قابلیت فاعل نہیں ہوتا فاعل بحیثیت قابلیت قابل نہیں ہوتا اور واجب الوجود فاعل و علت ہے سب کے لئے نہ قابل غیر کا تو واجب الوجود مجسم ہوگا۔

وہ مجسم نہیں کیونکہ جسم دو حال سے خالی نہیں یا جسم عنصری ہو گیا یا غیر عنصری یعنی جسم میں یا آب و آتش و خاک و باد و ہوا یا اجزاء غیر عناصر ہونگے اگر عنصری ہے تو بقاعدہ کیمیاء وہی تغیر محض ہو سکتا ہے کہیں حریں بن جائے کہیں بن جائے کہیں آب سے ہوا کہیں ہوا سے آگ کہیں کچھ کہیں کچھ اور

یہ سب علامات حادث کے ہیں تو واجب الوجود متغیر و حادث و ممکن ہو گا و واجب الوجود نہ ہو گا اور واجب الوجود واجب الوجود ہے ثابت ہو چکا ہے تو مجسم ہونا باطل ہے۔ علاوہ اس کے اگر عنصری ہے تو غلبہ اس پر ایک نقطہ کا ہو جائیگا یعنی مرکز عالم کا یعنی کشش اور تحریک وغیرہ کے روسے اور مغلوب ممکن و متغیر و حادث ہے تو واجب الوجود مجسم نہیں ہے اور اگر غیر عنصری ہو تو لا اقل حرکت و سکون و جہت و مکان و ظہور و غیبت اور وجود و عدم پایا جائیگا تو متغیر حادث و ممکن ہو جائیگا محتاج غیر کا اور واجب الوجود محتاج غیر کا نہیں تو واجب الوجود مجسم نہیں۔ اگر مجسم ہو گا تو ضرور مادی ہو گا مجرد ہو گا اور مادہ محل تغیرات و حوادث ہے تو واجب الوجود بالذات محل ہو گا حوادث کا تو ممکن و متغیر و حادث ہو گا حالانکہ وہ ممکن و حادث و متغیر نہیں بلکہ واجب و قدیم و غیر متغیر ہے پس وہ مجسم نہیں ہے۔

اگر وہ مجسم ہو اور ہر جسم میں بارہ زاوئے قائمی بنتھیں تو بارہ مثلث قائمہ الزاویہ اس کے جسم میں ہی ہونا چاہئے اور یہ سب اجزاء میں جسم تعلیمی کے تو واجب الوجود میں اجزا ہوں گے اور جسم تعلیمی مرکب ہے اجزاء جسم تعلیمی سے تو ان اجزاء کا محتاج ہے پس واجب الوجود جسم تعلیمی ہی نہیں ہے اور اگر وہ جسم تعلیمی ہو تو اس کے

لئے کوئی جسم طبعی بھی ہونا چاہئے تو اور ان محسوس قبا حسیں لازم آئیں گی اور وہ ان سب عیوب و اجتناب غیرت سے میرا ہے والا واجب بالذات نہ ہوگا اور جب کہ اس کا جسم اور جسمانی ہونا مطلقاً باطل ہے تو کبھی آئندہ بھی مجسم نہ ہوگا والا جو تغیرات اور قوت و استعداد وجود تغیرات باعث اس کے ہونگے کہ وہ ابھی سے ممکن الوجود ہے واجب الوجود نہیں اور یہ محال ہے۔ جب ثابت ہو چکا کہ واجب الوجود بالذات نہ کسی جہت میں ہے نہ کسی مکان میں اور نہ محل حوادث کا ہے اور نہ قابل الابعاد ثلثہ کا ہے نہ اس کے اجزاء میں نہ ثقیل نہ خفیف و سبک و غیر ذلک تو ضرور واجب الوجود جسم نہیں رکھتا نہیں ہو سکتا کہ مجسم ہوا اور یہ سب امور جسم کے اور سمین نہ پائے جائیں والا جسم جسم نہیں اور جو جسم اس میں یہ سب چیزیں ضروریات سے مراد تو وہ حادث ہوگا اور وہ قدیم ہے پس اجتماع التقیفین لازم آئیگا اور یہ محال ہے ان سب بیانون سے معلوم ہوا کہ جیسا وہ کلی اور جزئی نہیں ہے ویسا ہی جو ہر عرض اور حال و محل و معلول و مغلوب و غیر ذلک من الحوادثات نہیں ہے نہ وہ کسی میں حلول کرنا ہے کیونکہ محتاج محل کا نہیں ہے وہ عرض نہیں ہے نہ اس میں کوئی حلول کرنا ہے کیونکہ محل حوادث کا نہیں ہے وہ سب

معلوم ہے اور جس سے ممتاز اور غنی علی الاطلاق ہے اس لئے کہ وجوب وجود
 ذات کے لئے کل غیار سے امتیاز و کل حاجت سے غنی ہونا ضرور ہے
 والا وہ واجب الوجود بالذات نہیں ہے اور یہ خلافت ثابت کے
 ہے *

وہ کسی سے متحد نہیں ہوتا اگر واجب الوجود کسی کے ساتھ متحد ہو
 اور ایک ہو کے دونوں بیک وجود پائے جائیں تو محال لازم آئیگا
 وہ یہ ہے کہ وہ دو متحدے کو اب ایک ہوا ہے تو آیا دونوں موجود ہیں
 بحالت دو تالی تو اتحاد نہوا اور مفروض اتحاد ہے ہذا خلف اور اگر
 بحالت دو تالی نہیں بلکہ یکتا ہے تو دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ ایک
 معدوم ہو گیا تو پھر بھی اتحاد نہ رہا اور دونوں معدوم ہیں تو بدرجہ اولیٰ
 اتحاد نہیں ہے -

اور وہ ایک موجود ہے اور اگر دونوں دو ہیں اور اسی دو ہونے
 کے حال میں دونوں حقیقتہً ایک ہی ہے تو دو ایک ہو گا ایک دو ہو گا
 یا دو دو نہیں ایک ایک نہیں اور یہ سب عقلاً باطل اور فسط ہے
 اور منہج طرف مذہب سونسطائی کے ہو جائیگا کہ جو شروع کتاب میں
 صراحتہً باطل ہو چکا ہے اس سے معلوم ہوا کہ وہ کسی سے متحد نہیں ہوتا
 اور یہی مطلوب ہے *

علاوہ اس کے جب واجب الوجود غیر جسمانی ہے تو وہ اگر کسی سے بالقرینہ
 کہ فرض محال محال نہیں ہے متحد ہو تو جسکے ساتھ متحد ہوا ہے وہ بھی غیر
 جسمانی ہوگا والا اتحاد مجرّد مجسم کے کوئی معنی نہیں مادی اور مجرّد ایک
 نہیں ہوتا اجتماع النقیضین و دیگر محالات لازم آئیں گے۔ اور جب غیر
 جسمانی کے ساتھ متحد ہوگا تو لا اقل یہ لازم آئے گا کہ واجب الوجود ذاتاً
 اور ممکن الوجود حقیقتہً ایک ہو جائے اور یہ خلاف عقل ہے کہ اجتماع
 متناقضین وغیرہ لازم آئیں گے اور اگر وہ دوسرا جسکے ساتھ اتحاد ہوا ہے
 وہ بھی واجب الوجود بالذات ہے مثل اس واجب الوجود کے تو یہ بھی
 بالبداهتہ باطل ہو چکا کہ اسکا کوئی شریک نہیں ہے دو خدا نہیں ہیں
 ثوابت ہوا کہ کسی سے وہ متحد نہیں ہوتا اور اگر یہ کہا جائے کہ عقل کی
 رو سے دو ہیں مگر دیکھنے میں دو نہیں ہیں ایک ہے تو ضرور واجب الوجود
 مجسم ہو کر کے ایک ہوا ہے اور حالانکہ واجب الوجود نہ مجسم نہ مجسم
 ہوگا اور تداخل جو ہر کا جو ہر میں بھی لازم آتا ہے اور یہ بھی کتب فلسفہ
 میں باطل و عاقل ہے اور اگر مجسم ہو کے ایک نہیں ہوا بلکہ خود وہ غیر
 مجسم ہی ہے اور متحد ہو گیا ہے تو یہ ابھی باطل ہو چکا کہ مجرّد متحد مجسم
 سے نہیں ہوتا مجرّد مجسم نہیں ہے مجسم مجرّد نہیں ہے۔ اور اگر یہ کہا
 جائے کہ مجرّد واجب الوجود ایک مجسم ممکن الوجود میں حلول کر گیا ہے تو

یہ بھی ثابت ہو چکا کہ واجب الوجود حال کسی میں نہیں ہے والا مختلف محل کا ہو گا اور عارض معروض کا ہو گا اور وہ نہ جو ہر ہے نہ عرض ہے پس یہ سب لغویات و چون و چرا محقون کے باطل و عاقل ہیں وہ کسی طور سے کسی سے متحد نہیں ہوتا ہے *

اوس میں کسی طرح کا تغیر اور کسی طور کی تاثیر کا اثر نہیں کیونکہ فاعلیت اور قابلیت دونوں اوس میں جمع ہو جائیگی اور حاکم فاعل قابل نہیں ہے یعنی وہ فاعل و خالق و علت و موجد و موثر غیر ہیں اور غیر کا ہے وہ خود خالق مخلوق و معلول و اتحاد کردہ شدہ اور اثر پذیر نہیں ہے و الا اجتماع متنافیین لازم آئیگا۔ یا واجب ممکن ہو جائیگا یا ممکن واجب ہو جائیگا یا خلافت توحید ثابت شدہ کے لازم آئیگا۔

اوجب یقین وجود واجب الوجود بالذات کا جسکو ہوا و صفات کا یقین ہو کہ کون کون صفات اور کیسے کیسے صفات اوس کے لئے ہیں اور کس کس قسم کے صفات و احوال اوس میں نہیں پائے جاسکتے تو ان سب باتوں کے بعد بشرط یقین ان جملہ امور کے وہ نہیں کر سکتا کہ واجب تعالیٰ دیکھنے میں آسکتا ہے کیونکہ جو شے دیکھی جاسکتی ہے وہ ضرور بالضرور ممکن الوجود ہوگی نہ اسکا غیر جو شے حادث ہوگی وہی دیکھنے میں آتی ہے اگر توحید نہیں دیکھ سکتے مگر کل واجب الوجود کو

ایسی لیاقت و استعداد ہو جائیگی کہ وہ دیکھا جاسکتا ہے تو متغیر ہوگا
اور متغیر حادث و ممکن ہے دیکھنا مجسم کو ہوتا ہے نہ غیر مجسم کو بلکہ ہر ممکن
بھی دیکھا نہیں جاسکتا کسی نے علم کو نہ دیکھا ہے نہ دیکھے گا محض فوج
مجرد بھی دیکھنے میں نہیں آتی جب تک اسکو تعلق کسی بدن سے ہو یعنی
دیکھنے کے لالین وہی ہے کہ جس میں ضرور صفت جسم کی طاری ہوگی
والا محال ہے کہ دیکھا جائے اور جسم ہونا یا مشابہ جسم ہونا شان سے
ممکن کی ہے نہ شان سے واجب الوجود بالذات کی جس شے کو دیکھ سکیں
تو وہ شے اس حالت و رویت میں ضرور ایک

سمت میں ہوگی کسی ایک جہتہ خاص میں ہوگی کسی مکان سعین میں
ہوگی قابل اشارہ حسیہ کے ہوگی کہ اس طرف ہے اس طرف سے
یہاں ہے وہاں ہے ممکنات میں جو شے لطیف ہے نہیں دیکھ سکتے
جیسے ہوا اور دیکھنے میں کب وہ شے آسکتی ہے جب کچھ کثیف قابل
رویت کے بن جائے پس یہ بڑا تعسیر اور ہر تنسیر جو ہو وہ
ضرور حادث ہے یقیناً نہ قدیم اصلاً اور جب عقل عقلا سے یہ ثابت ہے
تو پھر اس کے خلاف اگر کوئی دلیل نقلی مل جائے تو مقتضائے عقل
عقلا یہ ہے کہ اگر دلیل نقلی ہے تو اس میں تاویل کرنیگے تا مطلقاً
عقل کے ہو جائے نہیں ہو سکتا بلکہ محال ہے کہ عقل کے خلاف دلیل

نقل کو مانیں کہ ایسا ماننا خود دلیل نقل کے بھی خلاف ہو جائیگا ایسا کام کرنا چاہئے کہ عقل کے خلاف نہوتا دلیل نقل کے بھی خلاف نہوگا پس تاویل کرینگے ایسی دلیل نقل میں اور اسکا مطلب عقل کے موافق بنائینگے جیسا کہ مقدمہ میں بیان ہوا ہے۔ مگر ہاں بچشم دل و بعین عقل ہر شخص اوسکو دیکھتا ہے اور دیکھے گا اور اصل دیکھنا بھی ہے معرفت یقین ہی اصل مشاہدہ ہے خصوصاً جب انکار دنیاویہ اور تعلقات مائتہ سے جب علمیہ کی ہو جائیگی تو بدرجہ اولیٰ عین الیقین اوسکا ہو سکتا ہے اور یہ شبہ لغو ہے کہ جو شے موجود ہو وہ ضرور چاہئے کہ دکھلائی دے اسکا بطلان ایک ایک کچھ بھی سمجھ سکتا ہے۔

اور جیسا کہ وجہ الوجود تعالیٰ دیکھنے میں نہیں آتا ورسا ہی از روئے حقیقت و کثرت کے ہی معلوم نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ ممکنات کی بھی حقیقتیں اور کُنہیات معلوم نہیں ہوتی ہیں جیسا کہ ہر شخص کو اسکا تجربہ حاصل ہے تو واجب الوجود ذاتاً کی کثرت کو اور اسکی حقیقت کو سمجھنا بدرجہ اولیٰ دور از قیاس ہے

جیسا کہ وہ خود اپنا خالق نہیں ہے اپنے لئے علت نہیں ہے اور یہ مذکور ہو چکا ویسا ہی اوس کے صفات کمال اوس کے مخلوق نہیں ہیں اوس کے معلوم نہیں ہیں کیونکہ یہ صفات

2

100

[illegible]

۹
 ہوں گے اور اس کی سزا
 فوت و قابلیت ہوں گے بلکہ برائی کی
 قوت و کمزوری اوریت کو وہ رویت نہیں سمجھا جاتا ہے کہ جو
 رویت منہ پر دست کو منہ زہبے بلکہ وہ اوریت ہوں گے وہ
 کوئی اور کسی پر خبر ہوگی کہ اس کا بیان اوریت ہوں گے وہ
 عالم میں ممکن نہیں ہے پس اس کا بھی اوریت نہیں ہے
 جب وہ شے ہوگی اور سمجھنا اوریت نہیں ہے
 شے کا نام لکھا یا لکھا کیونکہ اس کے لئے اوریت نہیں ہے
 اوریت ہونے سے منہ پر دست کو منہ زہبے بلکہ وہ اوریت ہوں گے وہ
 فوت ہونے کی سبب سے جم و ذہبیت و ذہبیت اوریت ہوں گے وہ
 ذہبیت اوریت ہوں گے وہ ذہبیت اوریت ہوں گے وہ
 متعلق رہا نہ ہو کہ ذہبیت اوریت ہوں گے وہ
 و کلا کہ ذہبیت اوریت ہوں گے وہ
 م اری بالحق ہے پس
 اوریت اوریت ہوں گے وہ



۱۰۰
 بہرہٴ آخرت
 مابینت میں خدا کی اوریت جو ہوشیار
 دستمل و منارت نہیں ہو سکتی ہے بلکہ کچھ چاہئے
 ارادک کا معلق اس کی ذات کو ایسا ہو گا کہ جس کو ارادک کا ارادہ
 میں خا بدویت کی حالت پیدا کر دے گی یعنی ایسا فیض ہو گا کہ
 کو یا خدا کو اس لئے کہ وہ جس ارادے کے خلاف ہو گا
 میں بدویت کہے گا لیکن اس کے جواب میں کہ جس ارادے کے خلاف ہو گا
 و الفلکین بس پر امن سے ایک دفعہ اس کے لئے کہ جس میں
 دیارہ مسئلہ تثلیث کے جواب میں یہ مسئلہ اس داربانی میں
 کے لئے کہ جس میں ہم سمجھا سکتے ہیں یہ مسئلہ اس داربانی میں
 ان خود کہ جس میں ہم سمجھا سکتے ہیں یہ مسئلہ اس داربانی میں
 التبعیم کہ جس میں ہم سمجھا سکتے ہیں یہ مسئلہ اس داربانی میں
 کے مسئلہ کو خود کہ جس میں ہم سمجھا سکتے ہیں یہ مسئلہ اس داربانی میں
 مسئلہ آخرت میں خود کہ جس میں ہم سمجھا سکتے ہیں یہ مسئلہ اس داربانی میں
 یہاں یہ مسئلہ کہ جس میں ہم سمجھا سکتے ہیں یہ مسئلہ اس داربانی میں
 یہاں یہ مسئلہ کہ جس میں ہم سمجھا سکتے ہیں یہ مسئلہ اس داربانی میں

[illegible]

[illegible][illegible]

[illegible]

15

عین ذات واجب الوجود کے عین غیر اور زاید بر ذات نہیں ہیں پس
 اور حالت عینیت و دریا تسلسل لازم آئے گا مثلاً خالقیتہ صفت عین
 ذات واجب الوجود ہے اگر غیر ہو تو ممکن ہوگی تو اس کا خالق و
 جاعل ذات واجب الوجود ہوگی تو خالقیت کے لئے خالقیت کا وجود
 ہوگا پھر دوسری خالقیت میں بھی اور تیسرے چوتھے میں بھی وہی
 گفتگو ہے تو خالقیت غیر متناہیہ جمع ہوگی اور تسلسل محال ہے پس
 خالقیت عین ذات واجب الوجود کے یعنی قد خالقیت ^{علیہ السلام} ذات ہی نہ خالقیت
 بالفعل اور جب واجب الوجود محض ہے مادی نہیں ہے تو مجسم نہیں اور
 جب مجسم ہونا خلاف عقل و نقل ہے کسی کی عقل نہیں قبول
 کرتی کہ واجب الوجود بالذات مجسم ہو تو اسی سے یہ بھی ثابت ہوا
 کہ نہیں ہو سکتا کہ اس کے لئے بعض جسم ہو یعنی مثلاً ہاتھ پاؤں
 سرانگہ پیٹ وغیرہ کہ مطلقاً بعض جسم سے بھی وہ محض اور پاک
 ہے والا جو بقناحقین مجسم ہونے میں لازم آتی ہیں وہی بعینہا
 بعض جسمیت میں بھی لازم آئیں گی اور خلاف عقل ہوگا اور بعض
 دلیل نقل سے جوید اللہ اور عین اللہ وغیرہ ثابت ہوتا ہے
 تو یہاں پر وہی اصول درکار ہیں کہ نقل میں تاویل کر کے مطابق
 عقل کے کرنا چاہئے مثلاً یہ بمعنی قدرت ہے جیسا کہ عرب میں استعمال

یہ کا بمعنی قدرت شائع ہے اور ازین قبیل مثلاً رجبہ اللہ بمعنی ذات اللہ
 اب ہم جانتے ہیں کہ سب صفات ثبوتیہ کمال و صفات یعنی صفات جلال و صفات
 جلال و صفات سلبیہ کو بدلائل عقلیہ بیان نہ کریں والا رسالہ طولانی ہو جائیگا
 بظاہر بطور فہرست کے سمجھ لینا چاہئے اور ان باتوں کی صفات کو دلائل و دلائل و دلائل
 کتابوں میں مندرج ہیں جو چاہے دیکھ لے یا دریافت کرے مثلاً واجب ثنائی
 میں صفت وجود کی ہے یعنی فائدہ پہنچاتا ہے اپنے غیر کو ہر طرح کا موقع و مصلحت
 اور وہ سلطان ہے اپنے غیر پر سب طرح سے اپنی غیر پر قدرت رکھتا ہے وہ پورا
 ہے ناقص کسی طرح سے نہیں سب بڑے کو فوقیت و برتری و بزرگی رکھتا ہے سب
 اس کا پورا تسلط ہے سب ممکنات پر اور وہ متحقق و ثابت و برقرار یک بیچ ہے اوس میں
 شر و مفسدہ نہیں ہے محض وجود خیر ہے اور عجائبات حکمت و نسو علم ہے سب بڑے کے
 حکمت اوس کی ہے وہ جبار ہے - قہار ہے - رحمن - اور رحیم ہے اپنے اپنی
 سو فیہ پر اور وہ قیوم ہے یعنی قائم بذات و مستقل بذات اور قائم کرنے والا و
 برپا کرنے والا ممکنات کو وہ صاحب کرم ہے مثل ہے اور حسن عقلی اوس سے
 ہے قبح عقلی سے وہ راضی نہیں اور نہ اوس میں ہے وہ حاجت مند
 نہیں مستغنی بالذات ہے اور کوئی فعل عبث نہیں کرتا ہر ہر فعل میں
 اس کی ہزاروں مصلحتیں اور بہتریاں ہیں - خواہان معرفت و اطاعت
 و تابعیت ہے اہل افعال حسنہ کا بندون سے خواہان ہے حاکم

حاشیہ

مشتقہ صفیہ

استاد مظاہر

زبانہ شائع ہے چونکہ

اس قسم کی چیزوں کی

تصریح ادنیٰ شان سے

بسیار اور کتاب علمی

میں البتہ تصریح کی جائے

ہے اس لئے اس کے

ماضیہ بر بن بعد از فتح

و احاطت کے کچھ عرض کرے

۴

دہشاد ہون کر وہ

اور بد کے معنی بہت ہیں

بہت کچھ ناموس میں ہے

یہ معنی جاہ اور وفار اور

منہ کرنا اور دغلم اور راہ

اور قوت و قدرت و تسلط

اور مالک ہونا اور اختیار

اور کھانا اور جماعت

اور پریشانی اور فریاد کھنا

اور اطاعت کرنا اور دولت

اور نعمت اور یہ بھی کرنا

اور زبان عرب میں

۴

۴

یہ معنی قوت و قدرت

و تسلط و اختیار و مالک

بہت شائع ہے یہ بھی

بہت شائع ہے یہ بھی

بہت شائع ہے یہ بھی

بہت شائع ہے یہ بھی

بہت شائع ہے یہ بھی

بہت شائع ہے یہ بھی

بہت شائع ہے یہ بھی

بہت شائع ہے یہ بھی

بہت شائع ہے یہ بھی

بہت شائع ہے یہ بھی

۴

۴

اور لغتہ اولیٰ اذات

یہ معنی یعنی اوس سے

ملاقات کی میں نے یہ

یہ اور سقط فی دیدہ

اسے ندیم اور ہذا فی

یعنی یہ میرے ملک

میں ہے یا میرے

اختیار میں ہے اور

و توب کا یہ معنی یہ

بکرا ہے اور یہ مالک

۴

۴

۴

بقیہ کا شیعہ
مشاطہ صفحہ ۱۰۰

۱۰۰ ص ۱۰۰ پینڈہ کا شیعہ
اورید النجی ہوا کا شیعہ

اورید الدم و رازی

دنانہ و دت اور لا بدین

کب بنذا یعنی از سب قدرت

نہین ہے والا مرین

یک یعنی پیچیدہ

نہارک سا سن ہے لگا
بیدک یہ ہمارک

اقتدار میں ہے و البنا
میسوطلان قدرت

واختیار ہست ہے
واما کنتیدی

من العلم یعنی جو علم میرا

حاصل کیا ہوا ہے

یا میرے اختیار میں

یا میری قدرت میں
بے اختیار

بے اختیار تو ان میں
بے اختیار

واما غفر یعنی خدا جانتا
جو جو نہیں ہے

اور نہ ہمارے پیچیدہ

پس تہا کہ کہیں

بے اختیار کے سفی کا

نہارک سا سن ہے لگا
بیدک یہ ہمارک

اقتدار میں ہے و البنا
میسوطلان قدرت

واختیار ہست ہے
واما کنتیدی

من العلم یعنی جو علم میرا

حاصل کیا ہوا ہے

یا میرے اختیار میں

یا میری قدرت میں
بے اختیار

بے اختیار تو ان میں
بے اختیار

واما غفر یعنی خدا جانتا
جو جو نہیں ہے

اور نہ ہمارے پیچیدہ

پس تہا کہ کہیں

بے اختیار کے سفی کا

نہارک سا سن ہے لگا
بیدک یہ ہمارک

اقتدار میں ہے و البنا
میسوطلان قدرت

واختیار ہست ہے
واما کنتیدی

من العلم یعنی جو علم میرا

حاصل کیا ہوا ہے

یا میرے اختیار میں

کہیں گے کہ اب ہم کے عذاب
 کو چھو جاوے گا صلہ ہے جو
 تم عمل میں لائے تھے یعنی
 شہر سے اعمال کا نسا ہے
 اور بہت سے اعمال ہاتھ سے
 ہیں ہونے میں بلکہ یہ بھی
 ہے کہ وہ اعمال کہ جو تہاری
 قوت و قدرت و تسلط و اختیار
 سے ہونے میں اور یہ ظاہر ہے
 کہ غائب فرمایا ہے پر اللہ
 قدرتِ اہم

بندوں کے ہاتھ پر ہے
 حالانکہ ہر بندہ برائے اور
 ہر احمق پر یقین جانتا ہے
 اور دیکھنا ہے کہ خدا کا ہاتھ
 ہر گز اوس کے ہاتھ پر رکھا
 ہوا نہیں ہے تو معلوم ہوا
 کہ کچھ مطلب ہے کہ بندوں
 کی قدرت و قوت و اختیار
 سے خدا کی قوت و قدرت
 و اختیار کو قوتیت ہے
 اور ہر وہ

جیسا کہ شاعر کہتا ہے
 والہوم ما فخرنا فی اصدارنا
 من مومن الا علیہ کہ یہ ہے
 نبی سب پر اسی مدح کہ
 تسلط و قدرت و اختیار
 تسلط و قدرت و تحقیقات
 ما علم حل سوار تحقیقات
 احوال و احوال کا یہ ہے
 احود و احوال کے مراتب
 نبی کوئی اور کے مراتب
 اور تحقیقات کے گروہ بھی
 نہیں ہے چنانچہ احود و احوال
 شاعر نبی کا ہے

ارضی ان اعش ولا الحفی
 علی ملائسرتن الا باوہی
 کہ ایاہی جمع پر یعنی قدرت
 و نعمت ہے ہر وہ وہ
 الحاکم والرافع والحمد
 النور والایاد و الیاد
 یعنی ملک و نعمت و رحمت
 پر الزمان الحج یعنی وہی
 لتقریع یعنی زمین و آسمان
 یا کیا جاتا ہے یہ طوٹے
 یعنی بڑی قدرت یا اختیار

آورد و اور فاری اور دیگر
 بین جی ایسی ہی مستعمل ہے
 یعنی دکان کا جانا نہ بارے
 مانع میں ہے یا تعلیم یا نظم
 مثلاً تہارے ہاتھ میں ہے
 افسری یا عہدہ اس کے ہاتھ
 میں ہے اور فاری میں مثلاً
 کہتے ہیں کہ این شخص کلیات
 درست دارد یعنی تسطو و قوت
 خود دارد یا بدست نہیں
 بایست من از علم کو تہ است

یعنی اختیار ندارد یا قوت
 کم دارد مثلاً اور مغالطہ الید
 یعنی بے اختیار اور ادا زان
 قیل نیست مثلاً ہے۔ اور
 ایسی ہی لفظ و جو ہے کہ
 اس کے معنی سانس کے
 اور رخسارہ اور ذات اور بین
 اور نفس وغیرہ کہیں
 مثلاً در تہون یا در علون
 کا مواجہہ اور جو کہ تہون کر
 نفس انشے اور ال کے

دو دو الیم اول الیم اور
 دو دو الکلام طین مقصود اور
 دو دو القوم سید القوم کے
 معنی میں مستعمل ہے اور جو
 کہنے جاہ اور حجت اور آب
 قایل اور کہنے جانب و جاہ
 ہے اور تو حیم کہنے ارباب و
 تشریف مجاہد ہے اور جو کہ
 کہنے ذوالجاہ ہے اور جو کہ
 کہنے ذوالامر ہے اور جو کہ
 کہنے سبب نجات اور جو کہ

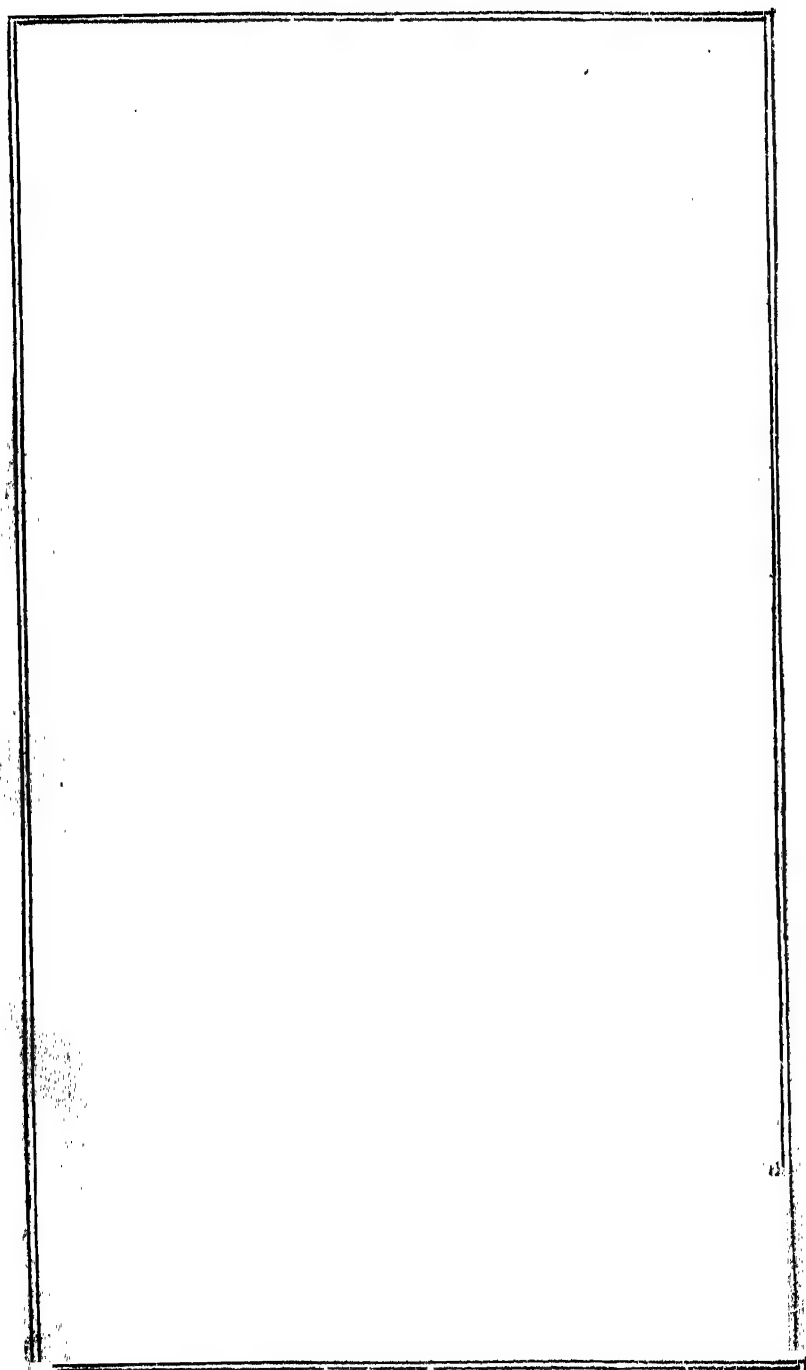
تغیرت البلاد و من علیہا
 دو دو الارض یعنی فتح کہ دو الارض
 کے معنی سطح زمین ہے
 نہ فتح کے معنی میں ہے
 اور ادا زان قیل نیست
 معانی میں پس دو دو الیم
 ذات الیم ہے جیسا کہ عین الیم
 کہنے ذات الیم ہے اور
 یا سنا خدا کا اور اگر وہ الیم
 کے معنی خدا کا خدائے ہو
 تو اس آیت کو کہیم ہے خدا

۴۴
 کتابا مطلب ہے۔ کل شے
 مالک الادب پر آیا یہ مثنیٰ ہے
 کہ جو چیز کو فنا ہے گوشت
 خاک و سارہ باقی رہ جائیگا
 اور فارسی میں اسے زمین و
 اس عالم کہتے ہیں فلان
 اسے کار رفتہ اور درواک
 جیسے ظاہر شدن منتقل ہے
 اور کہتے ہیں منتشن سائل علیہ
 باچارہ شد و چون دیگر ابدشن
 بنیاد ہانده شد۔ اور

۴۵
 ہندی میں بھی موتہ ہے
 قدرت ہے شفا اظہار
 نہیں ہے کہ فلان کلام کو
 کہ سکین تو معلوم ہوا کہ وہ
 اللہ کے مثنیٰ ذات الہیہ و
 نفس الہیہ میں الہی یعنی مثنیٰ
 میں خود خدا کے ہے
 یہ کہ جب ایک لفظ کے
 مثنیٰ ہوں تو وہ مثنیٰ ہو جاتا
 عقل کے ہر اور جس نظام پر
 غلط ہوا اسی مثنیٰ کو اور سچا

۴۶
 میں ہوا لیا محض ہے عقل
 ہے اور کلام کو غلط بنانا
 ہے۔ دو
 نفس حسن و قبح
 اور ام الہد و فادارہ





مجلس
کتابخانه
مکتبه
کتابخانه
کتابخانه

[illegible]

و امر و ناہی ہے خالق ہماری عقل و علم و فہم و فراست کا ہے اور مقتضائے
 مصلحت و اوقات اور بحسب نظام دنیا و عقلی ہر چیز کا خالق ہے کسی و
 بیشی ہر چیز کی مقتضائے مصالح بے پایاں ہے وہی خالق و مالک و سلطان
 ہر شے کا ہے وہی خالق جنت و نار و جنات و انسان و ملائک و عرش
 و کرسی و فلکیات و غیر فلکیات کا ہے وہی پیدا کرنے والا اور پہنچنے والا تمام
 بنیاد و اوصیاء کا وہی بھینچنے والا اپنے احکام کا ہے واسطے تعلیم عباد
 کے وہی نازل کرنے والا قوانین کتب و صحف کا ہے یہ سب ہمارے
 فوائد و منافع کے لئے والا ان سب میں سے کسی کی طرف وہ حاجت مند
 نہیں وہ مستغنی مطلق ہے و ازین قبیل دیگر صفات اوس کے عقلاً و
 نقلاً ثابت ہیں *

اور جب ثابت ہو چکا کہ واجب الوجود یعنی خداوند عالم ہے اور ایک
 کئی نہیں اور وہ قدیم و قادر و ازل و ابدی و عالم و مرید و علت و فاعل
 و خالق و مدبر و وحی و قیوم و سمیع و بصیر و غیرہ ہے اور وہ ہمیشہ سے
 ہے ہمیشہ خالق و یسار اور کل عیب و نقصان سے پاک ہے باقی ہے دائم
 ہے اور اوس کا کوئی شریک نہیں مجسم نہیں ہے اوس کو ہاتھ پاؤں آنکھ
 کان وغیرہ نہیں وہ بسیط ہے وہ مجرد و محض ہے مادی نہیں ہے اور
 دیگر صفات ثبوتیہ اور سلبیہ سب ثابت ہو چکے تو یہ بھی سمجھنا چاہئے

کہ اسکا اعتقاد ہی جزو ایمان ہے کہ کل ماسوا اللہ یعنی کل ذرہ ذرہ تک
 اوسی واجب تعالیٰ شانہ سے مخلوق ہوئے ہیں جسے کہ افعال عباد میں
 بھی اوسکو پورا تسلط ہے نہ یہ کہ اوس نے ایک کام یا چند کام کئے اور
 باقی تمام کار عالم دو سرا کوئی کرتا ہے کیونکہ اگر ایسا ہو تو شریک خدا کا
 ثابت ہو گا اور تعداد قدماء و کثرت واجب الوجود لازم آئیگا اور یہ سب
 باطل ہو چکے ہیں۔ مگر بعض حکماء نے فلاسفہ کہ تدین سے کنارہ کشیدن
 اور معرفت حقیقی سے بہرہ نہیں رکھتے وہ ایسا کہتے ہیں کہ الواحد
 لا یصدر عنه الا الواحد یعنی یک علت سے بہت سے افعال خواہ ایک
 وقت میں ہوں یا بہت ادوات میں سرزد نہیں ہو سکتے سوائے ایک
 فعل کے یعنی جو محض ایک من جمیع الہیات ہو کسی طرح کی اوس میں
 کثرت نہ ہو سکے ہر طرح سے ہر حیثیت سے ایک ہو بسط و بھر ہو یعنی واجب
 الوجود بالذات کہ ہر حیثیت واحد ہے اوس سے ایک ہی فعل ظہور میں
 آئیگا وہ خالق ایک کا ہے دو سرے کا خالق نہیں ہے بلکہ مختلف اوقات
 میں ہی ایسے بسط و محض سے کئی فعل پیدا ہونگے وہ خالق ایک ہی کا
 ہے مگر بواسطہ مخلوق کے کہ ایک نے دو سرے کو دوسرے نے تیسرے
 کو پیدا کیا تو یہ سب افعال ہی اوس کے ہیں مگر بواسطہ ہیں بلا واسطہ
 ایک ہی فعل صادر ہوا اس اعتقاد پر بہت سے اونکے عمدہ ترین لائن

میں سے بعض دلیل کو اون کی بہان پر بیان کرتا ہوں وہ یہ ہے *
 جب واجب الوجود ذاتاً مجرد ہے مادی نہیں ہے اور بسیط محض ہے
 ترکیب اوس میں باخراٹے حقیقتہً و اعتباریہ نہیں ہے جس کے اوس کے
 صفات بھی عین ذات ہیں زائد اور غیر ذات نہیں نہ حقیقتہً اور نہ اعتباراً
 اور نہ اوس کے فعل میں کوئی شرط اور حالت منتظرہ اور آسپے کی
 حاجت آگرنے اوس ذات واحدہ بسیط میں تعدد حقیقی و اعتباری متصور
 ہے جیسا کہ ثابت ہو چکا تو یہ بھی اس سے ثابت و متحقق ہوا کہ تمام عالم
 کے خلق و نظم و غیرہ میں وہی صرف علت نہیں کیونکہ ایسی ذات سے
 سوائے ایک فعل کے دو فعل کا سرزد ہونا محال ہے تو تین فعل اور سیکڑ
 اور لاکھوں دلو رفتہ ہوں بلکہ تدریج ہوں اوس واحد حقیقی مجرد بسیط
 سے بدرجہ اولیٰ صادر نہ ہونگے اور صدور و فعلوں کا اگرچہ دو وقت
 میں ہوں بطلان اوس کا اسطور پر ہے کہ اگر دو شے واحد بسیط سے
 صادر ہوں تو دو حال سے خالی نہیں یا یہ کہ واحد بسیط کا مرکب ہونا
 قرار یا لگایا تسلسل لازم آئیگا اور واجب تعالیٰ کا مرکب ہونا محال ہے
 علی الخصوص بسیط و مرکب دونوں ہونا اور تسلسل بھی محال ہے
 اور ترکیب و تسلسل جو لازم آتا ہے وہ باطل ہے جیسا کہ مکرراً مذکور ہوا
 تو اوس کا لزوم یعنی صدور و دو شے واحد بسیط مجرد سے بھی محال و باطل ہے

کیونکہ لازم کے بطلان سے ملزوم بھی باطل ہو جاتا ہے جیسے ضرورت کے زوال سے عدم آتش ضرور ثابت ہوتا ہے۔ اب صرف لازم اور ملزوم کو ثابت کر دینا چاہئے بعد ثبوت لزوم لازم و ملزوم دونوں کا بطلان خود ظاہر ہو جائیگا *

جاننا چاہئے کہ دو چیز واحد بیض مجرد سے اگر صادر ہوں تو یا یہ دونوں مخلوق صادر یا ہم عین ہیں بسبب اس کے کہ صدور اسکا واحد بیض سے ہوا ہے یا اون دونوں میں مغائرت ہے اگر عین ہوں تو چاہئے کہ چار اور پانچ اور سو اور زائد آپس میں عین ہوں اور چاہئے کہ حیوانات و نباتات و جمادات و افلاک و زمین و کواکب میں جنسیت و اتحاد ہوا و سب چیزیں عالم کی ایک شے بے تغائر و اختلاف ہوا و ترسفیہ اور ظاہر البطلان ہے اور یہی عدم اثینیت و وحدت ان دونوں میں باطل ہے اس لئے کہ درمیان دو صادر کے بداہتہ تغائر ہم دیکھتے ہیں کیونکہ ظاہر ہے کہ ایک شے کو ہم تصور کرتے ہیں اس حالت میں دوسرے سے اوتس تصور کی حالت میں بلکہ بعد ہی ہم جاہل رہتے ہیں یا ایک کے تصور کے وقت دوسرے سے ذہول و غفلت ہوتی ہے یا یہ کہ ایک کا اعتبار کرتے ہیں اور دوسرے سے قطع نظر کرتے ہیں اور جب ان دو صادر کی نشان بداہتہ اس طرح کی ہے تو ان دونوں میں مغائرت

ثابت ہے اور جب دو صادر میں مغایرت ظاہر ہے تو ثابت نامہ موجود
 کو جو تعلق اصدار فعل کا اس ایک مخلوق کے ساتھ ہے وہ غیر ہے اور اس
 تعلق اصدار کا جو اس دوسرے مخلوق کے ساتھ ہے پس دو اثر ہو گئے
 اور ان دونوں اثروں میں سے ہر ایک منسوب اپنے اپنے معلول کی طرف
 ہے تو وہ اثر موثر جو متعلق ایک معلول سے ہے وہ غیر ہے اور اس
 اثر کا جو متعلق دوسرے معلول کے ساتھ ہے پس یہ دونوں اثر جو نسبتاً
 بین دو متغائر طرف منسوب ایک واحد بسیط و مجرد و غیر متغائر کی علت کی طرف بھی
 منسوب ہوتی ہے اور ایسا ہی فعل ہی یعنی اصدار اسکا منسوب بفاعل
 واحد بسیط ہے اور اصدار اسکا بھی منسوب بفاعل واحد بسیط ہے
 یا صدور اسکا اور صدور اس کا منسوب بین فاعل واحد بسیط کی طرف
 اور صدور یا اصدار دونوں متغائر ہیں کیونکہ ہر ایک اپنے معلول
 کی طرف منسوب ہے اور دوسرا صدور دوسرے معلول متغائر کی طرف
 منسوب ہے پس فاعل واحد بسیط مجرد و بین دو شے پائی گئیں یعنی دو
 صلاحیتیں دو اصدار متغائر کی پس یہ دونوں مفہوم دو صلاحیتوں کے
 یعنی صلاحیت اس مصدریتہ کی اور صلاحیت اس مصدر کی یہ
 دونوں مفہوم متغائر ہیں بلاشبہ کہ جو مفہوم واحد بسیط مجرد و بین
 یا نے گئے ہیں تو یہ دونوں مفہومان متغائر ان یا عین فاعل واحد بسیط

مجرد ہین یا ہینین اگر عین میں یعنی ماہیتہ فاعل واحد بسیط اور دونوں مفہوم ہوں
 ہر ایک ہی ہین تو یہ تینوں ملے اگرچہ ایک ہی ماہیتہ ہوئی مگر واحد
 بسیط میں دو اعداد کی دو قوتیں یعنی دو صلاحیتیں پائی گئیں کیونکہ
 اسکا اعداد غیر ہے اس اعداد کا تو واحد بسیط کی ماہیت اس اعداد کا عین ہے تو
 ماہیت ہونے اور دو سے اعداد کا عین ہے تو دو سے ماہیت ہونے تو فاعل واحد بسیط مجرد کی دو ہتھین
 مستغائر تین ہو جائیں گی اور یہ بالبداهتہ باطل ہے کہ ایک ماہیتہ کے لئے
 دو ماہیتیں ہوں کہ اس صورت میں ایک ماہیت ایک نہ ہے گی دو دو
 ہونے والے اجتماع المتشافئین لازم آئیگا اور یہ محال ہے تو ضرور عین ہونے
 اور عین ہونا بھی باطل ہے بسبب تسلسل اور ترکیب واحد بسیط کے۔

آج اسکو سمجھنا چاہئے کہ یہ دو مفہومان متغائر ان اگر عین ماہیتہ
 فاعل بسیط واحد ہوں تو تسلسل یا ترکیب کیونکہ لازم آئیگی وہ یہ ہے
 کہ اگر عین ہوں تو دو حال سے خالی ہین یا یہ کہ جزو ہوں ماہیتہ فاعل
 واحد کے یا خارج از ماہیتہ فاعل واحد اگر جزو ہوں تو دو حال سے خالی
 ہین یا دونوں مفہومان متغائر ان جزو ہوں ماہیتہ میں یا ایک جزو
 ہو اور دو سرا جزو ہوں اگر دونوں جزو ہوں تو ماہیتہ مجردہ واحد بسیطہ
 مرکب ہوگی کیونکہ جس شے میں کوئی جزو ہو تو وہ شے ضرور مرکب ہی
 اور اگر ایک جزو ہو اور دو سرا جزو ہو جب بھی فاعل واحد بسیط کی

ماہیت مجردہ مرکب ہوگی اور دوسرا مفہوم جو جزو نہیں ہے ماہیتہ فاعل
 کی اور اس کی بھی دو صورتیں ہیں یا عین ماہیتہ فاعل ہے یا خارج از ماہیتہ
 فاعل ہے اگر عین ہے یعنی دو مخلوق کے دو اثر کی دو مصدریت میں سے
 ایک مصدریت عین ذات مصدر ہے تو اس میں کوئی قباحت تو نہیں
 ہے مگر بسبب اس کے کہ وہ دو سرا مفہوم مصدر یہ جو اسی صورتیں
 ماہیتہ فاعل کا جزو ہوا تھا اور اس سبب سے "ہیتہ فاعل بسیط کا
 مرکب ہونا ناہت ہو چکا ہے وہی قباحت باقی رہے گی یا ان اگر فاعل واحد
 بسیط ایک ہی کا فاعل ہوتا تو قباحت لازم نہیں آتی اور اگر ایک مفہوم
 ماہیتہ فاعل واحد بسیط سے خارج ہوا اور ایک صورت مفروضہ سابق
 کی ہے کہ دو نون مفہوم ماہیتہ فاعل بسیط سے خارج ہوں یعنی ایک خارج
 ہو جزو یا عین ہو یا دو نون خارج ہوں اور جزو یا عین ہوں یعنی در صورت
 خروج ضرور ہے کہ فاعل واحد بسیط اس کی علت ہو کیونکہ فاعل
 واحد بسیط یعنی ذات واجب الوجود بالذات علت اپنے کل اغیار کی
 ہے یہ ثابت ہو چکا ہے تو ان مصدریات خارجہ از ذات علت
 کی علت وہی واجب الوجود ہے تو ہر ایک مصدر یہ سے دوسری
 مصدریتہ مفہوم ہوئی تو ہر ایک ان دوسری مصدریتہ میں ہی
 بالکل سابق کی تقریر ضرور جاری ہوگی تا انیکہ یہ دوسرے طبقہ کی

مصدریات خارج از ذات فاعل قرار پائیں گی تو اس دوسری مصدر کے لئے ایک تیسری مصدر یہ مفہوم ہوگی اور اس تیسری میں بھی وہ تقریر جاری ہوگی یہاں تک کہ مصدر یہ بہت سی جمع ہونگی بلکہ ہر ہر طبقہ میں یا ایک مصدر ریتہ یا دو مصدر ریتہ یا تین مصدر یا جمع ہونگی اور سلسلہ کہیں پر منقطع نہ ہوگا کیونکہ ہر مرتبہ میں عین لوجز و ہونا باطل ہوگا اور خارج کے لئے ہر مصدر ریتہ علاوہ کی ضرورت ہوگی یہاں تک کہ مصدریات غیر متناہیہ یا صدور ہائے غیر متناہیہ یا طبقات غیر متناہیہ کہ ہر ہر طبقہ میں تین تین مصدریات تک جمع ہونگی اور اجتماع امور غیر متناہیہ محال ہے جیسا کہ مقدمہ میں تسلسل کے بیان میں گذرا بلکہ مگر گذرا تو ایک مصدر ریتہ کا یا دونوں مصدر ریتہ کا پہلے ہی مرتبہ میں اور پہلے طبقہ میں خارج از ماہیتہ فاعل واحد ہونا باطل ہے تو معلوم ہوا کہ نہ عین ماہیتہ ہے نہ جزو ماہیتہ نہ خارج ماہیتہ اور چوتھی کوئی صورت عقلاً نہیں ہو سکتی تو فاعل واحد لحدیث مجرد یعنی واجب الوجود بالذات سے بہت سے افعال و لود فاعلہ نہ ہی ہوں بلکہ بتدریج ہوں باطل ہے عقلاً تو ثابت ہوا کہ واجب تعالیٰ سے بہت سے افعال مطلقاً ہو سکیں گے وہو المطلوب۔
 اور اس دلیل کا ابطال یوں ہے اولاً ابطال الزامی بعدہ

ابطال بہ نقض دلیل بعدہ جواب تحقیقی یعنی تحقیق مسئلہ بیان
کر دینگا *

الزامی ابطال یہ ہے کہ جب تمہارا مسئلہ ہے کہ واجب تعالیٰ
کے فعل میں نہ کوئی شرط ہے نہ کچھ حالت منتظرہ ہے اور نہ احتیاج
آلے کی ہے تو تمہارے پیدا کرنے میں بقول تمہارے شرط اور حالت
منتظرہ یہ ہے کہ پہلے چاہئے کہ تمہارے لئے وسائط پیدا ہوں
ہف اور یہ وسائط متعدد وہ بہت سے آلے ہوئے ہف بلکہ
الات زری العقول ہف علاوہ اس کے اس دلیل کی بنا پر چاہئے
کہ واجب تعالیٰ سے ایک شئے بھی ایک فعل بھی صادر نہ ہو واجب
ایک کا بھی فاعل نہ ہوگا تو پھر تم نے واجب تعالیٰ کا علت ہونا کیون
مانا ہے اور ایک کے لئے بھی علت ہونا اس وجہ سے باطل ہے
کہ اس دلیل میں جن جن مقدمات کو تم نے دخل دیا ہے اگر سب صحیح
ہوں اور مجموع مقدمات یعنی دلیل صحیح ہو تو واجب الوجود سے
کچھ بھی صادر نہ ہوگا مطلقاً کیونکہ اس سے بالفرض اگر ایک فعل بھی
صادر ہو تو بقول تمہارے ایک مصدر ریتہ یا ایک مصدر در ریتہ
و صادر کے لینا پڑیگا اور یہ مصدر ریتہ نہ عین فاعل ہوگی نہ جزو
تو غیر فاعل بیط کی ہوگی اور اس ماہیت فاعل سے خارج ہوگی

تو کچھ یہ مصدر یہ بھی جب کہ ذات واجب سے خارج ہوئی تو معلول
 اسی علت واحدہ بسیطہ کی ہوگی کیونکہ سب کا خالق وہی ہے
 تو دوسری مصدر ریتہ مفہوم ہوئی اور اس مصدر ریتہ میں ہی کلام
 جاری ہو گا یہاں تک کہ ایک فعل کے صادر ہونے میں مصدیات
 غیر متناہیہ جمع ہوں گی اور یہ محال ہے۔ مگر یہ الزام جو بعض دوسرے
 حکما کی طرف سے اس دلیل پر ہے صحیح نہیں ہے اس لئے کہ کیا
 ضرور ہے کہ اہل فعل میں مصدر ریتہ جو مفہوم ہوئی ہے وہ عین
 ماہیتہ فاعل نہ ہو خواہ مجزؤ ماہیت فاعل یا خارج ہو اور دلیل مذکور میں
 تو بسبب دو مصدر ریتہ دو مخلوق کے عین ہونا باطل ہوتا تھا کیونکہ ایک
 ماہیت مانی ہوئی دو ہو جاتی تھیں :-

اگر ایک مصدر ریتہ عین ذات فاعل بھی ہوتی تھی تو کفایت نہ کرتی تھی
 بسبب دوسرے مصدر ریتہ کے اگر دونوں مصدریت عین ماہیت ہوں
 ایک ماہیت کے لئے دو ماہیتیں متغایرتین ہو جاتی تھیں اور اگر ایک
 عین ہو اور دوسری جزو بسبب دوسری مصدریت کے جزو ہو نیکیکے
 واحد بسیطہ فاعل کی مرکب ہو جاتی تھی۔ اور یہاں چونکہ ایک ہی مصدر
 وہ عین ماہیت فاعل ہو کوئی ملنے یہاں نہیں ہے۔

دوسرا الزام بعض حکما کی طرف سے اس دلیل پر یوں دیا جاتا ہے

کہ اس دلیل کی بنا پر چاہئے کہ ایسے فاعل واحد بسیط سے ایک فعل بھی بنو سکے نجاں ہو اس لئے کہ جب کہو گے کہ ایک فعل اس سے ہوتا ہے تو اس فعل کے لئے ایک مصدر ریتہ یا مصدر حسب زعم تمہارے لینا پڑیگا تو وہ ایک علت دو معلول کی دفعۃً ہوگی ایک صادر و دوسرا مصدر ریتہ اور تمہارے ہی قول سے یہ باطل ہے کیونکہ ایک علت تامہ سے دو فعل ہوئے ایک صادر و دوسرا صادر بلکہ اس سے باطل تر کیونکہ دفعۃً واحد یعنی ایک فعل دو معلول نہیں ہوتے علی الخصوص بزعم خصم اور یہاں بیک اثر و اثر پیدا ہوئے ایک مصدر ریتہ و دوسرا صادر ہوا۔
 مگر یہ الزام بھی صحیح نہیں ہے اس وجہ سے کہ مذکور ہوئی یعنی مصدر ریتہ یہاں پر عین ذات علت ہے کوئی اس صفت کا مانع نہیں ہے کیونکہ ایک مصدر یہاں بھی مفہوم ہوئی ہے *

تیسرا الزام بعینہ حکما رکب طرقت سے یوں ہے کہ مصدر ریتہ یا مصدر ایک علاقہ ہے درمیان مصدر و صادر کے اسکا وجود مستقلاً نہیں ہے جیسے عالم و معلوم کے درمیان علم کا علاقہ ہے اس مذہب کی بنا پر کہ علم کو مقولہ اضافہ سے کہتے ہیں یا جیسے نسبتہ ہوتی ہے درمیان موضوع و محمول کے ویسا ہی علت و معلول کے درمیان مین مصدر علاقہ ہے ایسی چیز عین ماہیت علت ہو سکتی ہے کیونکہ علاقہ عین ذوا علاقہ نہیں

ہوتا اور عرض عین ماہیت معروضہ نہیں ہوتا مثلاً صفت بحیثیت و صفت
 عین موصوف نہیں ہوتی تو ضروریہ صد و علت کا غیر ہے تو یا جزو ہے
 یا خارج جزو ماہیت نہیں ہے اس لئے کہ علت واحدہ بسیطہ کی ماہیت و
 ذات مرکب ہو جائیگی علاوہ اسکے علاقہ و نسبتہ جزو ذوالعلاقہ نہیں ہے
 اور جب صد و خارج ماہیت علت بسیطہ ہے اور اسکو عارض ہے تو
 تسلسل لازم آئیگا موافق تمہاری تقریر کے کہ مصدريات در صورت خروج
 از ماہیت علت غیر متناہیہ جمع ہو جائیگی اور وہ محال ہے اور جب نہ
 عین ہو سکا نہ جزو نہ خارج اور جو تھی کوئی صورت نہیں ہے تو واحد بسیط
 سے ایک فعل بھی صادر نہوگا۔ اور یہ الزام یہی باطل ہے اس لئے کہ جب
 اس ملزم نے مصدريہ کو اصالۃ اور علاقہ بین المصدر والعصارہ قرار دیا
 تو ضرور ذات مصدر سے خارج ہوگی اور علیحدہ ہی نہیں پائی جائیگی کیونکہ
 عرض ہے تو خارج عارض ہوگی ماہیت علت کے لئے تو نہ عین ماہیت ہے
 نہ جزو ماہیت۔

اور خارج عارض ہونا بسبب لزوم تسلسل کے اس ملزم کے نزدیک یہی
 باطل ہے یقیناً۔ تو اس ملزم کو چارہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ در بین
 مصدر و صادر کے صدور کو اصالۃ نہ کہے بلکہ صد و رہی اور علاقہ ہی
 کوئی چیز نہیں ہے پس البطلان غیر میں اپنا مسلحہ ہی باطل ہو گیا پس یہ باطل

مبطل مبطل ہے یعنی اپنی ہی تقریر کو باطل کرتا ہے تو صحیح قول خصم ہے اور
 نہیں تو اپنے مسلمہ سے دست بردار ہونا ہوگا۔ حالانکہ بدایت ثابت ہے
 کہ در بیان علت و معلول علاقہ فعل کا ہے در بیان مصدر و صا در علاقہ
 مصدر کا ہے۔

اب رہا دلیل پر نقض دار دکر تا وہ یوں ہے کہ دونوں مصدریت لگے
 عین ماہیت علت بسیطہ واحدہ ہوں تو اسکو یہ لازم نہیں آتا کہ ایک
 ماہیت علت بسیطہ واحدہ کے لئے دو ماہیتیں متغائریتیں ہو جائیں
 اس لئے کہ دونوں مصدر یہ اگرچہ اعتباری ہیں مگر فرق اعتباری نہیں ہے
 بلکہ کلیۃً تغائر ہے تو شے اعتباری غیر تحصیل عین ماہیتہ متوصلہ و متاصلہ
 نہیں ہو سکتی والا وہ شے اعتباری اعتباری نہ ہوگی یا ماہیتہ متاصلہ ماہیتہ
 ہی نہ ہوگی اعتباری نہ تحصیل ہو جائیگی اور اگر بالفرض دو اعتباری عین ماہیتہ
 واحد بسیط ہوں تو دونوں اعتباری ایک شے جیسی دو رنگی کیونکہ ایک ماہیتہ بسیط
 دونوں میں مشترک ہوئی تو دو کا ایک ہو جانا محال نہیں بلکہ حقیقی ایک کا حقیقی
 ہو جانا محال ہے والا شے مشترک میں اشتراک نہ ہوگا تو عینیت پہر
 کیونکر قائم کر دے اور جب ماہیت علت کی ایک ہی باقی رہے تو ہو سکتا
 ہے کہ اتحاد ماہیتہ ہے اور فرق بالا اعتبار ہے باعتبار تعلق مصدر یہ کے
 اس معلول سے اور اس معلول سے اور اگر دونوں مصدریتیں

والصا درین اعتباری نہیں ہیں تو دونوں کی حقیقتہ متا صلہ ہے اور دونوں
 عین ماہیت ہیں تو ان دونوں میں اتحاد ذاتی اور تغائر اعتباری ہوگا
 یعنی باعتبار تعلق اس معاول کے اور باعتبار تعلق اس معاول کے جوہر
 دو شے متحد ذاتاً اور متغائر اعتباراً ایک ماہیت کا عین ہوں تو یہ ماہیت
 دو نہیں ہو جائے گی بلکہ اس ماہیت علت بسیطہ میں ہی بسبب عینیت
 ایسے دو شے کے صرف تغائر اعتباری رہیگا تو ایک ماہیت کا ماہیتیں ہیں
 ہو جانا باطل ہوگا تو تغائر اعتباری بھی ماہیت واحد بسیطہ میں ہمار
 اور تمہارے خلاف مقصود ہو اور اگر یہ دونوں مصدریت خارج از ماہیت
 علت بسیطہ ہوں اور عارض ہوں تو عروض اعتبارات کا ہوگا اس میں
 اگر تسلسل لازم آئیگا کچھ باک نہیں ہے اس لئے اجتماع امور غیر متناہیہ
 فرضیہ اعتباریہ کا محال نہیں ہے اگر یہ محال ہوا تو تصور ہی امور غیر متناہیہ
 کا محال ہو جائیگا پھر بدو تصور موضوع کے محل کرنا محال کو نہیں ہو سکتا
 اور احتمالات دخول در ماہیت علت بسیطہ اور خروج ماہیت علت بسیطہ
 سے مصدریتہ غیر موجودہ فی الخارج میں یعنی مضافیم ذہنیہ میں صحیح
 نہیں ہیں اور ذات مصدر اور ذات صادر ذہنی نہیں ہے بلکہ خارج
 میں ہے اور امور ذہنیہ فرضیہ و اعتباریہ محتاج جاعل کے نہیں ہیں کیونکہ
 موجود نے الخارج نہیں ہیں تا ممکن الوجود حقیقی غیر اعتباری یا واجب الوجود

حقیقی غیر فرضی اعتباری انتزاعی ہوں اور جا عل واجب تعالیٰ ہو
 اور جب واجب الوجود کو ماہیت مستقلہ موجودہ فی الخارج جانتے ہو تو
 امور اعتباریہ کو عین واجب یا جزو واجب کہنا خلاف عقل اور خلاف
 اپنے مسلمہ کے بھی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے تھا کہ مصدریت امر اضافی ہج
 عین ماہیت اور جزو نہیں ہو سکتا ہے تو خارج ہو گا تو تسلسل ہو گا۔ علاوہ
 اس کے جب کہ دونوں اصدار کو عین ماہیت قرار دیا تو دونوں اصدار
 اور ایک ماہیت ملے ایک ہی شے ہوئی تو اس صورت میں دو تو
 اور دو صلاحیتیں واحد بسیط میں قرار دینا باطل ہے کیونکہ کلام در صورت
 عینیت ہے اور عین کا عین عین ہے بلکہ دو مفائر کسی تیسرے کے عین
 نہیں ہو سکتے اور جو دو شے کسی تیسرے کے عین ہوں تو ان دونوں
 شے میں مفائر نہیں ہوتی ہے۔ علاوہ اس کے جب کہ ایک ذات
 واحد حقیقی کا دو ہونا لازم آیا تو ضرور دو بفرق اعتباری ہوئی ہونگی
 اور اس کے ابطال میں تمہاری کوئی دلیل قوی جاری نہیں ہے دو
 قانون کو بفرق اعتباری اور با اتحاد ذاتی تم کہہ سکتے ہو۔

اور تحقیق اس مسئلہ کی یہ ہے کہ مصدر اور صادر میں مصدریت
 نہیں ہے مگر امراضانی بین العلم والمعلوم تو عین واجب ہے
 نہ جزو کیونکہ امراضانی اعتباری نہ امر حقیقی ہے نہ جزو امر حقیقی کا

تو ضرور ذات علت سے خارج ہوگی تو غیر متناہیہ امور اضافیہ پیدا ہو گئے
 بہر حال خواہ صادر کیجئے یا زیادہ تو تسلسل لازم آئے گا مگر تسلسل محال نہیں ہے یعنی امور
 حقیقیہ میں محال ہے جیسا کہ کتب فلاسفہ میں ثابت ہے اور وجہ اسکی
 یہ ہے کہ اعتباری محض کا وجود خارج میں نہیں ہے تو امور غیر متناہیہ خارج
 میں جمع ہوئے۔ اور دو اعتباری شے میں مناسرتہ نہیں ہے مگر اعتباریتہ
 اور جب حقیقتہً کئی نہیں ہیں تو بے انتہا امور خارج میں ہوئے۔ یہ
 جواب تحقیقی اس بنا پر ہے کہ فعل بمعنی صدور و حدوث ہو تو یہ اعتباراً
 وقت الیقاع فعل کے ہوتا ہے وہ یہی ممکن کے فعل میں اور کلام و جب
 کے فعل میں ہے تو اس صورت میں یہ اعداد وجود را بطی نہیں ہے
 تا خدا کو ربط دے مخلوق کے ساتھ بلکہ مصدریت یا خالقیت میں ذات
 باری ہے خواہ معلول ایک ہو یا کئی ہوں پس یہاں پر یہ شبہ نہیں
 ہو سکتا ہے کہ امر اعتباری غیر موجود فی الخارج میں ماہیت موجودہ فی الخارج
 کا کیونکر ہو گا کیونکہ یہ شے محض را بطی نہیں ہے اس لئے کہ یہاں ربط
 کے کوئی معنی نہیں بلکہ خود ہی اس کی ذات ہی فائدہ ربط کا یہی
 دیتی ہے اس لئے واسطے اسکا خصم کے حسب مذاق خصم کہا جاتا
 ہے کہ جبکو امر ثالث بین العلۃ والمعلول کہتے ہو وہ میں علت ہے
 یعنی خود ہی ذات و جب ہے کیونکہ جب اعتبار میں ان مصدر و صادر ہو

تو تعلقات اعتبارات روابط پیدا ہوں گے اور جب خود اعتبار تعلق میں
مصدر و صادر یعنی مصدریت عین ذات واجب ہے یعنی وہی خود ہی ہے
تو اعتباری کسکو سمجھتی ہو فعل واجب بالذات کو چونکہ فعل ممکن پر قیاس کیا
ہے اس لئے اعتبار تعلق کو غیر مصدر کا سمجھ کر اعتبارات منکرات
ذات علت میں سمجھا ہے اور حالانکہ قیاس مع الفارق ہے۔ پس
واجب الوجود علت ہے فاعل ہے خالق و جاعل و مصدر ہے درمیان
میں اس علت اور اس کے معلول کے علت و اسطہ اور رابطہ نہیں
ہے وہ علت نامہ موثرہ ہے یعنی خالق ہے لہذا اسکی ہی ضرورت نہیں
ہے کہ کہا جائے کہ خالقیت یا علت عین ذات ہے زائد بر ذات نہیں
ہے اگرچہ یوں ہی کہا جاتا ہے کہ استعداد علت و خالقیت عین ذات علت
و خالق ہے اور قوۃ و محلا حیت عین ہے مگر فعلیت خالقیت و علت
البتہ غیر ذات ہے اور زائد بر ذات ہے یعنی جو عین الفعل ربط پایا
جاتا ہے۔ پس ثابت ہوا کہ واحد بسیط کہ جو واجب الوجود ذاتا ہے وہی
سب کا خالق ہے والا صفات واجب تعالیٰ کو جو وہی حکماء عین ذات
و واجب تعالیٰ سمجھتے ہیں اس بناء فاسد پر ان کے صحیح ہونیکا اور وجوہ
و وجوب کو جو عین ذات واجب الوجود سمجھتے ہیں باطل ہو جائیگا اور
اوس ذات واجب الوجود بالذات سے جن جن چیزوں کو وہی لوگ

سلب کرتے ہیں صحیح ہوگا کیونکہ سلب ایک شے کا غیر ہوگا دوسری
 شے کے سلب سے کیونکہ ایک سلب کو ہم تصور کرتے ہیں تو دوسرا
 سلب سے ذہن ہمارا خالی رہتا ہے تو دونوں سلبن میں لغات
 حقیقی پایا گیا اور دو سلب کے دو مفہوم مستند طرف دو مسلوب کے
 ہیں اور دونوں مسلوب آپس میں منغائر ہیں تو پہر ان دونوں مفہوم
 کی استناد اس واحد بسیط کے طرف جو ہوگی تو دونوں مفہوم یا عین
 یا داخل یا خارج ہونگے بہ نسبت ماہیت واجب الوجود کے در صورت خروج
 تسلسل اور در صورت دخول ترکیب واجب الوجود کی اور در صورت
 عینیت لازم آئے گا کہ دو مفہوم کی منغائر ذات واحد بسیط میں سرایت
 کرے اور ایک ماہیت حقیقتہً دو ماہیتیں ہو جائیں اور حالانکہ بہت
 سی چیزوں کو ذات واحد بسیط سے خود ان حکمانے مسلوب سمجھا ہے
 تو پھر بہت سی چیزیں ذات واحد بسیط کے لئے ثابت کیوں ہوں -
 اور جب بہت سے صفات کو عین ذات واحد بسیط سمجھا ہے تو ایک
 صفت خالقہ کو باعتبار ات چند عین ذات واحد بسیط نہ سمجھنا صحیح
 مرجوح کی رائج پہر ہے *

ان سب تقریروں سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ عالم میں سے کوئی
 شے خواہ جمادات سے ہو یا حیوانات سے یا نباتات سے یا معدنیات

وغیر معذنیات سے اعم اس سے کہ عنصریات سے ہو یا عناصر سے
 یا غیر عنصریات سے مثل آفتاب یا ماہتاب و دیگر فلکیات کے خواہ کر ہی
 خواہ عرش ہو یا فرشتہ یا روح وغیرہ ہو کوئی ایک چیز ہی عالم کی
 واجب الوجود نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ سب ممکنات سے ہیں انسان یا فرشتہ
 یا جن یہ سب ممکنات سے ہیں اور حوادث ہیں متغیرات ہیں اور شے
 متغیر و حادث و ممکن و محتاج و معلول و مخلوق اور موجود سے معدوم
 معدوم سے موجود اور فانی کیونکر ہو سکتا ہے کہ واجب الوجود بالذات
 و علتہ تامہ سوشہ و غیر متغیر و قدیم و ازلی و سرمدی و ابدی و خالق
 و غنی علی الاطلاق و موجود و ایسی بیک بیخ بلا تشبیر و باقی غیر فانی
 ہو کہ اجتماع انقیضین وغیرہ کی قباحتیں سب لازم ہو جاتی ہیں تو سمجھنا
 چاہئے اور یقین کرنا چاہیے کہ اوسکا کوئی مماثل نہیں ہے کیونکہ شریک
 الہاری باطل ہو چکا ہے اور قانع الوجود ہے اور اوسکا کوئی قبیلہ نہیں ہے
 اوسکی کوئی قوم نہیں ہے کیونکہ جب اوسکا کوئی باپ یا چچا یا مامون یا
 بھائی اور یا جو ریا یا بیٹا بیٹی ہو تو وہ واجب الوجود بالذات نہ رہے گا
 ممکن و حادث و متغیر وغیرہ ہو جائیگا اور یہ سب باطل بعقل ہو
 چکے ہیں تو عقیدہ اول کا بھی باطل ہو گیا کہ جو تین خدا کے معتقد ہیں
 بلکہ یہ ادن کے نزدیک بھی اعتقاد نہیں ہے صرف قول لسانی ہے نہ

عقبہ و جدائی یقین و اذعان بلکہ اون کے نزدیک مشکوک و متنبون
 ہی نہیں ہے کیونکہ جب روح خدا ہونا باطل ہے تو دوسے زیادہ بدرجہ اولیٰ
 باطل ہے مگر وہ لوگ بد عقلی سے بوقت مناظرہ و دار و گیر ایسا کہتے ہیں
 کہ ہم تین خدا کے قائل نہیں ہیں تا شریک الباری لازم آئے کہ جو متنع
 و موجود ہے بلکہ تین خدا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگرچہ بظاہر تین خدا کے
 قائل ہیں ایک حضرت مریم ۴ - دوسرے حضرت عیسیٰ - تیسرے
 روح القدس یعنی جبریل مگر انہی تین خداؤں کا مجموعہ ایک خدائی
 برحق ہے اور بعضے کہتے ہیں کہ حضرت مریم ۴ و حضرت عیسیٰ ۴ اور
 خود خدا بہ تین خدا ہیں پھر سب ملکر کے ایک ہی ہے - تو ہم پہلے اس
 قوم سے پوچھتے ہیں کہ یہ مجموعہ تین کا ایک کلی ہے یا کل ہے اگر کلی ہے
 تو کلی اپنے افراد کا مجموعہ نہیں ہوتا بلکہ مجموعہ کئی کا کل ہے نہ کلی اور
 بالافرض اگر کلی ہو تو ضرور کلی منطقی ہو گا نہ کلی طبعی اور نہ کلی عقلی تو
 ضرور کلی منطقی کا وجود خارج میں ہو گا بلکہ ایک مفہوم ہو گا ذہنی تو مجموعہ
 تین کا صرف ذہنی ہوا اور ہر واحد موجود خارجی شخصی ہو گا کہ ہر ایک
 آپس میں متاثر ہو گا تو چاہئے کہ وہ لوگ یوں کہیں کہ ایک خدا محض مفہوم
 اور ذہنی ہے اور حقیقتہً خارج میں تین ایک دوسرے سے متاثر ہے تو
 اذعان کا کہ ہم ہی سوحد میں غلط ہو ا کیونکہ ایک خدا کا وجود خارج

میں محال ہوا شریک باری کے محال ہے وجود اسکا خارج میں اجتناب
 حاصلے واحد کلی ہے تو متمنع الافراد نہیں کہہ سکتے کیونکہ بتن خدا خارج میں ہانے
 جا چکے ہیں تو شریک الباری متمنع الوجود نہ ہوا بلکہ ممکن الوجود ہوا بلکہ مرقع
 الوجود ہوا تو پھر باری تعالیٰ کی توحید کا ثبوت اور خود اس کی ذات کا
 بھی ثبوت نہ ہو سکیگا اور یہ معلوم ہے کہ حضرت مریم علیہ السلام فلان
 زمانہ میں پیٹ سے پیدا ہوئیں اور عمر بہر اپنے تفسیرات شخصی کی صفات
 میں ہمیشہ ملوث رہیں اور ایسا ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو معلوم ہوا کہ خدا حادث
 ہے اور کئی مین اور جس خدا کو کلی تم نے کہا وہ بھی حادث ہوگا کیونکہ افراد
 اس کے حادث ہیں اور جو حادث پر محمول ہوگا وہ بھی حادث ہوگا اور
 تحقق اسکا ولودہٹا ہوا اپنے افراد سے بعد ہوگا تو خدا حادث ہوگا
 نہ قدیم حالانکہ تم بھی خدا کو قدیم مانتے ہو یہ اجتماع انقیضین اور اجتماع
 تضادات اور تعارض اعتقادات میں ہے۔ اور اگر مین کے مجموعہ کو واحد
 مانتے ہو اس طور پر کہ ایک خدا کل ہے اور بتن خدا اس کے اجزا ہیں
 تو یہ بھی باطل ہے کیونکہ یہ تریع ہوئی نہ تثلیث اور تریع کو تخیس لازم
 آتی ہے کیونکہ مین خدا علیحدہ علیحدہ اور ایک مجموعہ مرکب پس چار ہو گئے
 اور چونکہ وحدت کے بھی تائل ہو تو ان چاروں کا مجموعہ ایک خدا
 جدا لگانا ہوا اور پھر اسکا مجموعہ بھی کیونکہ وحدت کے تائل ہو تو اسی

بطور سے بے انتہا خدا موجود فی الخابج ہونگے اور یہ محال ہے تو میں ہونا
 باطل ہے تو وہ ہونا بھی باطل ہے تو ایک ہونا ثابت ہوگا اور ایک کے
 قائل نہیں تو خدا ہی نہیں ہے تمہارے قول کے موافق۔ علاوہ اس کے
 کل کا تحقق بعد اس کے اجزاء کے ہوگا تو حادث ہوگا نہ قدیم اور نیز
 اس لئے کہ کل اپنے وجود میں اپنے اجزاء کے وجود کا محتاج ہوگا علاوہ
 برین جب ایک خدا سے نجا و زروا ہوا عقلاً تو بہر تین ہی پر کیوں منحصر
 و مقصور ہوا جو متعاً اور با یکجوان وغیرہ بھی ہو سکتا ہے جس دلیل سے
 تثلیث کے قائل ہوئے ہوا وہی دلیل عقلی سے تو تریع و تخیس و تسد
 وغیرہ بھی ہو سکتی ہے یعنی وہی دلیل ایازت دیتی ہے چوتھی اور پانچویں
 اور چھٹو خدا کے خدائی کو بھی والا ترجیح بلا مرجح لازم آئیگی اور یہ عقلاً
 باطل ہے۔ علاوہ برین کل اور چیز ہے اور اس کے اجزاء اور چیزیں
 ہیں جزو عین کل نہیں ہوتا والا اجزاء نہ ہینگے سرکہ عین سکنجبین نہیں ہے
 سکنجبین عین شہید عین سرکہ نہیں سرکہ پر سکنجبین کا اطلاق غلط ہے تو جزو
 خدا پر خدا کا اطلاق کیونکر ہوگا۔ جو چیز اپنے غیر سے متحدہ اور عین
 غیر کا ہو تو وہ غیر نہیں ہوگا تو حضرت عیسیٰ عیسیٰ نہیں ہیں مریم مریم
 نہیں ہیں۔ یان یون کہو کہ واقعاً اور نفس الامر میں نہ عیسیٰ عیسیٰ
 ہیں اور نہ مریم مریم نہ عیسیٰ مریم کے شکم سے پیدا ہوئے نہ یہ اون کے

فرزند خود اور انکی مان میں نہ جبرئیلؑ جبرئیلؑ میں بلکہ یہ تینوں ایک ہی
 ہیں ذاتاً تغائر ہرگز ان میں نہیں ہے بلکہ حقیقتہ ایک شے کو ہم تین
 فرض کرتے ہیں یعنی کچھ اگر فرق ہے تو اعتباری باعتبار معتبر ہے یعنی اتحاد
 ذاتی اور فرق اعتباری ہے اور عیسٰیؑ کو مسیحؑ کہو اور خدا کا بیٹا نہ جانو
 اور مریمؑ کو کسی کی بیٹی نہ کہو اور تین کا لفظ نہ کہو کہ تین محض فرضی ہے
 حالانکہ یہ اعتقاد تمہارے مذہب کے خلاف ہے اور یا یہ کہ تینوں کچھ
 ایک نہ کہو بلکہ ایک ہی کہو ایک کو تین نہ کہو اور خدا کو مرکب نہ کہو مجموعہ
 تین کا نہ کہو علاوہ اس کے اتحاد ذاتی اور فرق اعتباری کہ جو تمہارے
 عقیدہ کے بھی خلاف ہے اگر مان لیا جائے تو تین مفرد من الوجود
 کی تخصیص بلا محض ہے اور بلا مرجح ہے اور دعوے محض بلا دلیل ہے تو
 چاہئے کہ تمام عالم کو عین واجب تعالیٰ سمجھو اپنے کو ہی خدا سمجھو یا
 خدا کا بیٹا جانو اور عین کہو کیونکہ تین کے لئے کوئی وجہ تخصیص کی
 اور کوئی دلیل تمہارے پاس نہیں ہے اپنے میں ہی فرق اعتباری
 مانو بلکہ تمام عالم کے لئے آپس میں فرق اعتباری و فرضی ماننا پڑے گا
 تو خدا خالقیت و مخلوقیت کو باطل جانو تقدم و تاخر کو بھی از روئے
 عقل کے محال سمجھو بلکہ لازم آئے گا کہ مطلق لفظ تقدم و تاخر ہی کوئی
 چیز نہیں ہے الا باعتبار معتبر و فرض فارض اور معتبر خود ہی اعتباری

ہوگا تو حقیقتہً اعتبار و فرس ہی کوئی چیز نہوگی بہر اس میں ہزاروں
 قبا حتمین ظاہر ہیں از روئے تمہاری عقل کے بھی بلکہ عقل بھی کوئی
 چیز نہیں بلکہ کوئی شے شے نہیں پس ضرور سو منطائی بنا پڑیگا
 کہ سب وہم ہے تو اسکو جنون کہنا عنوان کتاب کی تقریر سے ثابت
 ہے۔ اور دوسرا مذہب یعنی عیسیٰ اور حضرت مریمؑ خود خدا نہ حضرت روح القدس
 یہ تینوں ملکہ ایک ہی ہیں تو اس مذہب پر بھی وہی اعتراضات
 اور شبہات وارد ہوں گے اب ایسے دونوں فرقوں سے پرہیز
 و جمال یہ کہتا ہوں کہ معدودات میں جب یہ کہتے ہو کہ ایک ہی ہے او
 تین بھی ہیں یعنی تفاسر ذاتی ہے تینوں میں اور اتحاد اعتباری یا اتحاد
 ذاتی اور فرق اعتباری اول تمہارے مذہب کے خلاف ہے اور ثانی
 تمہارے موافق ہے اگر اول کو اختیار کرتے ہو تو کسی طرح سے تم اپنے
 موحد نہیں کہہ سکتے کہ صریح البطلان ہے اور کئی خدا کا علیحدہ علیحدہ
 ہونا عقلاً باطل ہے اور ثانی صورت میں کہ جو تمہارے موافق ہے
 بلا دلیل و بے مینہ و بریان کے تو توحید اور تثلیث میں بھی فرق
 اعتباری ہوگا تو توحید و تخیس و تسدیس وغیرہ سب ہی ایک ہو جاتے
 ہیں اور نہیں تو تخصیص بلا تخصیص و ترجیح بلا مرجح خود اعدا و میں
 ہی لازم آئیگی یعنی کیا وجہ کہ توحید میں تثلیث ہو اور توحید تثلیث میں تریع یا تخیس

ہوا سیر کیا دلیل ہے محض دعوے عینیت تثلیث و توحید کا نہ سمجھ
 عقلا ہو گا اور نہ خود تمہاری عقل اس بات کو قبول کرتی ہے تو ضرور تم کو
 بیرون کہنا چاہئے کہ تغائر تینوں میں بالکل صریح ہے من جمیع الجہات
 مان اتحاد ذاتی کو محض ذہن نے فرض کر لیا ہے مثل اس کے کہ فرض کرو
 محال کو اور چار دونا پانچ کو محض فرض کر سکتی ہو تو یہی مطلوب ہے کہ
 تم اپنے کو موجد کسی عنوان سے نہیں کہہ سکتے ہو کہ تین خدا علیحدہ
 علیحدہ ہیں صراحتاً اور یہ عقیدہ باطل ہو چکا کہ خدا ایک ہی ہے
 نہ دو پس زیادہ بدرجہ اولیٰ باطل ہے اگر تین میں اتحاد ذاتی بتاتی
 ہو تو اتحاد ذاتی نہیں کہہ سکتے ہو بلکہ فرق حقیقی اور اتحاد اعتباری کہو
 کیونکہ تم خود ہی جانتے ہو کہ مریم عین عیسیٰ نہیں حضرت عیسیٰ خود ہی
 اپنے پیٹ سے پیدا نہیں ہوئے یہ اور ہیں وہ اور ہیں یہ اور ہیں چہ
 انکی ولادت اور طور سے او انکی ولادت اور طرح سے انکی عمر دوسری دلی
 عمر دوسری مان اور بیٹا ایک ہی نہیں ہے ریب دوسری شیر خوار و
 شیر دہندہ وغیرہ سب ایک ہی شے نہیں ہے اور نہیں تو یہ بھی
 لازم آتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ کو دار برائے زعم میں تم نے شہید
 کیا تو تینوں شہید ہو گئے تو یوں کہو کہ ہم نے مریم کو شہید کیا یہ
 کیون کہتے ہو کہ مریم کو شہید نہیں کیا بلکہ عیسیٰ کو شہید کیا بلکہ

یوں کہو کہ خدا کو شہید کر ڈالا پس تمہاری ہی اعتقاد یا قول سے
 تمہارے خلاف اعتقاد لازم آیا اور توحید میں تثلیث ہونگی جیسا کہ
 عین تسلیم و تسبیح نہیں ہو سکتی اور ایک کو تین کہنا یا بالعکس
 تمہاری عقل کے بھی خلاف ہے اور اعتقاد و یقین کو موافق عقل
 کے ہونا چاہئے خلاف عقل کا یقین نہیں ہو سکتا چار دونا پانچ کا
 یقین نہیں ہوتا بلکہ شک و ظن ہی ہیں ہوتا تو لازم آیا کہ تمہارا اعتقاد
 تمہارے اعتقاد کے خلاف ہے پس یہ اعتقاد نہیں ہے کوئی اور شے
 ہے یعنی محال کو ذہن میں فرض کرتے ہو پس فرضی شے ہوئی اسکو تم
 خود بھی یقین اعتقاد نہیں کہہ سکتے ہو حتیٰ کہ ظن و گمان بھی اسکو تم نہیں
 کہہ سکتے ہو تو یہ مذہب مذہب ہوا تمہاری عقل میں بھی اس لئے کہ تم
 خود ہی قائل ہو اس بات کے کہ یہ مسئلہ نہ ہم پر منکشف ہوا اور نہ غیر
 نہ ہم اس پر یقین کر سکتے اس بات پر اور نہ کسی کو یہ مسئلہ ہم سمجھا سکتے ہیں
 یہ مسئلہ سمجھنے اور سمجھانے کے قابل نہیں ہے مگر ہاں بعینہ یہی مسئلہ
 آخرت میں سمجھ میں آجائیگا اگر معاد کے اوپر یقین ہو تو اس تقریر کی
 رو سے تم خود ہی اپنے اعتقاد کے منکر ہو اور گفتگو ہے یہاں کے
 اعتقاد میں نہ وہاں کے اور معتبر یہاں کا اعتقاد و مذہب ہے نہ وہاں کا
 تکلیف معرفت و عبادت کی یہاں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ قلت حقیقی

میں کثرت حقیقی کبھی اور کثرت ذاتی میں وحدت ذاتی کیلئے چیز سے والا کثرت
 کثیر نہ ہوگا قلیل قلیل نہیں کہ ایک شے میں اجتماع وحدت و کثرت
 حقیقتیں ہر جگہ ہی محال اور باطل اور لغو جانتا ہے اس کے سوا ہر جگہ
 ہن کہ خدا کو تم مجسم نہیں کہتے ہو تو یہ ہر یہ بتاؤ کہ حضرت عیسیٰ تو مجسم کو
 غیر مجسم کیونکہ کہتے ہو اور اگر حضرت عیسیٰ جزو خدا کے ہن تو غیر مجسم کا
 جزو مجسم کیونکہ ہوگا اور اگر نفس حضرت عیسیٰ کو سوائے بدن کے
 خدا جانتے ہو تو جزو غیر مجسم کا محتاج مجسم کا ہوا اور جسم میں علول
 مگر گیا تو خدا جو کل ہے وہ ناقص و حادث و ممکن ہو گیا کیونکہ جسکا جزو
 حادث ہے وہ کل بھی حادث ہے یا یہ کہ جسم کو حادث اور متغیر نہ ہو
 اور جسم کو ایک جہت میں نہ ہو اور یہ سب باطل ہن ماسوا اس کے
 جب جزو عین کل کا ہو تو جیسا کل مرکب ہے اجزائے تو ہر ہر جزو ہی
 مرکب ہوگا انہیں اجزائے کہ منجملہ ان کے ایک جزو خود کل ہی ہوگا
 بلکہ ہر ایک جزو خود اپنے سے اور غیر سے مرکب ہوگا تو یہ عقیدہ ضرور
 دور و تسلسل کے کانٹوں میں اور لچہ کر رہا ہوگا اور دور و تسلسل محال
 ہے عقلاً تو یہ عقیدہ اعتقاد محال کا ہوگا تو عقیدہ مثل اس عقائد
 کے ہوگا کہ چار دونوں پانچ ہے اور پانچ ڈیڑھ ہے دو ہے اور ایک
 دونوں ساڑھ ہے یا ایس ہے اور بعضے اہل تثلیث یوں سمجھتے ہن

کہ جن طرح سے انسان تین چیزوں سے مرکب ہے ایک جسم دوسرے
 روح تیسرے حیات اور باوجود تثلیث کے ایک ہے اسی طرح
 خدا تین ملکہ کے ایک ہے یعنی باپ بیٹا روح القدس یہ تینوں
 ملکہ ایک خدا ہے انیسویں تو ہر سیر واحد جیسا کہ انسان نہیں ہے اور
 ملکہ کے انسان ہے ویسا ہی حضرت عیسیٰ خدا نہیں خدا خدا نہیں اور روح القدس
 خدا نہیں پس اجزائے غیر خدائی سے خدا ہو گیا تو حادث ہوگا
 مثل انسان کے اور یہ بھی اس تقریر کنندہ نے خیال نہ کیا کہ حکو
 باب کہتے ہیں وہ اگر خدا ہے جیسا کہ کہتے ہیں کہ عیسیٰ خدا کا بیٹا ہے
 تو پھر خدا کا مل ہے یا ناقص اگر ناقص ہے تو اس خدائے ناقص
 کے وہ خود بھی قابل نہیں ہیں اور ناقص محتاج ہوگا غیر کا اور
 محتاج کو وہ لوگ بھی خدا نہیں جانتے اور اگر کامل ہے تو خدا الے
 کامل پہلے سے ہوا اور پہلے تین ملکہ کے پہرہ ہی ایک خدائے کامل
 ہے تو ملنے سے کیا حاصل ہوا اور اگر کوئی کمال اس ملنے سے
 حاصل ہوا تو وہ خدا کا مل نہ تھا اور اگر کامل تھا تو غیروں سے
 مرکب نہ ہوا اور اپنے سے ملکہ کے خدا ہونا زیادہ افحش ہے دوسرے
 یہ کہ مرکب ناقص ہوتا ہے اور محتاج غیر کا تو جب تین ملکہ کے ایک
 ہوگا پہرہ ہی ناقص رہیگا کیونکہ مرکب ناقص سے ناقص ہوتا ہے

اور اپنے وجود اجزا کی طرف احتیاج مرکب کو باقی رہتی ہے بعد مرکب
 ہونے کے بھی اور چند کھلا دے ملکر کے ایک کامل بھی مرکب ہوسکیگا
 کیونکہ شے کامل میں جمیع الجہات مرکب ہوسکیگی ایک کو دوسرے
 سے ربط نہوگا پہر مرکب نہوگا اور اگر مرکب بالفرض ہو تو حادث ہوگا قدیم نہوگا
 حالانکہ تم خود ہی قدیم مانتے ہو اور انسان کے میں اجزا جو تم نے
 کہا اگر ان تینوں میں سے ایک الگ ہو جائے تو باقی بیکار رہ
 جائیگا مثلاً اگر حیات نہو تو بدن خاک ہے اور بدن نہو تو روح
 بیکار ہے اور روح نہو تو بدن حیات فاسد ہے پس اگر خدا تینوں
 سے مرکب ہے اور بیٹھے کا جزو اس مرکب سے الگ ہو کر دنیا
 میں آدمی بنکر بود و باش کرے تو وہ دونوں اجزا بیکار ہو جائیں گے
 عیسیٰ عجب مار ڈالا جائے یا ہمیشہ جوتھے آسمان پر بٹھلا دیا جائے
 اور جب بیٹا باپ سے بالفرض جا ملے اور روح کی فرد الگ ہو کر کے
 دنیا پر ظاہر ہو تو وہ بیچارے باپ بیٹے بے روح کے سطل و بیکار
 و فاسد ہو جائیں گے اور ناقص و مغرول و محتاج غیر کے ہونگے اور
 توحید ہی بالکل اور گئی پہر سو حد اپنے کو کہو مشرک میں کون سا جز
 باقی رہا حالانکہ اپنے کو سو حد غیر کو مشرک کہتے ہو۔ پس چارہ نہیں
 بجز اس کے کہ کہو کہ ہم جہل آبا می کے پنجہ میں یا یا ڈریوں کے

پولیسٹکل چالو کی تقلید مصلحتی کے پہندے میں یا اجماع مصلحتی کے
 قابو میں استوہنس چکے والا سچ پوچھو تو ہماری کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ
 خدا کیا اور بندہ کیا اور خالقیت کیا شے اور مخلوقیت کیا چیز اعتقاد
 یقین کیا شے ہے ہم کچھ بھی نہیں سمجھتے ہیں عقل اور عقل سے کام لینا
 وغیرہ سب اداہم ہیں یا کیا یا محض لسانی جمع خرچ ہے وغیرہ الگ ہم
 کچھ نہیں جانتے ہیں سوائے اس کہنے کے تمہیں کوئی چارہ نہیں کیونکہ
 واقعاً یہ تمہارا کتنا بہت سچ ہے کہ کچھ بھی تمہیں سمجھا پس اگر خود تم
 سوچو تو معلوم ہو جائیگا کہ سوسطائی بننا پڑیگا اور وہ اعلیٰ درجہ کا
 جنون ثابت ہو چکا تو ضروریہ سوچنا تمہارا تمکو انسانیت و ہوش و
 حواس کی طرف پلٹے گا اور نہیں سوچو گے تو سوسطائی بنے بنائے بیٹھا
 تو چارہ نہیں بجز اس کے کہ ایک خدا کے معتقد ہو کے یقین کر کے پابند
 اس کے احکام کی کرو اور ازادی لایعنی کو لغو سمجھو کہ تمام دین و دنیا
 اسی پر اعتبار ہے دیگر بیچ و بس۔ یہاں تک بعقل ثابت ہو گیا کہ معبود
 برحق ایک ہی ہے اور اس کے احکام برحق ہیں اور شرع کتاب سے
 یہاں تک بلکہ آخر تک صرف یہی ثابت کرنا تھا اور ہے سوائے اس کے۔
 امر کے اور کوئی مقصود نہیں ہے پس تمہیں بیان کو خاتمہ میں سمجھنا چاہئے۔

ختم

جانتا چاہئے کہ جس شخص کو یا جس جمعیت کو بعقل پہچانا ہوا ہو اسکی تصدیق
 عقل سے کی ہو عام اس سے کہ اس شخص یا جمع کثیر تک ہم بھونچے
 ہوں یا نہ پہونچے ہوں مثلاً خبر متواتر دیا دیگر ذرائع عقلیہ و نقلیہ سے
 پہچانا ہوا یا بذریعہ اسکے کہ وجہ الوجود تعالیٰ شانہ کو بعقل پہچان چکے
 ہیں تو اسکی گواہی اور حکم سے اور یا ان طریقوں سے کہ ہر افعال
 میں سب مخلوقات سے اس شخص کو یا جمع کثیر کو اچھا پاتے ہیں اور
 علم و شجاعت و سخا و علم و قوت و عقل و تہذیب نفس و تدبیر منہل و سیاست
 مدن و غیرہ میں سب سے بہتر پاتے ہیں اور قدر میں اس سے یہی
 دیکھنے میں اور بجز متواتر جانتے اور سنتے ہیں اور یقین ہو جاتا ہے کہ یہ قدر
 خدائی بین اللہ کے فعل اس کے ہاتھوں جاری ہوتے ہیں والا شخص
 بشر سے تو ایسے ایسے کام نہیں ہو سکتے تو یہ شخص بیشک خدا کی طرف سے
 ہے اور از بن قبیل سامان یقین کا اس شخص کے ساتھ ہو جاتا ہے
 تو ایسے کا فرمان و جب الا دغان کہ حقیقتاً وجہ الوجود کا حکم ہمارے
 لئے دلیل ہے ہمارے دعوے کے علم کو یعنی یقین یا ظن جیسا موقع ہو
 حاصل ہو کہ ہو جاتا ہے اس امر میں کہ یہ یونہی یہ ایسا ہے تو ایسی دلیل
 نقلی سمجھنا چاہئے اگر وہ اچھا ہے تو دلیل نقلی صحیح اور اگر وہ برا ہے تو
 خدا کی طرف سے نہیں ہے تو اگر موافق کسی دلیل نقلی صحیح کے نہیں ہے

تو ایسی دلیل نقلی غلط ہے صحیح نہیں ہے پس ایسی دلیل صحیح عقلی بھی ہے اور نقلی بھی ہے کیونکہ ہم تک بذریعہ نقل قول بچو بچا ہے۔ اور جنہوں نے بالمشافہ پیغمبر و نبت سے سنا کہ خدا ایسا فرماتا ہے وہ بھی دلیل نقلی ہے ہاں اگر خود پیغمبر نے ہم کو ایک حکم فرمایا اگرچہ وہ حکم بحکم خدا ہے مگر ہم کو بطور اپنے حکم کے فرمایا ہو کہ تم ایسا کرو تو یہ حکم ہمارے لئے کہ بدون ذریعہ نقل کے ہم نے خود سنا ہو دلیل نقلی نہیں ہے آئندہ بذریعہ نقل کے دلیل نقلی کہلائیگی اور سابق میں ہم کہہ چکے ہیں کہ دلیل نقلی بھی دلیل عقلی ہے کیونکہ بذریعہ عقل کے دلیل کے مقدمات کو یعنی دلیل کے جلوئے سمجھا ہے اور فرمانے والے اور ذرائع نقل کنندگان کو بعقل پہچانا ہے یعنی جو دلیل عقلی و نقلی سے مرکب ہو وہ عقلی ہے اور دلیل نقلی کی یہی حالت ہے کہ عقل کو بھی اوس میں پورا دخل ہے مگر دلیل عقلی محض سے حاصل نہیں ہوتا مگر یقین دعویٰ اور دلیل نقلی سے کہی یقین اور کہی ظن یعنی گمان قوی حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے بعضے دلیل نقلی مفید ظن کو دلیل نہیں کہتے بلکہ ایسی دلیل کو امارۃ کہتے ہیں تو جب دلیل نقلی سے یقین بھی حاصل ہوتا ہے اور گمان قوی بھی تو اس لئے اب اثبات واجب تھائے اور اسکی توحید میں کچھ دلائل نقلیہ بھی سمجھنا چاہئے زیادتی اطمینان قلب کے لئے

اور ضمناً اوس کے صفات بھی معلوم ہوں گے مثل خالقیت و رازیت
و علم و قدرت و غیرہ کے *

قال الله تعالى في الحديث القدسي * اني كنت كنز مخفياً
فاحببت ان اعرف فخلقت الخلق کے اعرف * یعنی میں ظاہر ہوتا
کسی پر کیونکہ کوئی خلقت نہ تھی تو چاہا میں نے کہ پہچانا جاؤں اس نے
میں نے خلقت پیدا کی معرفت کے لئے *

قال الله تبارك وتعالى * ما خلقت الجن والانس الا
ليعبدوا * یعنی نہیں پیدا کیا ہم نے جن و انس کو مگر صرف اسی لئے
لئے کہ معرفت خالقیت و مخلوقیت کی حاصل کریں اور اپنے کو تابع و
بندہ و مخلوق و اطاعت کنندہ سمجھیں اور خالق کو مالک و سلطان و
حاکم و متبوع اور رب اپنا سمجھیں اس آیت کریمہ میں ليعبدوا
بمعنی یعرفون و یطیعون کے عام ہے کیونکہ عبادت بے معرفت کے
نہیں ہوتی ہے معرفت سے عبادت ہوتی ہے اور معرفت خود عبادت
ہے اس آیت کے مطلب کے بیان میں بہت بسط و طول ہو سکتا ہے مگر
سمجھنے کے لئے اس قدر کفایت کرتا ہے کہ اصل خلقت ذوی العقول
کی اسی معرفت و علم و تعقل کے لئے ہے جسکو بصیرت نہیں وہ دیوار و
رخت سا ہے حدیث ہے کہ اول الدین معرفت محمد بن کی ابتدا

معرفت و شناخت ہے کہ ہم کون ہیں اور ہمارا خالق و معمم کون ہے اور
 کیون یہاں آئے کیا کرنا چاہئے مثلاً۔ پس معرفت و اطاعت عقلی چیز
 ہے بے عقل کے نہ معرفت ہوتی ہے نہ عبادت و اطاعت اسی لئے
 عقل کی تعریف قرآن و احادیث میں بکثرت ہے کیونکہ کل معاش و معاد
 مدار عقل ہی پر ہے حدیث میں ہے کہ ان الله على الناس حجتين جملہ
 ظاہرہا و باطنہا قَامَا الظَّاهِرَ وَ الْبَاطِنَ وَ الْوَسْلَ وَ الْاَنْبِيَا
 وَ الْاَمْنَةَ اِصْلَا الْبَاطِنِ قَالِ الْعُقُولُ يَعْنِي اَعْدَا وَ اَعْدَا لَمْ نَعْنِي
 ہر شخص کو دی ہیں ایک دلیل ظاہری اور ایک دلیل باطنی۔ دیں
 باطنی اس شخص کی عقل ہے اور دلیل ظاہری اس کے لئے اس کے پیغمبر
 ہیں اور پیغمبر کے نائبین ہیں پس عقل ہر شخص کی گویا اس کے لئے پیغمبر
 باطنی ہے مدیثہ زوار ہے کہ من کان عاقلًا کان لہ دین و من کان
 لہ دین دخل الجنة۔ یعنی جو عاقل ہے وہ دیندار ہے اور دیندار
 راجح ہشت ہوگا یعنی جو عقل و علم و یقین کہ حق تعالیٰ کے نزدیک
 معتبر اور پسندیدہ ہے یعنی عقل شیطانی و مکر و فریب ہنوکہ جسکو عوام
 بے دین عقل سمجھتے ہیں تو ایسا عقل والا کہ حقیقت یہی عقل ہے وہیں
 ہستی ہے ایسوں ہی کو عقل و فہم دین و دنیا کی ہے۔ اور دوسری
 حدیث میں ہے کہ ان الله تبارک و تعالیٰ اعمى للناس اعرج

بالعقول ونصر التبيين بالبيان وذلهم على رب بية بالادلة
 یعنی خداوند تعالیٰ نے آدمیوں کے لئے دلائل عقاید کو کامل کر دیا ہے
 اور پیغمبروں کو اذن و دلیلون کے بیان کے لئے مدد دی ہے اور اپنی
 خدائی کے ثبوت میں او کو دلیلین بتلائی ہیں جیسا کہ اکثر جانات قرآنی
 سے ظاہر ہے کہ اذن آیات کا ذکر عنقریب آیکا اور حدیث ہے کہ ان
 لقمان قال لا تبهرنوا ضع للحق ملکن عقل وان اللیس لدری
 الحق یسیر یانی ان الدینا بحی عمیق قد عرف فیہا عالم کثیر
 فلتکن سفینتک فیہا تقوی اللہ وحشوها الا ایمان و شکر
 اعما النواکل و قیہما العقل و دلبہما العلم و سکا فہما الصبر۔
 بتحقیق کہ حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ تم خدا کے
 برحق کی بندگی و فرمان برداری و عاجزی بجالاؤ تو تم جرم عقل مند ہو کہ
 بتحقیق کہ خدا تعالیٰ کے نزدیک عقل کا عطا و کثیر ماسہل اور آسان ہے
 اسے بیٹے و نسا دریا سے رخا رہے کہ اس دریا نے ضلالت میں بہت لوگ
 غرق ہو گئے پس چاہئے کہ اس دریا میں تہا دی کشتی پر سیر گاری کی ہو
 کہ ایمان سے بہری ہوئی ہو اور اس کشتی کے پردے پر دسنا ہوں خدا
 اور اس کشتی کا راہ بتلانے والا علم اور اسکا سکان صبر و رضا ہیں
 اسکا معلم و کپتان عقل کو ہونا چاہئے ۛ

قال رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم ما قسم الله
 للعباد شيئاً أفضل من العقل فنوم العاقل أفضل من سهر الجاهل
 واما فاعقل العاقل افضل من شخص من الجاهل * فرمایا جناب
 رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ خداوند عالمیان نے اپنے بندوں
 حصہ میں کوئی چیز عقل سے بڑھ کے اشرف و افضل مرحمت نہیں
 فرمائی ہے پس صاحب عقل کی نیند بھی افضل ہے جاہل کے جاگنے سے
 یعنی عاقل کے اعمال و انعال جاہل کے اعمال و انعال سے کہیں بہتر ہیں
 سے عبادۃ جاہل من غیر علم * کچھ طاس تراہ بلا کتاب - اور اسی کے
 ہم مطلب وہ حدیثیں ہیں کہ جنکا ترجمہ یہ ہے کہ نیند عالم کی جاہل عابد
 کی عبادت سے افضل ہے اور جنکا ترجمہ یہ ہے کہ علما کی سبائیں یعنی
 روشنائی لکھنے کی شہدائے غیر عالم کے خون سے افضل ہے اور
 بعضے احادیث سے مساوات روشنائی اور خون کی ثابت ہے اور
 عقل وہی عقل ہے کہ جو دین کے موافق ہو پس عاقل اور عالم بمعنی
 عاقل و عالم دیندار ہے نہ غیر اور حدیث بن وارد ہے کہ جھٹو اللہ
 علی العباد البنی والحق فیما بین العباد و بین اللہ العقل *
 خدا کی طرف سے دلیل بندوں پر وجود پیغمبر کا ہے اور خداوند
 کریم اور بندوں کے درمیان بندوں کے عقل و دلیل ہے اور یوں

وار دہے العقل دلیل المؤمن من ایمان دار کے لئے او سکی عقل دلیل
 ہے اور یونہی ہے دعامة الانسان العقل والعقل منه ^{لفظہ}
 والفهم والحفظ والحلم وبالعقل یکحل وھو دلیلہ ومبصرہ
 ومفتاح امر لا فاذا کان تأیید غصہ من التورکان عاملاً
 حافظاً ذکرنا فظنا نھما قلم بذلک کیف ولم وجبت ومن
 من نظمہ ومن غشہ فاذا عرف ذلک عرف مجراہ
 وموصولہ ومفصولہ واخلى الواحد انیتہ و
 الاقرا بالظا فاذا فعل کان مستدک بالکلمات واورد اعلی ما هو
 وکیر ما ہو فی الامی شیء وھذا ومن این یاتیہ والی ملھو صائر ذلک کلام من
 تأیید العقل الانسان کے خانہ السانت کے لئے رکن و ستون
 عقل ہے عقل ہی سے فہم و فطانت و فراست اور یاد اور می
 اور مضبوط کرنا ہے اور عقل سے علم ہے عقل ہی سے انسان
 کامل ہوتا ہے عقل اس کے لئے راہ ہوتا ہے اور بنیا کرنے والی
 ہے اور انسان کے امور مشککہ کے لئے عقل کنہی ہے پس جب عقل کو
 خدا کی طرف سے تأیید ہوتی ہے تو انسان ذی علم اور یاد اور خدا کا
 اور صاحب فہم و فراست و ذکر کا رہو جاتا ہے تو پھر انجام و آغاز و اعمال کو
 سمجھنے لگتا ہے۔

اور اپنی خلقت اور غرض خلقت اور عیوب کا
 اور محاسن اعمال وغیرہ کو سمجھتا ہے تو پھر سمجھتا ہے کہ کہاں سے اور
 کیوں اور کہاں اور کیونکر آنا ہوا کہاں جانا ہے اور خالق کو اور
 اوس کے عدت ہونے کو اور اوس کے واجب الوجود ہونے کو
 اور ایک اور یکتا و بے مثل ہونے کو اور اوس کے معبود برحق
 ہونے کو سمجھ چکا تو جو امور اوس سے عل میں نہیں آئے ہیں اور
 عل میں لائیگا اوسکی اصطلاح کر لیا اور جو چیزیں اوسکو پیش ہوئی
 ہلائی اور برائی کو جائیگا اور از بن قبیل اور یہ سب چیزیں عقلی
 سے حاصل ہوتی ہیں اور ذوی العقول کو غیر ذوی العقول
 جو شرت ہے محتاج بیان نہیں ہے اور انسان ذوی العقول
 میں اگر عقل و علم نہیں ہے تو انسانیت و مردی ہی نہیں اوسکا
 شمار بہائم میں یا جمادات وغیرہ میں ہے *
 اور عقل ایک ایسی شے ہے کہ جسکا ثبوت اور اوسکی
 فلسفہ اور کلام حکما و قدماں و احادیث سے بہت طرح سے ثابت ہے
 بلکہ ہر فرق و مل میں فضیلت عقل کی مدلل و مسلم ہے اس طرح
 کہ ہر انسان اپنے کل امور کا مدار عقل پر کو سمجھتا ہے اگر عقل نہیں تو
 کل امور دینی و دنیاوی اوس کے بیچ و بوج ہیں - اور جانتا جائے

کہ جسکو عقل ہے اوسی مقدار اوسکو علم ہے جسکو علم ہے اوسی قدر اوسکو
 عقل ہے اگر عقل نہیں ہے تو اوسکو علم نہیں ہے اگر علم نہیں ہے تو
 اوسکو عقل ہی نہیں ہے دونوں لازم لزوم ہیں اسی لئے دونوں متساوی
 کہی جاتے ہیں عقل نا جائز و عقل شر و مکہ عقل نہیں ہے مکروہ و خدعہ
 و جہل و شیطنت ہے خدا کی مذمت کرتا ہے اور مطلق عقل کی
 ثناء و وصفت کرتا ہے مدوح شئی کی مذمت حکیم علی الاطلاق سے
 خلاف عقل ہے جہل کو عقل سے کیا سروکار عقل کو جہل سے مبالغت
 کلیہ ہے عقل و نقل سے یہ امر سہرہن و اشکار ہے عقل سے تیسر حق
 و باطل میں ہوتی ہے اور جب کسی جاہل نے شیطنت اور شر و
 فساد اپنی بڑے فن و فریب سے اور عجائب خدع و مکہ سے کیا
 تو عوام الناس کہتے ہیں کہ وہ ایک بڑا حاقن ہے وہ ایک بڑا
 لایق شخص ہے محض غلط فہمی عوام کی ہے اور محض خلاف عقل
 و نقل ہے کیونکہ اس نے حق کو نہیں پہچانا حق کو باطل سے جدا
 نہیں کیا تو خلاف عقل عمل میں لایا اس خلاف عقل کو عین عقل
 جانتا جہل کو علم جانتا ہے اور بیان سے ابطال اون لوگوں کا
 بھی ہوا کہ جو لوگ عقل و جہل کو کچھ سمجھے نہیں ہیں اور بے سمجھے
 محض بے خیالی سے عالم کے سمی یوں سمجھے ہیں کہ جو شخص بے

طور پر وضو کرنا سیکھ لے اور مسجد وں ہی تک اس کی دوڑ ہو
 اور چال غربا و مساکین کو پکڑ پکڑ کے مسجد میں لائے اور وضو
 اور فاتحہ سکھائے اور کلمہ اور نماز سکھائے اور سوائے اس کے
 کچھ نہ جانتا ہو اور بڑا عالم وہ ہے کہ نماز اور کلمہ کے الفاظ کو اپنے
 طور پر صحیح بول سکتا ہو و بس - اور عاقل وہ ہے کہ دنیا کو خوب
 حاصل کرے یا حاصل کرنے میں شب و روز متفکر اور کوشاں
 رہے ہزار وں فن و فریب و کمر سے اور کیا وی و ذخا بازی و اقل
 پردازی اور غصب و زردی و مغالطہ دہی و قنہ و نسا و بیدینی
 وغیرہ سے حصول دنیا میں سنہک رہے عام اس سے کہ دنیا
 حاصل ہو یا نہ ہو مگر امور مذکورہ معلومہ میں طاق ہو اور بظاہر
 اپنے کو انواع و اقسام سے نہایت خلیق و خوش ادب اور مہذب و متین
 ظاہری دیکھائے اور اپنے ہم مذاق میں ایک لالین شخص کہلائے
 اور علوم سے مطلقاً بے بہرہ ہو مگر اولیٰ پلٹی تقریر بے سرو پا
 کہے با مصطلحات علوم سماعیہ کہ جو محض بے ربط و پریشان چہ
 اصطلاحیں ہوں اور اگر بہت بڑا ایک لالین شخص ہے - اپنے ہم
 مذاقوں میں تو دین میں کچھ مسخر بھی کرتا ہو اور رائے زنی ہی میں
 میں کچھ کرتا ہو اور اگر اس سے ہی افضل واسطے اپنے کو کون میں

تر قانون مصنوعی خلاف شرع کو بھی جانتا ہے اور کچھ اپنی طرف سے
 حسن کلام کے لئے ذیل تقریر میں رتو میں بول جاتا ہے تو ایسے لوگ جو
 لایق شخص کہلاتے ہیں ایسی ہی سمجھ کی بنا پر بنا لے ناسد بر ناسد کرتے
 ہیں اور اپنی اپنی صحبتوں میں بہت فصاحت کے ساتھ کسی جاہل عجم سے
 سنی سنائی کہا کرتے ہیں کہ اے سبحان اللہ لاشدن چہ آسان و مردم شن
 چہ مشکل یعنی بہت تعجب سے کہتے ہیں کہ عالم ہو جانا کس قدر سہل و آسان
 ہے کہ جو چاہے عالم ہو سکتا ہے مگر انسان عاقل ہونا اللہ اکبر کس قدر
 مشکل و دشوار ہے کہ جو چاہے عاقل ہو نا تو نہیں ہو سکتا ہے حالانکہ عالم
 نہیں ہے مگر عاقل عاقل نہیں ہے مگر عالم اگر بالفرض عالم ہو مگر عاقل نہ تو
 وہ حقیقت عالم ہی نہیں ہے اور اگر عاقل ہو مگر عالم نہ تو وہ حقیقت عاقل ہی
 نہیں ہے تو اس فقرہ مرقومہ کے یہ معنی ہوئے کہ عالم شن چہ آسان
 و عالم شن چہ مشکل یا عاقل شن چہ آسان و عاقل شن چہ مشکل تو صلب
 شے عن نقسہ ہوا یا آسانی و دشواری و تقیض کا اجتماع یکجا ہوا اور
 یہ سب محال میں عالم ہونا آسان نہیں یعنی عاقل ہونا اور عاقل ہونا سہل
 نہیں یعنی عام ہونا یہ بات کسی سمجھ میں آتی ہے کہ کوئی شخص بڑا عالم ہو
 یعنی عقل اد کو کچھ بھی ہو یعنی جاہل ہو یا بڑا عاقل ہو مگر علم اد کو
 کچھ بھی نہ ہو محض جاہل ہو یعنی غیر عاقل ہو عقل و فہم فقرہ بہت

دوزخ کا وہ فطانت دیکھا ست و تعقل یہ سب علم سے تعلق رکھتے ہیں نہ
 جہل و نادانی سے اور یہ امر کس قدر ظاہر تر ہے کہ دین کی بناء پر محض
 عقل ہی پر ہے چنانچہ یہ امر آغاز کتاب سے بھی ظاہر ہوتا چلا آیا
 ہے تو جو حضرات کہ دین پر اپنی اپنی صحبتوں میں اعتراض کرتے ہیں وہ
 لوگ محض عقل ہی پر اعتراض کرتے ہیں اور عقل پر اعتراض کر کے عاقل
 کہلاتے ہیں جس قدر زیادہ اعتراضات عقل پر کرتے ہیں اوسی قدر
 زیادہ عاقل و دانشمند کہلاتے ہیں ہذا شے عجیب امی واسے برین
 عقل فرضی مشہوری اور اس قسم کے عاقل لوگ نہ یہ کہ اپنی صحبتوں ہی
 میں اعتراضات کرتے ہیں بلکہ جرات اور جفا اس قدر رکھتے ہیں کہ
 عقل کے باطل کرنے میں کتاب میں تالیف نہ کرتے ہیں اور تمام شایع
 بھی کرتے ہیں چنانچہ کچھ کتابیں ایسی بھی دیکھی گئی ہیں کہ از اول
 کتاب تا آخر کتاب اگرچہ محض مسلمانوں کی عقل و دانش کی تعریفیں
 کی ہیں مگر دین و مذہب کی پابندی کو معیوب بھی لکھا ہے اور بندگی
 و اطاعت سے خارج ہونے کو اور آزادی کو بہت مدح جانا ہے
 از روئے عقل و بلا دلیل یعنی عقل سے عقل کو باطل کیا ہے یعنی
 سمجھ کے موافق مگر دلیل نہ دار اور پابندی کی تعریفوں میں آزادی
 کی تعریفیں کی ہیں اسلام کی مدح میں اسلام کی ہجو واہ عقل ابکو کہتے

میں اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ والہ کو مجذوب لایعنی بھی لکھا ہے
 معاذ اللہ یہ عجیب حیرت افزا تحریر ہے اور پھر تنہا یہ جس اس دین کی نہیں
 بلکہ ادیان گذشتہ کی بھی علیٰ نذا الفیاس چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ
 والسلام کو لوٹیر دن سے لکھا ہے اور محض دین ہی کے ابطال کی
 تحفیف نہیں ہے بلکہ عقل کو بھی باطل کیا ہے کہ حضرت لقمان
 علیہ السلام کو کہ جنکی عقل تمام فرق بین مشہور روزگار ہے ایک اپنے
 درجہ کا داستان گو لکھا ہے تو حاصل یہ ہے کہ عقل ایک فرضی کہانی
 ہے بے سرو پا پس دین اور عقل اور پیغمبری ایسے عاقل کے
 نزدیک کوئی چیز نہیں ہے اور ابطال دین عقلی بھی عین ابطال
 عقل ہے اور انہی بیانات سے خود انسانیت بھی ایسے عاقل کے
 نزدیک کوئی چیز نہیں علیٰ الخصوص جب خود آدمیت پر بھی
 اعتراض کرتے ہیں کیونکہ کہتے ہیں کہ آدمی کیا ہے اصل او سکی
 بند رہے کہ بمرور ایام دم جھڑ گئی ہے اور رفتہ رفتہ اس طرح
 خلقت ہو گئی پناہ بخدا ایسی عقل سے کہ آدمی آدمی نہیں ہو اور
 عقل عقل نہیں دین دین نہیں پیغمبر پیغمبر نہیں اور جب یہ
 چیزیں کچھ ہی نہیں تو توحید اور صفات ثبوتیہ اور سلبیہ کوئی چیز
 نہیں تو اصل اثبات واجب الوجود لاشعے ہے تو واجب الوجود ہی

کوئی چیز نہیں تو ممکن الوجود بھی کوئی چیز نہیں تو بند بھی کوئی چیز
 نہیں ہے اور جن و فرشتہ کے وجود سے اور آسمان و عرش و کرسی کے
 وجود سے بھی صاف صاف انکار شائع ہو رہا ہے تمام مدارس میں یعنی
 اسکولوں میں اسکا چرچا ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی چیز کچھ بھی نہیں
 ہے تو سب چیزیں ادھام پین لیں ایسے عاقل کو چارہ نہیں کہ فسطا
 بنے تو یا مجنون ہے یا آگ میں ڈالنے کے قابل ہے کیونکہ خودی سے
 آگ میں جا لیگا کیونکہ آگ کو پانی یا اور کوئی چیز یا لاشے جانتا ہے تو کیوں
 آگ میں نہ جا لیگا اور ان سب کا لزوم ہر ذی عقل پر ظاہر ہے پناہ
 بخدا ایسے عاقل فرضی سے اور اسید طرح کی بہت سی کتابیں شائع
 ہوئی ہیں۔ اب پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کرتا ہوں والا ان چیزوں
 کے بیان کے لئے ایک دفتر بزرگ درکار ہے۔ عقل نہایت مدوح
 چیز ہے اور اشرف واعلیٰ ہے اور عقل و علم دونوں کی ایک لپٹ
 ہے جو شرافت عقل کو ہے وہی شرافت علم کو بھی ہے۔ قاموس
 میں ہے کہ - العقل العلم و بصفات الاشياء من حسنھا
 ۱ و قبحھا و کمالھا و نقصانھا و العلم الخیر الخیرین و شر البشرین
 ۲ و مطلق الامور و لقوة بما یکون المیزین القیاس و الحسن
 و لعمان مجتمعة فی الذهن تكون بمقدّمات یثبت بها

الاعراض والمصالح او لهيئة الجمود للانسان في حركاته
 وكلامه والحق انه نور روحاني به تشارك النفس العلوم
 الضرورية والنظرية + يعني عقل معنی علم ہے یعنی بمعنی
 مطلق دانست یا محض دانش ہے یا چیزوں کی پہلائی یا برائی
 اور کمال و نقصان کی دانست کو عقل کہتے ہیں یا بہترین محاسن
 و بدترین قبائح کی دانست کو یا عقل ایک طرح کی قوت ہے کہ جس سے
 شخص پہلائی کو برائی سے فرق کر سکے یعنی اس طرح کی قوت مدد کر کے
 عقل کہتے ہیں اور ایسی صورت علمیہ ذہنیہ کو عقل کہتے ہیں کہ جس سے
 مصالح امور ثابت ہوں اور انسان کی رفتار و گفتار کی ہیئت
 پسندیدہ کر بھی عقل کہتے ہیں اور عقل نفس کے اوس نور کو بھی
 کہتے ہیں کہ جس کے ذریعہ سے نفس کو علوم بدیہی وغیرہ بدیہی
 حاصل ہو۔

اور بیان فضائل علم و عقل اور شرح ذمائم بے عقلی و جہل کا
 یہ مقام نہیں ہے اس لئے میں نے ترک کیا والا اس مقام میں ان
 سب رعادی کو بدلائل عقلیہ و نقلیہ بہت بسط و تیان اتنا
 جانتا چاہئے کہ جس قدر جہل کی کو ہے اسی قدر اوس کو بے عقلی
 ہے اور جتنا علم ہے اسی قدر عقل پر علم کا وجود عقل سر علم نہیں ہے اور

ایسا ہی عقل ہے۔ پس جاننا چاہئے کہ جس نے دلائل عقلیہ سے اثبات و توحید کو یقین کیا اور اعتقاد لایا تو دلائل نقلیہ کو چاہئے کہ سمجھے اور مطابق دلائل عقلیہ سے کرے جو عقل سے مطابق نہ ہو تو اس دلیل نقلی صحیح میں تاویل کرے اور اگر وہ صحیح ہوں اور دلائل عقلیہ سے مطابق نہ ہوں تو ایسی دلیل نقلی کو مسکوت عند رہنے دے کیونکہ ایسی دلیل نقلی کو اس نے نہیں سمجھا ہے اور یہ معلوم ہو چکا کہ دلیل نقلی ہی عقلی ہے تو تاکیداً للعقل اور توضیحاً لہ ان دلائل نقلیہ کو کہ جو بطور نمونہ کے یہاں پر لکھو جاتے ہیں سمجھنا چاہئے اور یہ دلائل یعنی آیات قرانیہ منتجہ مشتمل ہیں صرف ادہین مباحث مذکورہ کو جو متعلق اثبات واجب تعالیٰ اور اسکی توحید و صفات ثبوتیہ و سلبیہ سے ہیں وہ یہ ہیں لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ۲۱ کہ جو مفاد ہے بہت سے آیات قرانی اور مطالب فلسفہ اولے کا اور کلمہ اسلام مجازاً کہا جاتا ہے شامل ہے صرف توحید کو اور توحید شامل ہے نفی شرک کو عام اس سے کہ شرک بالبیحق مباد بالحق فرض کیا جائے یا ممکن فرض کیا جائے یا موجود فرض کیا جائے اور نفی استحقاق معبودیت بالحق شامل ہے نفی موصو قیت بصفات الہیہ ثبوتیہ و سلبیہ کو تو یہ جملہ نہایت اعلیٰ و شرف مرکبات سے حاوی ہے

تمام اثبات و توحید و استحقاق معبودیت کو خدائے برحق کے لئے
 اور جس نے یہ کہا ہے کہ لفظ لا الہ شامل ہے نفی صفات زائدہ کو
 غلط کہا ہے ورنہ صفات زائدہ کا ثبوت اللہ میں بعد لفظ لا
 ہو جائیگا کیونکہ جب اللہ میں صفات کو عین کہتے ہیں تو انہی صفات
 کی نفی لا الہ سے مقصود ہوگی اور استحقاق عبادت خاص نہیں ہے
 امکان سے یعنی امکان کی فرد نہیں ہے کیونکہ امکان نسبت ہے
 درمیان شے موجود اور وجود کے بلکہ نسبت کی جتہ ہے تو جاسے
 کہ استحقاق عبادت بھی نسبت ہو درمیان موجود اور وجود کے حالانکہ
 یہ وجود کی نسبت نہیں ہے بلکہ موجود کی صفت غیر صفت وجود ہے
 ہاں فرع امکان ہے اور وجود کی بھی فرد نہیں ہے بلکہ تسبیح فرع
 وجود ہے کیونکہ خود امکان ہی تسبیح وجود ہے پس خطا ہے ان کی
 کہ جو وجود کو امکان کی فرد کہتے ہیں جاسے کہ ان کے نزدیک محمول جتہ
 نسبت کی فرد ہو۔ خلاصہ یہ کہ استحقاق عبادت بعد تحقق امکان کے
 ہے اور تحقق امکان بعد وجود کے ہے اور یہ ظاہر ہے کہ وجود ہم
 درجہ و مساوی شے کے ہے اور اعم الاشیاء ہے تو امکان وجود
 سے قبل یعنی ان فوق متحقق ہوگا اگر امکان اعم ہو وجود سے
 تو چاہئے کہ شے سے بھی اعم ہو اور یہ غلط ہے۔ اب یہ سمجھنا چاہئے کہ

اس طلب اس فقرہ کا موقوف ہے نصیح جملہ پر بقاعدہ 'نحو یہ پس مقصود
 اس جملہ کے قائل کا کہنی طور پر اس جملہ سے ہو سکتا ہے۔ اول یفظ
 اللہ اسم جنس ہے تحت بین لائے نفی جنس کے اور اس لائے نفی
 جنس کی خبر محذوف ہے کیونکہ یہ لا مبتدا و خبر پر آتا ہے اور خبر بند لہ
 عطف کے کہنی خبرین بھی ہو سکتی ہیں اور جو خبرانی جائیگی وہی اللہ کے
 خبر اللہ کی ہیگی کی نسبت ال مستثنیٰ اور مستثنیٰ کے ایک شخص میں تو اصل میں اس
 قائل کے علم میں یوں گذر اسے کہ لا الہ مستحق للعبادہ بالحق و ممکن و
 موجود الا اللہ مستحق للعبادۃ بالحق و ممکن و موجود اور اس میں
 کوئی قباحہ نہیں ہے ترکیب نحو ہی بہت صحیح ہے اور اللہ ذات
 واجب الوجود کا نام ہے اس طور پر کہ اسم ذات ہے اسم صفات
 نہیں ہے یعنی مثل رحمان و رحیم و غفور و شکور و خالق و رازق و غیرہ
 کے نہیں ہے۔

دوسری ترکیب یہ ہے کہ مستحق للعبادہ بالحق کو خبر محذوف
 مانیں یعنی لا الہ مستحق للعبادۃ بالحق الا اللہ مستحق للعبادۃ بالحق
 اور مستحق للعبادۃ بالحق کو واجب الوجود بالذات ہونا لازم مساوی
 ہے بدلائل عقلیہ ثابت ہو چکا ہے تو نہی مستحق نفی واجب الوجود
 ضرور ہے تو یہ معنی عقلاً ہو گا کہ کوئی واجب الوجود نہیں مگر جو واجب

ثابت شدہ ہے وہی ہے یہ ترکیب بھی صحیح ہے اور اسپر لون عتر
 کرنا کہ مستحق عبادت کی نفی سے شریک ابھاری کی نفی نہ ہوئی خطا ہے
 کیونکہ واجب الوجود کا شریک ہوگا مگر بالفرض اگر ہو تو کوئی وجہ الوجود
 ہی ہوگا اور جو واجب الوجود ہے وہ مستحق عبادۃ بھی ہے بدلا
 عقل ثابت ہو چکا ہے تو مستحق کی نفی متعلق شریک ابھاری کی نفی
 ہے۔ اور یوں کہنا کہ مستحق کی نفی سے اسکان شریک کی نفی ہونی
 یہ بھی خطا ہے کیونکہ شریک نہیں ہے مگر واجب الوجود اور واجب
 الوجود نہیں ہے مگر مستحق عبادۃ تو اس کے یہ معنی ہونگے کہ مستحق کی
 نفی سے مستحق کی نفی نہ ہوئی اور یہ لغو ہے علاوہ اس کے اسکان
 مستحق سے عام تر نہیں ہے تا کہ جائے کہ خاص کی نفی سے عام کی
 نفی کیونکہ ہوگی جیسا کہ ابھی گذرا۔

تیسری۔ اور یوں بھی تعذیر عبارت کی ممکن ہے کہ لا الہ ممکن الا اللہ
 ممکن اس لئے کہ اسکان کو اگر خصم بالفرض وجود سے عام تر جاننا
 تو باتفاق عام اتفاقاً خاص ہوگا تو مطلب یہ ہوگا کہ کوئی شریک
 خدا ممکن نہیں ہے یعنی موجود بھی نہیں ہے تو مستحق عبادۃ بھی نہیں
 ہے مگر ایک اللہ مانا ہوا وہی ہے یعنی اشیائے منفیہ کے ساتھ
 متصف ہے اور اگر وجود کو اعم اسکان سے جانتا ہے تو یہ معنی

ہوں گے کہ نہیں ہے کوئی شریک ممکن مگر وہی اللہ ایک موجود
 ممکن ہے اس لئے کہ با شفائے خاص اگرچہ انتفائے عام ہوگا مگر
 ثبوت خاص عام کا ثبوت ہو جائیگا تو ممکن نہیں کہہ سکتے جب تک
 کہ موجود ہو جیسا کہ بین کہ فرس مطلق نہیں ہے تو ہو سکتا ہے کہ
 حیوان ہو یا نہ ہو مگر وہ صاہل ہے تو ضرور حیوان ہی ہے اور
 چنانکہ نہ وجود اعم سے اسکان سے نہ اسکان اعم ہے وجود سے
 اس لئے کہ نہ وجود فرو بہت ہے نہ جہت فرو وجود ہے تو حقیقتہً
 اس کے یہ معنی ہیں کہ نہیں ہے کوئی ممکن مگر وہ اللہ موجود
 ممکن ہے اس لئے کہ اسکان موجودیت کی فرع ہے کیونکہ اسکان
 نسبتہ کی جہت ہے در بیان موجود و وجود کے۔ اور اس اسکان
 کی صورت میں یوں کہنا کہ ان اسکان اور وجود خدا کا ثابت ہوا مگر
 مستحق عبادت ہونا معبود برحق ہونا ثابت ہوا ہو سکتا ہے
 کہ موجود و ممکن ہو مگر مستحق عبادت ہونا خطا ہے کیونکہ الا اللہ
 میں جب اللہ لام اللہ کا حمد ذہنی یا حمد خارجی لین گے تو یہ
 معنی ہوں گے کہ مگر وہ اللہ جو معبود برحق اور ان صفات کا
 ہے وہی الید مانا ہوا ممکن بالاسکان العام ہی ہے۔

جو کہے۔ اور یوں بھی اس جملہ کی ترکیب ہو سکتی ہے کہ لا الہ موجود

الا اللہ موجود اس بریوں اعتراض کرنا بھی خطا ہے کہ مان موجود ہونا
 ثابت ہوا مگر امکان کی نفی ہوئی کیونکہ امکان عام تر ہے وجود سے تو معبود
 برحق ہونا اس سے ثابت نہیں ہوتا ہو سکتا ہے کہ ایک ہی خدا موجود ہے
 مگر معبود برحق اور یہی ممکن ہے اور غلط اس لئے ہے کہ امکان ایک
 تعلق ہے مابینہ وجود کے درمیان نہ اعم وجود سے بلکہ وجود کی نفی
 سے امکان یعنی نسبتہ وجہ نسبتہ کی نفی ہوگی تو معنی یہ ہے کہ نہ کوئی
 موجود ہے نہ کوئی ممکن ہے بلکہ ایک موجود ممکن ہے - اور پھر معبود برحق
 ہونا بھی حسب تقریر گذشتہ ضرور ہے کیونکہ اللہ کے معنی قائل کے
 اعتقاد میں معبود برحق واجب الوجود بالذات ہے نہ غیبہ - اور
 یون بھی کہہ سکتے ہیں کہ وجود کی نفی سے امکان اور معبود برحق ہونے کی
 بھی نفی ہوگئی کیونکہ وجود سب سے اعم و فائق تر ہے اور اصل سبکی
 ہے تو نفی خاص کی ماتحت کی اور فرع کی بھی ہوگئی پس بعد الا کے
 سبکاثوت ہو جائیگا بلکہ سب ترکیبوں کی صورتوں میں الا کے بعد
 مستدا و خبر میں یون کہہ سکتے ہیں کہ مستدا یعنی الہ موجود ہے
 کیونکہ ثبوت شے کسی شے کے لئے فرع ہے اس شے کے ثبوت کی
 اور سب صورتوں میں الہ کے معنی واجب الوجود بالذات معبود
 برحق ہے تو لا سے نفی بھی اسی شے کی ہوگی۔

پانچویں - اوریون بھی ترکیب اس کلمہ کی ہو سکتی ہے کہ لائے نفی
جنس کے لئے خبر کا ہونا ہر جگہ کچھ ضروری چیز نہیں ہے تا بدون
خبر کے جملہ غلط ہو۔

چھٹی - اوریون بھی ترکیب کہہ سکتے ہیں لا الہ کا ئن الا اللہ کا ئن
اور کا ئن سے مقصود نائل ہو جو د ممکن و معبود برحق سب مجتہد
ہو۔

ساتویں - اوریون بھی کہہ سکتے ہیں کہ اگر بالفرض قاعدہ نحو یہ اس پر
مترتب ہوے تو کہا جاسکتا ہے کہ قواعد نحو یہ بعد بنائے گئے ہیں
تو یہ قواعد ناقص سمجھے جائیں گے نہ یہ کہ اصل زبان ہی غلط ہو قاعدہ
مصنوعہ قرار داد کے رو سے۔

آٹھویں - بلکہ ہو سکتا ہے کہ از روے قاعدہ کہا جائے کہ یہ کا طیبہ
شاذ ہے اور اس کے علاوہ اور بھی دو تین ترکیبیں لوگوں نے لکھی ہیں
مگر عمدہ نہیں اگرچہ بعضوں نے انہیں دو تین ترکیب کو جو یہاں پر
لکھی ہیں گئی ہیں سب ترکیب گذشتہ پر ترجیح دی ہیں اب
اسکو سمجھنا چاہیے کہ جتنی ترکیبیں بیان لکھی گئی ہیں اور صورت
میں ہو سکتی ہیں کہ الا کو حرف استثنا قرار دین پس اگر استثنا
استثنائے متضلل ہو یعنی مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ میں داخل لین تو

اسحالت میں ایک ہی ترکیب ہوگی کہ مقصود آگہ سے یعنی الہ منفیہ
 سے محض الوہیت منفیہ ہوگی کہ اوسے میں اللہ بھی داخل ہیں ایک
 کے سوا سب کی نفی ہوئی اور ایک ہی ثابت کیا گیا تو جو ثابت
 ہوگا اگرچہ عام اس سے ہوگا کہ باطل ہو یا برحق ہو مگر خبر مخدو
 سے مطلب حسب تقریر سابق ثابت ہو جائیگا اور اس استثنائے
 متصل کی صورت میں الہ منفیہ سے خاص الہ باطلہ مقصود نہیں
 ہو سکتا والا انہی میں سے الہ برحق بھی ہوگا اور نہ الہ محقق مقصود
 ہو سکتا ہے والا تعدد باریتعالیٰ لازم آئیگا اور پھر تعدد برحق
 کی نفی لغو ہو جائیگی بلکہ الہ سے مطلق مفہوم کلی مقصود ہے۔ اور اگر
 استثنائے منقطع ہے یعنی مستثنیٰ کو مستثنیٰ منہ میں داخل نہ لیں اسکی
 دو حالتیں ہیں ایک یہ کہ مستثنیٰ قسم مستثنیٰ منہ ہو مگر ارادہ قصد
 میں داخل نہ کیا جائے یا اسکی قسم نہیں ہو بلکہ یہ اور غیر ہو وہ اور
 غیر ہوا دل صورت اس جملہ میں درست نہیں ہوتی اور ثانی صورت
 صحیح و درست ہے کہ کل باطل کی نفی اور ایک برحق کا
 اثبات ہے *

تذہین - ترکیب یہ ہو سکتی ہے کہ لفظ الا کو صرف استثناء قرار دیں بلکہ
 ماقبل الا کی صفت قرار دیں تو اس صورت میں الا کہ نہیں غیر ہے

یعنی لا الہ غیر اللہ موصوف اور غیر اللہ صفت ہے مضامین مضامین
 الیہ ملے پس موصوف صفت ملے اسم لائے نفی جنس ہے اور خبر کی
 ضرورت نہیں ہے تو معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا غیر کوئی نہیں ہے
 یعنی محبوب و برحق واجب الوجود یکتا جو متصف بصفات ثبوتیہ و سلبیہ
 ہے اور اس کا غیر کوئی نہیں ہے اور یا یہ کہ وہی خبر ہائے مذکورہ اس
 میں بھی بعد لا اللہ کے محذوف مانیں اور صرف یہ کلمہ طیبہ ہی
 بطور لزوم شامل ہے اثبات خدا اور توحید و صفات ثبوتیہ و سلبیہ
 وعدالت و نبوت و امامت و معاد سب کو مگر لزوم طوالت مانع
 تحریر ہے العاقل تکفیفہ الاشارة -

یہ جو کچھ بیان کئے گئے صرف ایک دلیل نقلی کے متعلق بطور نمونہ
 ہیں اسی طور سے اور دلائل نقلیہ کو بھی بعقل سمجھنا چاہئے کیونکہ
 قیاس و استقراء و تمثیل و برہان سب دلائل نقلیہ میں حاصل
 اولہ نقلیہ صور اولہ و مواد اولہ کو شامل ہیں پس دلیل نقلی ہی
 دلیل عقلی ہے چنانچہ آیات و احادیث کے مضامین سے
 معلوم ہو گا *

فرمایا خداوند عالمیاں نے - ان فی خلق السموات
 والارض و اختلاف الليل والنهار والفلک التي تجری

فِي الْحُجُبِ مَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَا أَنْزَلَ اللَّهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ سَائٍ
 فَاجِبٍ بِهِ الْأَرْضُ مِنْ بَحْدِ مَوْنِهَا وَبَشَّ فِيهَا مِنْ كُلِّ دَائٍ
 وَتَصَرَّفَتْ الرِّبَاحُ وَالسَّحَابُ الْمُسْتَجِرُّ بَيْنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
 لَا يَأْتِ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ۝ حاصل معنی آید کہ یہ کاریہ ہے کہ تحقیق
 یہ امر ہے کہ پیدا کرنے میں آسمانوں اور طبقات زمین کے اس بیج پر
 کہ فلکیات سب بدون ستون اور یا اونچنگی کے ہیں محض قدرت
 کا مدد خالق کے قائم ہیں اور اس کے اندر سب مخلوقات اوسنی خالق
 کے قبضہ قدرت سے موجود ہیں اور زمین کو بندوں کے ٹھہرنے
 کے لئے اور حیوانات و انسان و نباتات و معدنیات کا تعلق
 سب اسی زمین اور آسمانوں سے رکھا ہے اور آفتاب و ماہتاب کی
 گردش میں عجائب مصالح بشمار رکھی ہیں اور کواکب کے پیدا
 کرنے میں اور ان کو منور کرنے میں اور دن اور رات کے پیدا کرنے
 میں اور دن اور رات کے اختلاف و آمد رفت میں اور دن کو شب
 و معاملات و طلب معیشت و دیگر کاروبار کے لئے اور شب کو استراحت
 و غیرہ کے لئے اور اختلاف گرما و سرما اور بین بین کہ جو اختلاف
 لیل و نہار و حرکات فلکی سے حاصل ہے اور اختلاف فصول ربیع و
 صیف و خریف و شتائین کہ جو سموات و ارض و اختلاف لیل و نہار

سے حاصل ہے کہ جس سے عجائب و عراکب و ہزاروں منفعت کے
 ثمرات و ذراعات پیدا ہوتے ہیں اور دریاؤں میں کشتیاں جو چلتی
 ہیں اوس کے پیدا کرنے میں اور حرکت کی قوت دینے میں کہ جس سے ہر
 سامان و تجارت و معاملات و سیر و حرکت ملک ملک لوگوں کو بشمار
 حاصل ہے اور بانی برسانے میں کہ زمین کو ہر سال قوت اداگانے کی
 زراعت کے لئے اور ثمرات و بیشمار پیدا کرنے کیلئے اور بہت سے منافع
 باران کے ہیں اور بانی برسانے کے طریقہ میں کہ اگر ایک مرتبہ لاکھ
 ایک قطرہ آسمان سے گرتا تو خلائی اور زمین کی کیا حالت ہوتی کہ اس بار
 سے زمین کی ہر سال اصلاح ہوتی ہے اور زراعت و اشجار کو تازگی ہر سال
 دیکھتی ہے اور زمین میں حیوانات کے پیدا کرنے میں جو جو منافع لاتعد
 ہیں اور ہوا کے چلانے اور حرکت دینے میں کہ ہر ہر حرکت میں تاثیر
 بخشنے ہیں اور ہر چیز کے منافع اس ہوا سے اور ہوا کی حرکت سے
 ہیں ان چیزوں میں دلائل صریحہ اور واضحہ ہیں وجود و علم و قدرت پر
 اور پورے تسلط پر صانع و خالق قدیم تعالیٰ شانہ کے اور لوگوں کے
 لئے کہ عقل رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں اپنی اپنی عقول سے یعنی ان
 مخلوقات سے صاحب عقل و ہوش صانع کو سمجھ سکتا ہے کہ سب
 آپ ہی آپ کیونکر وجود میں آسکتے ہیں کوئی خالق و مدبر عالم اور صانع

قَدِيمُ ضَرُورٍ هِيَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا الَّذِي خَلَقَكُمْ
 وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ الْأَرْضَ
 فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً
 فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْثًا
 وَآ أَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ یعنی اے مردمان عبادت و اطاعت
 کرو اپنے خالق کی اور اپنے مالک کو پہچاننا اور اعتقاد و یقین کر دو
 علم و معرفت و یقین اوسے معبود و برحق مستحق عبادت و اطاعت کا
 حاصل کرو ایسا معبود و خالق و مالک کہ اوسے نے تم لوگوں کو پیدا
 کیا ہے اور اوسے نے تمہارے پہلوؤں کو پیدا کیا ہے کہ اس نہایت
 و عبادت سے اور اپنے مالک کی شناخت سے تم لوگ شاید گناہ
 سے پرہیز کرو ایسا مالک تمہارا کہ جس نے زمین کو تمہارے لئے
 فرش کر دیا اور سارے نعیش و رزق کا سامان اوس سے تمہارے
 لئے نہیں کر دیا اور آسمان کو تمہارے لئے عمارت بنا دیا اور آسمان
 سے بارش ۵

کو تمہارے ہی لئے اوسے نے نازل کیا اور تمہارے ہی لئے
 زمین سے اوس بارش کی وجہ سے انواع و اقسام کے ثمرات
 و زراعت اور گادے تا تمہارے لئے رزق ہوتا ایسے اپنے مالک

کو خالق کے لئے کیسکواوسکاشریک قرار دو اور حال یہ ہے
 کہ تم لوگ خود ان چیزوں کو سمجھتے ہو اگرچہ کہی غفلت سے یا کہی تجاہل
 یا شرارت سے اپنے مالک و خالق کا کیسکوشریک قرار دیتے ہو
 والا یہ سب باتیں ظاہر ہیں تم جانتے ہو اور عقل رکھتے ہو اور عقل
 و ادراک کر سکتے ہو تو باوجود دانست یا قدرت دانست کے عذر
 تمہارا لایعنی ہو گا کہ عقل رکھتے ہو اور کہو کہ ہم نہیں جانتے تھے
 تدبر کر سکتے ہو اور نہیں کرتے یا تدبر و تفکر کرتے ہو اور سمجھ نہیں
 ہو اور عدول کرتے ہو اور میسورین یا رہ سورہ نمل میں ہی خدا فرمائی
 فرمایا ہے ﴿ اَمِنْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ذٰلِذِ نَزْلِ لَكُمْ مِنَ السَّمَاءِ
 صَاعًا فَاَنْتَ بِلَهِّ ذٰلِكَ بِلْغٍ مَّا كَانَ لَكُمْ اَنْ
 تَنْبِتُوْا شٰجِیْہَا ؕ اَللّٰهُ مَعَ الَّذِیْنَ یَعِدُوْنَ
 اَیَا کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور تمہارے لئے کس نے
 آسمان سے بارش کو نازل کیا یعنی بخیر خدا نے برحق کسی دوسرے
 نے نہیں پیدا کیا اور بارش کو کسی دوسرے نے نازل نہیں
 کیا - ہم نے باغہائے سرسبز و شا داب کو اس سینھ کی وجہ
 سے اوگا یا کہ ہرگز تمہارے لئے ممکن نہیں ہے کہ تم خود ان کے
 درخت کو اوگا دیا خدا نے برحق کے ساتھ کوئی دوسرا خدا اکثر

ہے کہ وہ اوس کے ساتھ شریک ہو کے ان کا سونکوسرا انجام
 دے بلکہ یہ وہ لوگ ہیں کہ راہ راست سے کبھی اختیار کرنے میں
 ۲ من جعل الارض قرا راہ جعل خللها انہما اذ جعل
 انہما ردا سی وجعل بین البحرین حاجزاً ثم الہو مع اللہ
 بل اکثرہم لا یعلمون - نہ بلکہ میں پوچھتا ہوں کہ کس نے زمین کو
 جائے قرار تمہارے لئے بنایا اور زمین نہروں کو وجود میں لایا
 اور زمین پر بلند بلند پہاڑوں کو پیدا کیا اور درمیان دو دریا
 کے پردہ اور حد فاصل کیا ایا کوئی دوسرا شریک ہے خدا کے
 برحق کے ساتھ بلکہ کوئی شریک نہیں ہے مگر باوجود ظہور و وضوح
 کے بعض غور و فکر نہیں کرتے ہیں اور غور و فکر اگر کیا تو اپنی عقل
 و اپنے علم سے یقین او سپر نہیں کرتے ہیں بلکہ اکثر وہ لوگ اس پر
 اعتقاد نہیں لاتے *

۱ من یحییہ المظطر اذا دعاہ ویکشف الشوع و یجعل
 لکم خلفاء الارض مع اللہ قلیلکم ما تدکونہ
 اس کے علاوہ میں پوچھتا ہوں کہ کون شخص قبول کرتا ہے دراندگان
 و پریشان لوگوں کی دعاؤں کو جب کہ وہ لوگ رعایا مانگتے ہیں اور
 کون ہے کہ ان کی سختیوں کو دفع کرتا ہے اور کون ہے کہ تمکو

پر جانشین کرتا ہے آیا کوئی ہے خدا کا شریک کم لوگ ہیں کہ
 پسند پذیر ہیں اور ان باتوں کو سوچتے ہیں اور یاد میں لاتے ہیں
 امن یتهدیکم فی ظلمات البیوت والبی و من یرسل الراح
 بشیراً بین یدی رحمة اللہ مع اللہ تعالیٰ
 اللہ عالمیشکو کون ہ آیا کون ہے کہ بیابان ہائے تاریک
 و دور ہائے تیرہ و تاریک میں تمہاری راہ نہائی کرتا ہے اور کون
 ہو کہ حرکت میں لاتا ہے رحمت پروردگار کا مژدہ و ہندہ آیا
 کوئی شریک اور کوئی خالق و دوسرا ہے سوائے خداوند عالم
 برحق کے حق یہ ہے کہ خداوند عالم ان کسی کام میں مطلق شریک
 نہیں رکھتا ہے پاک و میرا ہے ان عیبوں اور شرک سے
 کہ لوگ عیوب و شرک کو پیدا کرتے ہیں : امن یتهدیکم
 الخلق ثم یعیذون من بوزئیکم من السماء والارض
 والہ مع اللہ قل ھا قوا بواککم ان کنتم صادقیین
 آیا کون ہے کہ پہلے تمام خلق کو پیدا کرے پھر دوبارہ انکو
 وجود میں لائے اور کون زمین و آسمان سے تمہارے لئے روزی
 بھیجا کرتا ہے آیا کوئی دوسرا ہے یا کوئی دوسرا شریک ہے خالق
 عالم کے ساتھ ۔ اگر مشکہ میں ان امور کا اعتقاد نہیں رکھتے ہیں

یا اوس کے خلاف کا ادا کرتے ہیں تو اسی پستیہ تم اور لوگوں سے کہو کہ اپنے دعوے پر دلیل لاؤ اگر اپنے دعوے میں سچے ہو و الا دعوے بے دلیل کو عقل باور نہ کرے گی ﴿ان الناس کا نوا بایا تنکالا یوقنون﴾

۵۔ بہ تحقیق کہ میرے علامات و مخلوقات اور میرے صنائع پر لوگ اعتقاد راسخ نہیں رکھتے ہیں ﴿یوم نحشر من کل امة فوجا ممن یکتذب بایا تنانہم یوزعون حتی اذا جاء ا قال کذب بتم بایا تی ولم یحیطوا بها علما اما ذالک تم تعاوننا۔ اور جس دن ہر امت سے ایک ایک دن گردہ کہ ہمارے مصوعات و مخلوقات کی اور ہمارے علامات کی تکذیب کرتے ہیں ہم محشور کرینگے پس ایسے لوگ گردہ گردہ جمع کئے جائینگے تا انیکہ سب جمع ہو لیں گے تو خدائے تعالیٰ ان سے پوچھیں گے کہ ایا تم لوگوں نے ان سب علامات کو دروغ معلوم کیا اور یقین اور اعتقاد ہمارے ان صنائع پر نہ لائے تو پھر کرتے کیا تھے۔

پھر یوں فرماتا ہے ﴿الم یؤا انا جعلنا لللیل لیسکنوا فیہ والنهار مبسدا ان فی ذلک لایات لقوم یومنون ۵۔ یعنی آیا نہیں معلوم کیا نہیں دیکھا لوگوں نے کہ ہم نے شیون کو پیدا کیا ہے مخلوقات کے آرام و استراحت کے لئے اور ہم نے

دلوں کو پیدا کیا ہے تا اون کو روشنی بخشے ہر آیت ان چیزوں میں
 نشانیاں اور ذرائع ہیں سیری معرفت کے اون لوگوں کے لئے
 کہ جو ایمان لاتے ہیں۔ اور اعتقاد و اطاعت کرتے ہیں۔ سورہ رعد
 میں ہے * قُلْ مَنْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ مَنْ قُلُّ اللّٰهُ قُلْ
 اَفَاَتُخَذْتُمْ مِنْ دُونِہٖ اَوْلِیَآءَ - یعنی پوچھو کون پیدا کرنے والا
 زمین و آسمان کا ہے اور کہو کہ خدا کے برحق و کتنا بے مطابق رب ہے
 سوائے اُس کے کوئی دوسرا نہیں ہے اور پوچھو کہ آیا تم نے سوائے
 خدا کے کسی دوسرے کو اپنا حمایتی تجویز کیا ہے * اور پھر ارشاد
 ہوتا ہے۔ قُلْ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ
 اَنْذِلْ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۱۔ کہو کہ خدا کے برحق معبود مطلق ہر شے
 خالق ہے درحالکہ وہ واحد محض ہے اور قہر نازل کرنے والا
 اپنے ظالمین پر اور آسمان سے اوسنی نے منہ برسیا یا تمہارے
 لئے * اَمْ جَعَلُوا اللّٰهَ شُرَکَآءَ - آیا خدا کے عالمیان کے
 لئے شرکار سمجھا ہے * اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَرْزُقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَبِیْنِ
 یعنی اللہ ہی رزق دہندہ صاحب قوت ہے اور ذی قدرت و
 اختیار ہے * قُلْ اِنْ رِیُّ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ
 و یَقْدِرُ ۱۔ کہو کہ خدا رزق دیتا ہے جسکو دینا چاہتا ہے اور

روزی کی مقدار کو معین کرتا ہے نہ دوسرا کوئی اور نہ کوئی دوسرا
 اسکا شریک ہو سکے ﴿قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ
 قُلِ اللّٰهُ﴾ کہو اسے پیغمبر کہ تمہارے لئے آسمان و زمین سے
 روزی کون ہیا کرتا ہے اور تم ایسا جواب دو اذکو کہ روزی بخشنے
 والا خالق برحق ہے نہ کوئی دوسرا - سورہ واقعہ میں بیان
 فرمایا ہے ﴿لَحْنُ خَلَقْنَاكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ﴾ ہم ہی نے
 تمکو پیدا کیا پس تم اسکی تصدیق کیوں نہیں کرتے ﴿اَفَرَأٰ
 بَيْتُكُمْ مَّا تَدْعُوْنَ اِلَآ اَنْتُمْ تَخْلُصُوْنَ﴾ اُمّ نَحْنُ الْخَالِقُونَ
 آیا تم نے دیکھا کہ سنی جو رحم میں پھونچتی ہے اوسکو کس نے پیدا
 کیا آیا تم نے پیدا کیا یا ہم نے ﴿لَحْنُ قَدْ نَابَكُمْ الْمَوْتُ
 وَمَا نَحْنُ بِمُسْبُوْعِيْنَ عَلٰی اَنْ يُبَدِّلَ اٰمَنَّاكُمْ تَشْكُرُ
 مَا لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ تمہارے لئے ہم نے موت معین کی اور ہم
 اس امر سے عاجز نہیں ہیں کہ تمہارے اعضاء کو خلق کریں - اور
 اس سے بھی عاجز نہیں ہیں کہ تم کو ایسے عالم میں پیدا کریں کہ
 اوس عالم کو تم نہیں جانتے ہو ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّفْسَ اِلَآ
 وَّلٰی فَلَوْلَا تَذْكُرُوْنَ﴾ اور ہر آیت تم نے پہلی پیدائش کو
 جانا ہے کہ تم کیا تھے اور کہاں تھے اور کس نے موجود کیا تو

شاخ درخت سے نکالتے ہو آیا تم نے اوس درخت کو پیدا کیا یا اوسکا
 پیدا کرنے والا میں ہوں ۔ تَحْنُ جَعَلْنَا هَاتَا كَرَا وَصَاعَا
 لِلْمُقَوِّينَ سَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝ فَلَا أُقْسِمُ بِمَوْجِ
 الْجُحُومِ ۚ وَانْتُمْ لَقَسْتُمْ تَوَّاعِلُونَ عَظِيمٌ ۚ قَرَأْتُ
 لَكُمْ اِنْ كَرِهْتُمْ فِي كِتَابٍ مَّا كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۚ اِلَّا الْمَصْحُورُونَ ۝
 تَنْزِيلٌ مِّنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۚ اَفِيْهَذَا الْحَدِيثِ اَنْتُمْ مَّدْحُورُونَ
 وَتَجْعَلُونَ رِزْقَكُمْ اَنْتُمْ تَكْذِبُونَ ۚ فَلَوْلَا اِذَا بَلَغْتَ ا
 وَانْتُمْ حِينِيْذٍ تَنْظُرُونَ ۚ وَتَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَ
 لَكِنْ لَا تَبْصُرُونَ ۚ فَلَوْلَا اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ ۚ تَرْجِعُوْكُمْ
 اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ ۚ فَاَمَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۚ قَرَأْتُ
 رِيْحَانَ ۚ وَجِئْتُ بِعِلْمٍ ۚ وَامَّا اِنْ كَانَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ
 فَسَلِّمْ لَكَ مِنْ اَصْحَابِ الْيَمِيْنِ ۚ وَامَّا اِنْ كَانَ مِنَ الْمَكْنُوْنِ
 الْفَارِسِيْنَ ۚ فَنَزَلُ مِنْ حَمِيْمٍ ۚ وَتَضَلِّيْهِ حَمِيْمٌ ۚ اِنْ هَذَا
 لَهُوَ حَقٌّ اَلْيَقِيْنَ ۚ فَبَسِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ۚ
 ہننے اوس کو تمہارے لئے پسند و عبرت قرار دیا اور سافرین کے لئے
 منفعت پس اپنے پروردگار کو پاک و منترہ اور بری شرکت و تماثل
 سے جانو اور اوسکو ساتھ تنزیہ و تقدس و پاکی کے یاد کر و سنارو

کھونے کی قسم ہے اور یہ بڑی قسم ہے اگر ان ستاروں کے گرنے کے رتبہ
 سے تم واقف ہوئے یقین کر دو کہ یہ کتاب قرآن ہے گرامی قدر کتاب
 پرشیدہ میں لکھا ہوا یعنی لوح محفوظ میں ایسی کتاب کہ سوائے پاک
 لوگوں کے کوئی نہ جھوٹے یہ پروردگار عالم کی طرف سے بھیجی گئی ہے
 آیات کو اس سے انکار ہے کیا نازل کرینا والا اسکا کوئی دوسرا ہے اور
 اس جھوٹ کو اپنا حصہ کرتے ہو پس اگر تم میں سے کوئی قادر خلق و
 رزق برادران صنعتوں پر اور ایجاد عالم پر ہے تو جب روح مگلے تک
 آجاتی ہے کیا تم دیکھتے ہو حالانکہ ہم بہ نسبت تمہارے نزدیک تر ہیں
 اور تم نہیں دیکھتے اگر مقبور و مجبور نہیں ہو تو اس روح کو ٹوٹا کیوں
 نہیں دیتے اگر اپنے دعوے میں سچے ہو ﴿قُلْ أَيْكُمُ لَنُكَفِّرَنَّ عَنْ
 ذَٰلِكَ مَنِ خَلَقَ الْإِنْسَانَ يَوْمَ مِثْنٍ وَجَعَلُونَا لَعْنَةً﴾ ادا
 ہو گئے اس امر کے انکار سے کہ خدا نے زمین کو دور و زمین پیدا کیا ہے
 اور آبا خدا کا شل و نظیر کیسے قرار دیتے ہو خدا نے برحق ہی خالق
 ہے تمام عالم کا کوئی اس کے سوا دوسرا خالق و رب نہیں ہے ﴿قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُكَ وَآخِرُ مَا تَدْعُوهُم مِّن دُونِ اللَّهِ﴾ کہو اسے
 پیغمبر کہ نہیں ہے کوئی دوسرا اگر اللہ برحق خالق عالم ایسا اللہ کہ

وہ ایک سچا اور ہم حقیقتہً تمہارے شرک سے بری اور بیزار ہیں *
 اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اِلٰهٌ بَرُّیٌّ مِمَّا تَشْرِكُ کُونَ - تم گواہی دو اس امر کی کہ
 ہم شرک سے بری ہیں اور بیزاری چاہتے ہیں * اَللّٰهُ خَالِقُ
 کُلِّ شَیْءٍ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ - خدائے تعالیٰ سب کا
 خالق ہے اور سب پر قدرت رکھتا ہے * اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ
 رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ۝ اللہ ہی معبود و برحق ہے نہ کوئی دوسرا اور
 وہی عرش برتر کا خالق ہے تو تمام عالم کا خالق ہے * اَوَلَمْ یَعْلَمُوْا
 اَنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ الْوِزْنَ - آواز جانا تم نے کہ اللہ ہی سب کو
 روزی دیتا ہے کل امور خیر کو وہی عطا کرتا ہے * اَوَلَمْ یَعْلَمُوْا
 وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرَکُوْنَ - وہ پاک و منزہ ہے سب براؤں
 سے اور بری ہے شرک سے * قُلْ یُحْیِیْکُمْ ثُمَّ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ
 یُجْمَعُکُمْ ۝ کہو کہ وہ ہی تم لوگوں کو حیوۃ دیتا ہے اور موت
 دیتا ہے اور پھر تم کو اکٹھا کرتا ہے * اَوَلَمْ یَعْلَمُوْا
 اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ شَهِیْدٌ ۝ - آنا تمہارے پروردگار کی
 گواہی ہر چیز پر تمہارے لئے کفایت نہیں کرتی * وَصِفَاتُہٗ
 لِلَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَالشَّمْسِ وَالْقَمَرِ ۝ لَیْجُومُ مَسْجِدَکَ
 بِاَصْوٰکِہٖ ۝ - اور علامات وجود باری تعالیٰ سے بعضی علامتیں وجود کی

سوائے اس کے نہیں ہے کہ خداوند عالم ایک ہی ہے اور برتر و بری
 ہے اس بات سے کہ اوس کے لئے کوئی بیٹا ہو یا اوسکی کوئی قوم یا
 قرابت یا شریک ہو و ہوں یا دوسے زیادہ ہوں کہ یہ محض غلط
 عقل ہے **لَمَّا رَأَتْ مَثَلِ عِيسَى عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ**
مِنْ تَرَابٍ ۝ - تحقیق کہ مثال عیسیٰ علیہ السلام کی مثال آدم
 کی ہے کہ اوسکو خدا نے مٹی سے بنایا اور سکو خلق کیا نہ یہ کہ خدا باب
 ہے کہ اوس بیٹے کے پیدا کر نیکا ذریعہ ہو گیا ہو **يَا أَهْلَ الْكِتَابِ**
لَا تَتَّبِعُوا فِي دِينِكُمْ مِمَّا تَفْتَوُا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۝

اے اہل کتاب! دین میں غلو مت کرو یعنی افراط اور ایسی ترقی نہ
 میں خلاف دین کے نہ کرو یعنی شان میں پیغمبر کے خلاف بات مت
 کہو جوئی بات کو اونکی طرف منسوب نہ کرو مگر خداوند کے حق میں سوائے
 حق بات کے دوسری بات نہ کہو جو حق ہے اور سکو ظاہر کرو جو ناحق
 ہے اوس سے برتر کرو **وَلَوْ كُنْ تَسْتَفْتِي الْمَسِيحَ أَنْ يَكُونَ**
عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا صَلاِيَكُهُ الْمُقَرَّبُونَ ۝ - عیسیٰ نے ہرگز اپنے
 بندہ اور مخلوق ہونے کا انکار نہیں کیا ہے اور نہ ملائکہ مقربین نے
 عبادت و بندگی سے انکار کیا ہے اگر کسی نے خلاف انکی طرف منسوب
 کیا ہے تو وہ محض دروغ ہے **وَمَنْ يَسْتَفْتِ عَنِ عِبَادَةِ**

جس

فراوانی

سے

ایک

میں

اور

ہو

لَا يَسْتَعْبِدُ فَبِكَيْدِهِمْ اَلَيْسَ جَمِيعًا ۝ - اور جو کوئی انکار
 کر لگا بندگی اور اپنی مخالفت سے اور تکبر کر لگا اس سے تو
 ہم اور ان سب کو محسوس کریں گے اور ہم عنقریب اور ان سب کو سزا
 عذاب کو بھونچا نیگے بِرَّوَادُ قَالَ اَللّٰهُ يَا عِيسٰى اَنتَ قُلْتَ
 فَلَنَّمَا مِنْ اِتَّخَذْتُ دُوْنِيْ دَاۤىِٕمًا لِّهٰۤىۤٔ اَلْجَنَّةِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۝ - اور جب
 فرمایا لگا خدا از روئے عتاب کے امت عیسیٰ صبر پر روز قیامت کہ
 آیا تو نے اسی عیسیٰ کو گون سے کہا ہے کہ بھو اور میری مان کو خدا
 سمجھو اور سوائے اللہ برحق کے دو خدا اور بھی قرار دے رہا تھا
 سُبْحَانَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ بِحَقِّ رَٰثٍ
 كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتُۙ اَتَعْلَمُوْا مَا فِىْ نَفْسِيْ وَلَا اَعْلَمُ مَا فِىْ
 نَفْسِكَ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَٰمُ الْغُیُوْبِ ۝ - یعنی حضرت عیسیٰ
 علیہ السلام عرض کرینگے کہ خدا زندا تو پاک و پاکیزہ ہے ہر صیب سے
 کیا ہو گیا تھا مجھ کو کہ میں ایسی بات کو لوگوں سے کہتا کہ جو میرے
 دلائق نہ تھی سوائے حق بات کے ناحق میں کیوں کہتا میں ایسی
 لغو بات کیوں کہتا کہ میں خدا کا بیٹا ہوں اگر میں نے کہا ہو تو اسے
 پروردگار بہتر جانتا ہے جو میرے دل میں ہے وہ تجھ پر انکار ہے
 اور جو میرے علم میں گذرا میں نہیں سمجھ سکتا اور تحقیق کہ تو بڑا

جاننے والا ہے سب غیب کے امور کو کوئی چیز مجھے پوشیدہ نہیں ہے۔ اور یہی کئی جگہوں پر قرآن میں اسی طرح کی آیتیں ہیں کہ جس سے صراحت ظاہر ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ خدا ایک ہے اور دوسرا کوئی نہیں ہے۔

وآتے ہو اذن بے وقوفوں کی عقل پر کہ کیونکر کہتے ہیں کہ خدا ایک ہے یعنی تین ہیں اور جو شخص تین خدا کا قائل ہو تو کیونکر کہہ سکتا ہے کہ تین ہونے کی حالت میں خدا ایک ہی ہے تین کو ایک کہیں اور پھر خدا کے مرکب ہو نیسے بھی احکار کرین ہذا شیء اعجب حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پاک و مبرا ہیں ایسے لوگوں کے اتہام و اقوال و اہیہ سے۔ اور سورہ زمر میں ہے ﴿أَمْ جَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ خَلَقُوا كَخَلْقِهِ فَتَشَابَهُوا خَلْقَهُ﴾ ﴿قُلِ اللَّهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ﴾۔ آیا قرار دیا اور ہونے نے شرکاء خدا کے لئے کہ اذن شرکاء نے بھی خدا سے برحق کے مخلوق کے مثل مخلوقات پیدا کئے ہوں اور پھر یہ سب مخلوقات اوسکے اور اذن شرکاء کے ایسے معتقدین کے اعتقاد و دین میں مشتبہ ہو گئے ہوں حالانکہ ایسا نہیں ہے کہو کہ اللہ برحق خالق ہر شے کا ہے اور وہی ایک ہے اور

قہر کنندہ ہے گناہ گاروں پر ایسے جھوٹے اعتقادات کی وجہ
 سے سزایاب ہوں گے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ
 آلِهَاتٍ خُفُّوا أَسْبَاطَهُمْ فِي صُورِ الْبُحَارِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝** - اور بنائے
 لوگوں نے سوائے خدا کے برحق کے بہت سے خدا کر دے
 ایک نئے کو بھی پیدا نہیں کر سکتے اور وہ سب تمہارے فرضی
 الٰہ خود بھی پیدا کئے گئے ہیں * **إِنَّ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
 لَنْ يَخْلُقُوا إِذَا بَاءَ لَهُمْ أَنْ يَخْلُقُوا كَمَا خَلَقُوا ۝** - یعنی جو لوگ
 خدا قرار دیتے ہیں ایسوں کو کہ سوائے خدا کے برحق کے ہیں وہ
 سب خدا ایسے ہیں کہ ایک کہی کو بھی پیدا نہیں کر سکتے ہیں اگرچہ
 سب کے سب اکٹھا ہو کے مکھی کو بنائیں مگر نہیں بنا سکتے تو
 بھر بڑی بڑی چیزیں کیونکر بنا سکتے ہیں **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا
 اتَّخَذُوا مِنْ دُونِ اللَّهِ آلِهَةً يَكْفُرُونَ بِهِمْ عَلَى عِلْمِهِمْ** ۝ - وہ ہر شے پر
 قادر ہے وہ ہر شے کو جانتا ہے کوئی چیز اس کے علم و قدرت
 سے باہر نہیں ہے سب اس کے اختیار میں ہیں **۝ وَكَفَرُوا
 بِحُجَّتِهِمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۝** - اور لوگ اس کے
 علم کا کچھ بھی اندازہ نہیں کر سکتے اس کی ایک قدرت کو
 اس کے ایک علم کو بھی نہیں سمجھ سکتے ہیں **۝ وَاللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا**

اَلَا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُہٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ لَّہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَاٰتِی الْاَرْضِ ۝ - کئی اللہ نہیں ہیں بحر
 ایک معبود برحق کے کہ وہ قادر و عالم اور قائم بذاتہ ہے اور وہ
 قائم کرنے والا ہے اور سکو کہنگی اور بڑبایا اور خواب و خفت کبھی
 نہیں ہوتی اور سارا عالم اسی کے لئے ہے یعنی وہی سلطان و مالک ہے
 تمام عالم کا۔ اس آیت سے ہی ثبوت خدا کا اور اسکی توحید اور اس کے
 صفات یعنی حیوۃ و غنا و خالقیتہ اور قدم اور محل حوادث کا ہونا اور عموم
 قدرت سب شے پر ثابت ہے اس میں کسی طرح کا تغیر نہیں ہوتا کیسا
 ہے اور کیسا نہ ہو سب کا خالق و مالک وہی ہے اللہ کا ذکر کہ
 الابصار و ہویدرک الابصار و ہواللطیف الخبیس۔ انکبین لوگون کی
 اور سکو نہیں دیکھ سکتی اور وہ سب آنکھوں کو دیکھتا ہے اور وہ لطیف ہے
 کثیف نہیں بسط ہے مرکب نہیں اور وہ دانا ہے مجسم نہ تھا اور نہ اب
 ہے اور نہ کہی ہوگا والا سیکڑ و ن قبا حثین لازم آئیگی اور عقل کے خلاف
 ہوگی ﴿لَنْ تَوَآبِیْ﴾ ہکو ہرگز تم نہیں دیکھ سکتی ہو اس قسم کی آیتوں
 سے ثابت ہے کہ خدائے برحق مجسم نہیں مجرد از مادہ ہے تو وہ دیکھا
 جاسکتا ہے نہ سائق میں اور اب اور نہ آئندہ کیونکہ وہ مجسم نہ تھا اور
 نہ ہے اور نہ ہوگا اور اس میں تغیر نہ تھا نہ ہے نہ ہوگا ﴿وَلَمْ

يَخْلُقُ اللَّهُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَارِعًا ذَاتَ الْكَرَمِ
الَّذِينَ كَفَرُوا أَفَوَيْلٌ لِلَّذِينَ كَفَرُوا مِنَ النَّارِ * اور خدا سے
تمہارے شانہ نے تمام عالم کو عبث و بیکار نہیں پیدا کیا مگر بیکار و بیفائدہ
ہونے کا گمان اور ان کا ہے جنہوں نے کفر اختیار کیا پس ان کے لئے جہنم
میں مقام دیل ہے * وَكَمْ يَرْسِلُ التَّوَسَّلَ عَبَثًا * اور نہیں بھیجا
خدا تمہارے لئے پیغمبران کو بیکار بلکہ تمہاری درستی کے لئے انکو ہدایت
کرنے والا بھیجا ہے * أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا * آیاتم نے سمجھا
ہے کہ ہم نے سبکو بیکار پیدا کیا ہے * وَما خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ
وَمَا بَيْنَهُمَا لَاعَيْنَ * اور ہم نے تمام عالم کو عبث نہیں
پیدا کیا ہے بلکہ ہر پرچیز کے پیدا کرنے میں بڑی بڑی حکمتیں اور
بڑے بڑے فائدے ہیں بیکار کچھ ہی نہیں ہے * وَتَبَّ يَخْلُقُ
مَا يَشَاءُ يُخْتَارُ وَيَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَن يَشَاءُ يُولِئِ الْأَعْيُنُ
مَن يَشَاءُ * اور تمہارا پروردگار پیدا کرتا ہے جو چاہتا ہے اور
اختیار کرتا ہے جو چاہتا ہے اور اپنی رحمت کو خاص ان کے لئے
کرتا ہے جسکو چاہتا ہے حکمت و دانائی دیتا ہے جسکو چاہتا ہے
فَلَمَّا تَجَوَّعَ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَىٰ كَوْكَبًا قَالَ هَذَا رَبِّي فَلَمَّا أَفَلَ
قَالَ لَا أُحِبُّ الْأَفْلِينَ فَلَمَّا رَأَىٰ الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ

هَذَا رَأَيْتِي فَلَمَّا أَفْهَمْتُ قَالَ كَيْفَ لَمْ يَهْتَدِ فِي سَرَّائِي لَكَ كَوْنُكَ
 مِنَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ فَلَمَّا رَأَى السَّمْسَ بَارِزَةً قَالَ هَذَا
 سَرَّائِي هَذَا رَأَيْتِي هَذَا أَكْبَرُ فَلَمَّا أَفْهَمْتُ قَالَ قَوْمِي بَرِي
 تَمَّا تَشْرُفُونَ + مطلب اس کلام معجزہ موجب نظام کا قلم طلب
 ہے یعنی شان نزول یوں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام زمان
 نزول میں شکم مادر میں تھے تو بدریعہ منجمان و کاہنان مشہور ہوا اور
 نزول کو خبر دی گئی کہ بہت جلد اب ایک شخص ایسا پیدا ہونے والا ہے
 کہ دین بت پرستی اور بنائے کفر و ناحق پرستی کو باطل کرے اور بتوں کو
 توڑے گا اور اس کے علم و فضل و کمال میں دنیا میں کوئی مثل ہوگا
 تو نزول نے یہ تدبیر کی کہ مردان و زنان میں تفرقہ رہے کوئی مرد کسی
 عورت کے پاس نہ جائے اور جو لڑکا ان دنوں پیدا ہوا و سکون حاصل کرنا چاہتا
 اور یہ قانون پاس ہو گیا تمام ہر جگہ جاری ہو گیا تو حق تعالیٰ نے حل
 اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایسا مخفی کیا کہ کسی پر تمام ملکوں میں
 نہ ہو سکا کہ مادر ابراہیم علیہ السلام حاملہ ہیں جب وقت درد زہ کا ہوا
 تو اونکی ماں ایک غار میں تشریف لیگئیں اور اسی غار میں ولادت پائی
 سعادت حضرت کی ہوئی جب حضرت دنیا میں تشریف لائے تو لوگوں کی
 نظروں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اونکی والدہ نے مخفی کیا

کیونکہ ہر جگہ لڑکون کی تلاش رہتی تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کی والدہ اوس غار سے تھا باہر آئین اور غار کے منہ کو ایک بڑے
 پتھر سے بند کر دیا تو حق تعالیٰ نے انگشت زربینہ میں حضرت ابراہیم
 کے دودھ جاری کر دیا حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی انگشت مبارک
 چوستے تھے اور دودھ سے خوب سیر ہو جاتے تھے پھر تو حضرت لاشو
 نما اس قدر جلد جلد ہوتا کہ ایک مہینے کے نشا و نما کے مقابل میں ہر روز
 نشا و نما آپکو ہوتا تھا یہاں تک کہ حضرت کا بن مبارک تیرہ سال کا
 ہوا ایک روز اونکی ماں حضرت کی زیارت کو غار میں تشریف لائیں حضرت
 ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا کہ سکو غار سے باہر نکالو تو اونکی والدہ نے
 کہا کہ میں ڈرتی ہوں کہ شاید تمکو لوگ مار ڈالیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام
 حکم پروردگار خود غار سے باہر نکلے وہ وقت غروب آفتاب کا تھا راہ
 میں تین قسم کے اشخاص ملے بعضے اونہیں سے ستارہ زہرہ کی پرستش
 کرتے تھے اور بعضے ماہتاب پرست تھے اور بعضے آفتاب پرست
 تھے پس بوقت مغرب کو کب زہرہ کو آسمان پر حضرت نے دیکھا
 تو حضرت کے دل میں یہ بات آئی کہ ان لوگوں کو ہدایت کرنی چاہئے
 راہ نیک کی اور دین حق کی انکو نفہیم کرنی چاہئے اور بدیہیات سے
 انکو یقین دلانا چاہئے اس خیال سے حضرت نے ایسا فرمایا بطور تنبیہ

انکاری کے اور اون پر اس طور سے دلیل بلائے اور اسکایوں عنوان
 قرار دیا کہ یہ تارہ یعنی زہرہ بہت بلند ہے روشن ہے یہ مینار ہے
 ہے جب زہرہ غائب ہوا تو فرمایا کہ اگر میرا پروردگار یہ تارہ ہے
 تو اسکو حرکت ہوتی حرکت موجب لغیرات ہے کہ کبھی کہیں کبھی
 کہیں ہوتا ہے اور ایک جگہ ہے تو دوسری جگہ نہیں ہے۔ اور
 پھر غائب ہونا اور غروب کر جانا تو پروردگار عالم سے بالکل بعید ہے
 تو فرمایا کہ ہم غروب کرنے والے اور غائب ہونے والے کو دست
 نہیں رکھتے ایسے کو ہم اپنا خدا نہیں جانتے جب ماہیٹا کو دیکھا تو فرمایا
 مان یہ میرا پروردگار ہے جب یہ بھی متحرک تھا اور غروب کر گیا
 تو ایسا ہی فرمایا۔ اور فرمایا کہ اگر خداوند عالم مجھ کو ہدایت نکھاتا تو
 ہم گم کردگان راہ سے ہوتے کہ ایسے کو اپنا خدا قرار دیتے جب صبح
 ہوئی اور آفتاب نے طلوع کیا

دیکھ کے فرمانے لگے کہ یہ بہت بڑا ہے سب میں اور بڑی اسکی روشنی
 ہے آیا یہ ہی میرا پروردگار ہے جب یہ بھی غروب کر گیا تو فرمایا تھا
 اویہ فرمایا کہ اے میری قوم میں بری ہوں اوس چیز سے کہ تم
 لوگ جو شرک رکھتے ہو اور جس کو پروردگار کا شریک بتاتے ہو اور
 غرض حضرت کے کچھ نہ تھی ان کلام سے مگر صرف قوم کی ہدایت اور

عنوان دلیل سے اطلاق شرک کا اور ثابت کرنا اور نہ کہ عبادت
 اور کسی چاہئے کہ جو ان کو اکب و ماہتاب و آفتاب کا ہی خالق ہو
 اور یہ تفریح حضرت کی الہامی تھی پروردگار کی طرف سے کہ جو حادث
 و متغیر ہو وہ محتاج غیر کا ہو گا اور جو محتاج غیر کا ہو گا وہ جب اپنی
 ہی کو پیدا نہ کر سکیگا تو دوسرے کو بدرجہ اولے پیدا نہ کر سکیگا اپنی حرکت
 و طلوع و غروب میں سب محتاج غیر کا ہے تو کیونکر دوسرے کی علت
 مامہ ہو اور محال الیہ اور موثر ہو خلاف عقل ہے اس لئے کہ جو علت
 جو کل اپنے غیر کی ہو تو چاہئے کہ وہ علت پہلے سے ضرور موجود ہو
 اور جب وجود علت واجب و ضرور ہے تو اپنی ہی ذات سے وجود اور
 واجب ہے یا غیر کی طرف سے اگر غیر کی طرف سے ہے تو یہ علت محتاج
 غیر ہے اور ممکن و حادث و متغیر ہے تو یہ علت واجب الوجود ہونگی
 اور اگر یہ علت اپنی ہی ذات کی طرف واجب الوجود ہے یعنی واجب
 الوجود بالذات ہے تو اس علت میں تغیر و حدوث و امکان ہونا چاہئے
 اور ہمیشہ واجب الوجود ہو بے تغیر و حدوث کے حالانکہ زہرہ و ماہتاب
 و آفتاب میں ہم نے تغیر دیکھا تو یہ سب ممکن و حادث ہیں نہ واجب الوجود
 بالذات پس یہ آیت مذکورہ حکایت ہے استدلال حضرت اسلام
 علیہ السلام کی اور جامع دلائل کثیرہ کی * یا اَیُّهَا النَّاسُ ادْعُوْهُنَّ

الْغَمَّةُ اللَّهُ عَلَيْكُمْ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللَّهِ يَزِدُّكُمْ مِنَ السَّمَاءِ
وَالْأَرْضِ مَا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ قُلْتُمْ كَلْبُونَ - اے مردمان
نعمت خدا کو یاد میں لاؤ جن نعمتوں کو خدا نے تم کو دیا ہے اور اپنے
نعم کی معرفت پیدا کرو کہ کس نے نعمتیں دی ہیں اور عطا کرنے والے
کی فرمان برداری اختیار کرو اس طور پر کہ وہ ہی نعم حقیقی ہے
اور اس میں کسی کو شریک نہ کرو آپسے کوئی تمہارا خالق یعنی کوئی
سوائے میرے تمہارا خالق نہیں ہے کہ جو تم کو النزع وقسام کی روزی
دنیا سے سزاوار کرتا ہے نہیں ہے کوئی معبود بجز خدا ہی خالق تمہارا
کہ جو برحق ہے پس کہاں جاتے ہو راہ راست سے برگشتہ ہو کے
اور راہ توحید سے منہ پھرتے ہو اور خالق سے انکار کرتے ہو یا دوسرے
کو شریک کرتے ہو۔

اور پھر ایسا فرماتا ہے کہ معبود برحق مالک و رب سوائے اس کے
اور کوئی نہیں ہے جو اس کا انکار کرتا ہے وہ جہنم میں جائیگا اور اس کو
طالع نہیں اور عذاب سے نجات نہیں ہے وہ یہ آیت ہے ۞ فَتَعَالَى
لِلَّهِ الْمُلْكُ الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝
مَنْ يَتَدَبَّرْ مَعَ اللَّهِ فَلَا شَرَّ لَهُ ۝ هَٰذَا نَصْرُكَ اللَّهُ
فَمَا بِمَا حَسِبْتُمْ أَنَّكُمْ لَا يُفْلِحُ الْكَافِرُونَ ۝

پس خدائے تعالیٰ بزرگ و برتر ہے - اور ہر عیوب و نقصان
 سے پاک ہے ایسا اللہ کہ بادشاہ حق اور مالک برحق و رب مطلق
 ہے سوائے اس کے کوئی دوسرا خالق و مالک نہیں مگر وہی رب و
 خالق عرش بزرگ کا ہے - اور اللہ برحق کے ساتھ دوسرے اللہ
 کو بھی جو شخص چاہے اور اسکی اطاعت کرے اور اسکو معبود و بحق سمجھے
 تو کوئی دلیل اس پر ان کے لئے نہیں ہے - پس سوائے اس کے
 نہیں ہے کہ او کو عمل کی جزا پروردگار برحق کے پاس ہے کافر لوگوں کے
 لئے فلاح اور امن و بہتری نہیں ہے یقیناً **يَوْمَ كَانَتْ فِيهِمُ**
الْبَغْيُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ لَكُمُ الدَّارُ اگر اساموں اور زمین کے لئے
 اور جو چیزیں ان میں ہیں ان کے لئے کئی خالق پروردگار ہوتے
 سوائے خداے برحق کے ہر آئینہ سب مخلوقات فاسد و باطل ہوتے
 اور کچھ وجود میں نہ آتے بغرض محال ہے والافساد عالم کا اور متعدد
 عالم کی مع لطلان و معدومیت خداؤں کے ہو جاتا اور اسکا بیان
 اوپر ہو چکا ہے **بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ - قُلْ**
هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَ لَمْ يَكُنْ
لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ - کہو اسے پیغمبر کہ وہ معبود برحق اللہ
 ایک ہے اور وہ اللہ پاک و پاکیزہ و سب عیب و نقصان سے ہے

نہ اس نے کسیکو اپنا بیٹا بیٹی پیدا کیا اور نہ وہ کسیکی بیٹی بیٹا ہے اور نہ
 کوئی اسکا قبیلہ اور نہ ہمسرا اور نہ کوئی اسکی قوم ہے وہ یکتائے محض
 ہے بے مثل و بے عیب ہے ﴿قُلْ إِنْ رَبِّي يَبْسُطُ الرِّزْقَ يَبْسُطْ
 يَسَّاعٍ مِنْ عِبَادِي وَيَقْدِرْ لَهُ وَمَا أَنْفَقْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَهُوَ
 يُخْلِفُهُ وَهُوَ خَيْرُ الْوَارِثِينَ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ
 لَقَوْلٌ لِكُلِّ آلِهَةٍ هُوَ لَا إِيَّاكُمْ كَالْوَلَدِ يُعْبُدُونَ
 قَالُوا سُبْحَانَكَ أَنْتَ وَلَيْسَ لَنَا مِنْ دُونِهِمْ بَلٌّ كَا لَوَلَدٍ
 يُعْبَدُونَ وَالْجِنَّ أَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُؤْمِنُونَ فَالْيَوْمَ لَا يَمْلِكُ
 لِعِبَادِكُمْ بَعْضُ لِقَاءِ بَعْضٍ وَتَقُولُ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا اذْهَبُوا
 عَذَابَ النَّارِ الَّتِي كُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُونَ﴾ کہو جو تحقیق کہ میرا پروردگار
 روزی سبکو دیتا ہے جسکو چاہتا ہے زیادہ دیتا ہے اور مقدار
 روزی کا معین کرتا ہے اور راہ خدا میں تم جو کچھ صرف کرتے ہو پس
 خدا اسکا عوض دیتا ہے تمکو دنیا میں اور اسکا ثواب آخرت میں اور
 حق تعالیٰ بہتر روزی دینے والا ہے بلکہ وہی روزی دینے والا ہی
 اور دوسرے جو دیتے ہیں وہ حقیقتہً دینے والے نہیں ہیں
 بلکہ دینے کے ذرائع ہیں اور واسطے ہیں اور مجازاً ہیں - اور
 یاد کرو اس ذکر کو جس دن ہم اکٹھا کریں گے اذکو یعنی کفار کو یا کفار مکہ کو

تو ہم کہیں گے اول ملائکہ سے کہ آیا یہ کفار تمہاری عبادت کرتے تھے
 یعنی ہم جانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے کہ تمکو دھوے خدا لیکا ہو یا تم اونکے
 افعال سے راضی ہو اور اس پوچھنے سے کفار کو معلوم ہو جائیگا کہ
 ملائکہ ہماری سفارش نہ کریں گے ملائکہ جواب دیں گے کہ تو منہرہ ہے
 اس عیب سے کہ تیرا کوئی شریک ہو اور اسکی کوئی عبادت کرے
 تو ہمارا خداوند و مددگار ہے ہم میں اور ان میں دوستی نہیں ہم انکی
 عبادت و افعال سے راضی نہیں بلکہ یہ لوگ از روئے جہالت و
 گمراہی جن یعنی شیطان کی عبادت کرتے تھے۔ اور ان میں سے اکثر
 شیطان کے اوپر اعتقاد رکھتے تھے پس آج بروز حشر ان معبود
 باطل کو قدرت نہیں کہ اپنے اپنے عابد و مکو بہا یمن اور ضرر دفع کریں
 اور نفع پہنچا یمن اور ہم کہیں گے ان کفار اور ان بڑے لوگوں
 کہ جہنم کے عذاب کو چکھو جس جہنم کو تم جہنم یا کرتے تھے ۞ اِنَّ اللّٰهَ
 عَالِمُ الْغَيْبِ السَّمٰوٰتِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ
 الصُّدُوْرِ ۚ تحقیق خدا تمام عالم کے امور مخفیہ کو جانتا ہے اور
 وہ واقف ہے دلون کے رازون سے۔ علاوہ اور آیتون کے صرف
 اسی آیت سے ثابت ہوا کہ جب وہ دانا ہے دلون کخفیات و اسرار سے
 بطور آشکار تاروز قیامت یس وہ دانا ہے جمیع عیوب کا کوئی شے

اوس سے مخفی نہیں ہے موجود اور وہ معدوم جو موجود کئے والا ہے
 اور سبب ردِ حق و آشکار ہے **يَقُلْ اِنْ تَرٰى بِيْ يَسْبُطُ الرِّزْقَ**
وَلَنْ يَّشَاغِبَ وَيَقْدِرْ مَا وَّلٰكِنْ اَكْثَرُ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ - ۴۰
 اے پیغمبر کہو کفار سے کہ میرا رب ہر قسم کی روزی کو کشادہ کرتا ہے
 جن لوگوں کے لئے اوسکی مشیت و مصلحت ہوتی ہے اور کم و بیش کرتا
 ہے اپنے ارادوں اور مصلحتوں سے کہی کفار کو زیادہ دیتا ہے
 اپنی مصلحت سے نہ اون کفار کے اس میں کچھ کرمت ہے اور کہی
 مومن مسلم کی روزی کو تنگ کرتا ہے اپنی مصلحت سے اور ضبط
 امتحان نہ اون مومنین کی مذلت و رسوائی کے وجہ سے اور بعض
 کافر بھی فقیر و مفلس ہیں جیسا کہ بعض مومنین امیر و غنی ہیں مگر اکثر
 لوگ ان چیزوں کو نہیں سمجھتے ہیں یا سمجھتے ہیں تو پھر غافل ہو جاتے
 ہیں * **هُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ فِي الْاَرْضِ فَمَنْ كَفَرَ**
فَعَلَيْهِ كُفْرُهُ وَلَا يُزِيْدُ الْكَافِرِيْنَ كُفْرًا هُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اَلَا
وَلَا يُزِيْدُ الْكَافِرِيْنَ كُفْرًا هُمْ اِلَّا خَسَارًا - ۴۱ وہی حق تعالیٰ
 شکوے کے بعد دیگرے زمین پر لایا اور پیدا کیا اور پہلوں کی جگہ
 شکو قائم کیا۔ اور شکو بھی مثل سابقین کے نعمتیں دی ہیں تو حق شناسی
 اور شکر خالق و اطاعت و فرمان برداری اپنے مالک کی کرد پس جس نے

ایسا نکلیا اور کفر کو اختیار کیا تو دوسروں کو اس کفر کا ضرر نہ پہنچا
اور نہ میرا کوئی نقصان ہے بلکہ کافر کا کفر اور سیکو ضرر پہنچاتا
ہے۔ اور ان کافروں کے کفر کا ثمرہ اور نتیجہ کچھ نہیں ہے
سوائے بغض و عداوت اور انکی کے حق سبحانہ و تعالیٰ سے کہ
وہی عداوت باعث دخول جہنم و سبب عذاب شدید کا ہے اور ضرر
و خسران و رسوائی اور ذہین کے لئے ہے اور فرماتا ہے کہ اَشْقٰ
اَمَّا لَيْسَتْ شُرَكَاءُ كُمْ اَلَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ
اَسْوَءُ بِمَا ذَاخَلْتُمْ مِنْ اِلٰهٍ اَوْ مِنْ اَمٍّ لَّهُمْ شُرَكَاءُ فِى السَّمٰوٰتِ
اَمْ اَفِئْتَهُمْ كِتٰبًا نَّهَمُّ عَلٰى بَنِيۃٍ مِنْهَا بَنٰۤى اَنْ يَّعْدَ الظَّٰلِمُوْنَ
لَبِئْسَتْهُمْ بَعْضًا اِلٰهًا غُرُوۡا ۝ کہو اے پیغمبر کفار سے کہ
سوائے خدا کے برحق تم لوگوں نے جنکو جنکو خدا کا شریک اپنے
اپنے اعتقادوں میں سمجھا ہے آیا اپنے اپنے خدا سے شرکار کو کہا
ہے اور سمجھا ہے تو دیکھا وہیں اور ہمیں سمجھا دو اور بتا دو
بات کو کہ ادن شرکار سے کیا کیا پیدا کیا ہے آیا زمین پیدا کی یا آیا
زمین کی چیزیں پیدا کی ہیں یا اسمانون کو اور چیزیں آسمان کی پیدا
کرنے میں شرکار ہیں یا ہم نے کوئی ایسی کتاب ادنکے لئے نازل
کی ہے کہ جس میں ادن کی شراکت ظاہر ہوتی ہے تا وہ غصہ کا دے

لئے اور تمہارے لئے حجت دینے ہو حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ
 تمہیں لوگوں میں سے بعض ظالم بعض ظالم کو فریب اور رہو کا
 دیتے ہیں۔ اور جھوٹ جھوٹ ایک دوسرے کو سمجھا دیتے ہیں
 کہ سب خدا ہمارا ہی اور تمہارا ہی شفاعت کریں گے خدائے برحق کے
 نزدیک حالانکہ تمہیں لوگوں کا فریب ہے اور محض سرکشی تمہارا
 ہے حالانکہ خدائے برحق ایک ہے بدون شرکت کے وہی خالق
 تمام عالم و عالمیان کا ہے ۞ اِنَّ اللّٰهَ يَمْسِكُ السَّمٰوٰتِ
 وَالاَرْضَ اَنْ تَتَزٰوٰا - وَلٰكِنْ زَالَتَا اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ
 اَحَدٍ مِنْ بَعْدِ اِيَّاهُ كَانَ خَلِيْلًا غَفُوْرًا ۝ بتحقق کرو گی
 اللہ خالق مطلق نگا و رکھا ہے آسمانوں اور زمین کو کہ گرنے نہیں
 دیتا اور اگر بالعرض گرین تو نہیں روکتا ہے اذکو گرنے سے کوئی
 اگر خدا سے سبحانہ تعالیٰ کیونکہ ممکن بالذات معلوم ہے واجب
 بالذات کا ممکن بالذات کے بقا کی حالت کے لئے واجب بالذات
 کا ہمیشہ باقی رہنا ضرور بدیہی ہے بدستیکہ اللہ تعالیٰ علیم و
 و بر و بار و متعل ہے کہ تمہارا ہی ان سب چہالتوں کو جانتا ہے مگر
 فوزی سرا نہیں دیتا اور گناہ گاروں کے گناہوں کو بخشنے
 والا ہے اگر گناہ بخشنے کے قابل ہو۔

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ
سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِالْغَالِيَةِ عَمَّا يُشْرِكُونَ هَ دَرِ بَلَّكَ لَيْكُمُ مَا
لَيْتَ صُدَّ وَرُفَّتُمْ وَمَا لِيُظَنُّونَ ه + اور تمہارا رب
حقیقی اور خالق برحق پیدا کرتا ہے جو اسکی مشیت میں اراداً
میں آتا ہے اور اپنے اختیار سے بارادہ سبکو پیدا کرتا ہے سوائے
ہوس کے اور کسی کو اختیار نہیں ہے جسکو شریک بنانے ہوا کو
کسی طرح کا اختیار نہیں - وہ باریتعالیٰ پاک اور بے عیب ہے
اس سے کہ تم لوگ اسکا کسیکو شریک قرار دیتے ہو اور حق
تعالیٰ جانتے ہو جن چیزوں کو اپنے اپنے دلوں میں تم لوگ چھپاتے
ہو اور جن چیزوں کو تم لوگ ظاہر کرتے ہو وہ **هُوَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ**
لَهُ الْخُفْيَاتُ فَلاَ مَنَافٍ لَهُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ وَكَهَذَا تَحْكُمُوا
وَالرَّسُولُ يَتَّبِعُ مَا يَشَاءُ + وہی خدا ہے برحق اللہ ہے سوائے
اوسکے کوئی دوسرا خدا نہیں ہے اوسیکے لئے ہمیشہ سب
طرح کی سنائش و ثنا و صفت ہے اور اوسکا حکم سب پر ہے
وہی حاکم ہے تمہارا اور اوسکی طرف سے تمہاری بازگشت ہے +
قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ جَعَلَ اللَّهُ عَلَيْكُمُ النَّاسَ سُلْطَانًا
إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مِنْ دُونِهِ غَيْرُهُ اللَّهُ يَأْتِيَكُمْ بِضِيَاءٍ

أَفَلَا تَسْمَعُونَ ۝ کہو اے پیغمبر کہ آیا دیکھا کہ اگر تمہارے لئے
 ہمیشہ رات ہوتی تو کون ہے سوائے اللہ سبحانہ کے کہ تمہارے لئے
 ذکویرد کر دے آیا سنتے ہو یا نہیں ۝ قُلْ أَمْثَلُكُمْ أَنْ جَعَلَ
 اللَّهُ لَكُمْ النَّهَارَ وَسُمُودًا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۝ مَنْ إِلَهٌ
 غَيْرُ اللَّهِ يَأْتِيَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ كَسُكُونِ فِيهِ ۝ أَفَلَا تُبْصِرُونَ
 کہو کہ آیا دیکھا اور سمجھا تم نے کہ اگر قیامت تک ہمیشہ تمہارے
 لئے دن ہی دن ہوتا تو کون ہے سوائے خدا تعالیٰ کے کہ
 تمہارے لئے رات پیدا کرے تا اوس رات میں تم آرام کرو آیا
 تم دیکھتے نہیں ۝ وَمِنْ رَحْمَتِهِ جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ
 النَّهَارَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ ۝ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۝ فَاذْكُرُوا
 كَسُكُونِ ۝ کہو اور اسی کی مہربانی سے ہے کہ تمہارے
 لئے رات کے بعد دن دن کے بعد رات کر دیتا ہے تا تم
 گہرا سوئیں اور دن اور رات میں اپنے اپنے کاموں کو اور
 آرام و آسائش کو عمل میں لاؤ اور تاکہ اوس کی مہربانی کے
 خواہاں رہو اور شاید تم لوگ اوسکی شکر گذاری کرو کہ دن سے
 رات رات سے دن کر دیتا ہے ایک بڑی نعمت ہے تمہارے
 لئے ۝ يَوْمَ يُنَادِيهِمْ فَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَاءِ

يَا الَّذِينَ كُنْتُمْ تُزْعِمُونَ ۝۱۵۝ ادر جس دن لوگوں کو خدا
یکارے گا تو کہیگا کہ کہاں ہیں ہمارے شریک سب کہ جنکی شرکت
کاتم سب زعم کرتے تھے ۱۰۔ وَزَعْنَا مِنْ كُلِّ أُمَّةٍ سَيِّدًا
فَقُلْنَا هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوا أَنَّا أَخْلَقْنَا لَهُمْ
فَلَّ عَنَّهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝۱۶۝ اور اختیار کرتے
گئے ہم اور انتخاب کرین گئے ہر امت سے ایک گواہ یعنی اون کے
پیغمبر دن کو گواہ بنائینگے انکے افعال اور کردار پر پس
کہیں گے ہم اہل کفر سے تم لوگ اپنے دعوے پر دلیل لاؤ اور
اپنے کفر و شرک کی حقیقت ثابت کر دو تب یہ کفار جانیں گے کہ اللہ
تعالیٰ ہی احق پر ہے یعنی وہی خدا ہے برحق سے اور ہم لوگ
حق پر نہیں ہیں اور جو انہیں لائے ہیں وہ سب زائل ہو جائیں گے
وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ
هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَئِيْلَ الْحُكْمِ ۝۱۷۝ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ
اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے کو خدا نہ بناؤ کوئی اللہ
نہیں ہے سوائے معبود برحق کے کہ وہ ایک ہے ہر شے ہلاک
اور فنا ہوگی سوائے ذات باری تعالیٰ کے اسی کے لئے حکومت
ہے اور اسی کی طرف سب کی بازگشت ہے ۱۷۔ وَمِنْ

حَاهِدَ قَائِمًا لِحَاجَاتِهِ لِنَفْسِهِ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ

اور جو شخص جہاد کرے اور ہوئے اور حرص نفسانی کو باز رکھے کہ یہ جہاد اکبر ہے تو وہ اپنے ہی لئے یہ جہاد کرتا ہے کہ اسکا ثواب اسکو ہوگا

اس میں میرا کوئی فائدہ نہیں ہے تحقیق کہ اللہ تعالیٰ بے پروا ہے تمام عالم سے کیسی اسکو احتیاج نہیں ہے * إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هُمْ بِآيَاتِنَا كَافِرُونَ لَنْ يَصْرَوْا اللَّهَ مَشِئَةً وَكَهَمَّ عَذَابُ الْكَافِرِينَ ۝ جن لوگوں نے ایمان کے بدلے کفر کو اختیار کیا۔

ہرگز اللہ تعالیٰ کو اسکا کچھ بھی ضرر نہیں ہے بلکہ اور نہیں کے لئے سخت عذاب رنج دہندہ ہے * وَلِلَّهِ صُلُوكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝ اور اللہ ہی کے لئے تمام عالم ملک ہے۔ اور اللہ ہر ہر عمل کو تمہارے جاننے والا ہے

اور اس سے کوئی چیز غفی نہیں ہے * لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَتَتْلُوهُمْ أَلَسَاءٌ لِّغَيْرِ حَقٍّ وَتَقُولُ ذُو قُوَّةٍ عَذَابُ الْخَائِئِقِينَ ۝ ذَٰلِكَ بِمَا قَدَّصْتَ أَنْفُسَكَ لِلَّهِ لَوْلَا إِتْرَافُ الْوَعْدِ لَكُنَّا فَتَاكُنَّا لَعْنَتَيْنِ ۝ تحقیق کہ حق تعالیٰ واقف ہے اس سے

بھی کہ جنہوں نے کہا اللہ ہی محتاج ہے اور ہم سب غیر محتاج

انیسارہین پس اون کے اس کلام کو بھی اور اون کے اس فعل کو
 کہ اپنے اپنے پیغمبروں کو قتل کیا ہے بے قصور ہم لکھ لیتے ہیں یا وہی
 کے لئے یعنی فرشتوں کو حکم کرینگے کہ لکھیں اون کے نامہ اعمال میں -
 اور ہم کہیں گے کہ اب جہنم کے عذاب کو چکھو یہ اسکا صلہ ہے جسکو تم
 عمل میں لائے تھے اور اپنے اپنے انفسوں پر تم نے ظلم کیا تھا اور اللہ
 بندوں پر ظالم نہیں ہے انصاف کرنے والا بڑا مہربان ہے ﴿وَاللّٰہُ
 قَالُوا اِنَّ اللّٰہَ عَمَدَ السَّاعٰتِ لَوُ مِّنْ رَّسُوْلٍ حَتّٰی یَاْتِنَا بِقُرْاٰنٍ
 تَّاکِلُوْهُ النَّارُ قُلْ قَدْ جَاؤْکُمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ قَبْلِیْ بِالْبَیِّنٰتِ
 وَ بِالذِّکْرِ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُ هُمْ اِنْ کُنْتُمْ صَادِقِیْنَ فَاِنْ
 کَذَبُوْکُمْ فَتَدَّکِرْا ب رَسُوْلٍ مِّنْ قَبْلِکَ جَاؤْا بِالْبَیِّنٰتِ وَ الذِّکْرِ
 وَ اَلِکْتُبِ الْمُنٰذِرِہٖ ۝ اور اللہ نے سنا اون لوگوں کے کلام
 کو بھی کہ جنہوں نے کہا ہے کہ تحقیق خدا نے ہمارے واسطے وعدہ و
 عہد کیا یعنی توریت میں حکم دیدیا ہے کہ ہم ایمان نہ لائیں گے پیغمبر
 اور اسکی تصدیق نہ کریں بے تائیکہ خاص وہی معجزہ نہ دیکھلائیں کہ
 آسمان سے آگ نازل ہو اور قربانی کو جلائے جیسا کہ بنی اسرائیل
 میں قربانیکا یہی دستور تھا اسکا ذکر مفصلاً در سہمی کتابوں میں
 موجود ہے - کہو اسے پیغمبر کہ تحقیق مجھ سے پیشتر پیغمبر

تم پر نازل ہوئے اور اس معجزہ کو بھی دیکھلایا پھر اون پیغمبروں کو
 یعنی حضرت ذکر عبا کو اور اون کے بیٹے حضرت یحیٰی کو اور حضرت
 عیسیٰ کو کیون قتل کر ڈالا اگر تم راست گو ہو تو اس معجزے کو دیکھ
 کے اون پر ایمان کیون نہ لائے پس اے پیغمبر اگر تمہاری تکذیب
 اونہوں نے کی تو ملوث ہو کیونکہ تمہارے پہلے ہی پیغمبر
 جیٹلائے گئے ہیں حالانکہ لائے وہ دلیل روشن اور معجزہ واضح
 اور کتابین لائے ہماری طرف سے اور احکام خدائی اور اصولوں ہی و
 نصائح و مواعظ میری طرف سے لائے تھے مثل انجیل و توریت کے
 اس کا رنج نہ کرو اس واسطے کہ یہ یہودی وہ ہیں کہ پہلے پیغمبروں کے
 معجزے دیکھ کر اونکو قتل کرتے تھے اگر تو اونکو قربانی کا معجزہ
 بھی دیکھ لایگا تو پھر بھی وہ ایمان نہ لائیں گے تو اونکو ہمارے
 سپرد کر دے کہ اون کو ہم سزا دینے والے ہیں * وَرَلَّٰہُ مُسْلٰکُ
 السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اِنَّ رَبِّیْ خَلَقَ
 السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَ اَخْتَلَفَ الْاَلْبَیْلَ ۚ وَ اَسْتَعَارَ لَاٰیٰتِ
 الْکَذٰلِیۡۃِ الْاَلْبَابِ اور تمام آسمان اور زمین کی یعنی تمام عالم کی
 بادشاہی خدا ہی کے واسطے ہے اور خدا ہر شے پر قادر ہے تمام
 عالم کے انواع و اقسام کی چیزوں کے پیدا کرنے میں اور دن رات

بار بار اختلاف میں البتہ حق سبباً نہ کے جو توحید پر نشانیاں ہیں
 واسطے اُن کے جو صاف عقل رکھتے ہیں اور آلودگی جہل و وہم و
 شیطنیت سے جنگی عقل صاف و پاک ہے اور عقلمند آدمی ہیں اور
 ہر ایک اُن میں سے ایک لائق شخص ہے +

اور ازین قبیل بہت سی آئین صریح ہیں اس پر کہ وہ معبود برحق
 ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور سابق میں جو جو صفات
 اُن کے شمار کئے گئے ہیں وہ سب آیات قرآنی سے ثابت ہیں زیادہ
 طول و بنا نقل آیات میں بے ضرورت ہے کیونکہ سمجھنے والے کے

نزدیک بیان کافی ہے اور جبکہ دلوں پر ہر ہوئی ہے اور ایمان
 لانا نہیں چاہتے باوجود اُس کے کہ اپنے اپنے دلوں میں سمجھتے ہیں اور
 کبھی کبھی منفصل ہی ہوتے ہیں۔ اور ہر کفر و شرک و شرارت پر
 آمادہ ہیں اُن کو ہدایت بیکار ہے وہ لوگ جان بوجہ کے جہنم کو
 اختیار کرتے ہیں جن جن دلائل دبراہین سے وہ دوسروں کو قائل
 کرتے ہیں اور نہیں چیزوں کو دوسروں سے نہیں سنتے اور نہیں سمجھتے
 حالانکہ انہیں کی ریلوں سے اثبات وجود حق تعالیٰ اور توحید
 کا اثبات اور نبوت کا اثبات مگر مقصود چونکہ ہدایت ہے اس
 لئے کچھ اور دلائل نقلیہ لکھے دیتا ہوں کہ شاید اثر کریں +

كَذَٰلِكَ يُدَكِّرُونَ ۚ اللَّهُ رَٰسِمًا ۚ وَتَقْوَدُ ۚ وَ عَلَىٰ جَنَّتِهِمْ
وَيَقْلُدُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ - رَبَّنَا
مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحَانَكَ ثَقِنَا هٰذَاكَ الْنَادِرَ -

وہی عقل مند آدمی ہیں کہ جو یاد کرتے ہیں ہر حال میں اپنے رب کو کھڑے
اور بیٹھے اور کروٹ لیتے ہوئے یعنی کسی حال میں خدا کو فراموش
نہیں کرتے ہیں - اور حدیث میں ہے کہ جو کوئی چاہے کہ بہشت
کے باغوں میں سیر کرے وہ ہر حال میں اللہ کی یاد کرے
اور ذکر خدا کرے - اور وہی عقل مند لوگ ہیں کہ جو فکر و تامل کرتے
ہیں تمام مخلوقات میں نظر

و ملاحظہ کرتے ہیں اور صنائع و بدائع پر انواع مخلوقات کے غورو
نظر رکھتے ہیں کہ جس سے قدرت کاملہ خالق عالم پر یقین لاتے ہیں
اور ان چیزوں سے دلائل لاتے ہیں وجود خالق مطلق پر اور
کمال تضرع سے کہتے ہیں اے میرے پروردگار تو نے ان مخلوقات
کو عبث و بدون حکمت کے پیدا نہیں کیا ہے بلکہ سب فائدہ مند ہیں
ایک یہ فائدہ بھی بہت بڑا ہے کہ ان سب کے ظہور سے تیرا وجود
اور تیری قدرت معلوم ہوتی ہے پاک و بری ہے تو سب چیزوں
سے ہر نقصان سے پس ہر کوئی عذاب جہنم سے نگاہ رکھے کہ ہم قصور

ہیں کہ ایسی خالقِ حکیم کی اطاعت و معرفت میں اور اسکی بندگی
 و شکر گزاری میں کمی کرتے ہیں : الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ
 وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّورَ ثُمَّ اَلَّذِي تَنَفَّسَ مِنْ
 رُوحِهِ مِنْ نَفْسٍ مُّسَمًّى ثُمَّ اَنزَلَ مِنْ سَمَاءٍ مَّائِدًا وَهُوَ
 اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْاَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَهَجْوَكُمْ
 وَاعْلَمُ مَا تَكْسِبُونَ وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ اٰيَةٍ مِنْ اٰيَاتِ رَبِّهِمْ اِلَّا
 كَاُفٍّ اَعْلَمُوا مَعْزِينَ هـ سب صفات حمیدہ اوسی
 خدا سے برحق خالقِ عالم کے لئے ہے کہ تمام عالم کو پیدا کیا اور
 دن اور رات کو بنایا اور اندھیرا اور روشنی پیدا کی اور
 اون لوگوں کا اعتقاد باطل ہے جو کہتے ہیں کہ نور کا بنانے والا
 تو خدا ہے مگر تاریکی کا پیدا کرنے والا شیطان ہے یعنی جو سی
 لوگ ایسا اعتقاد باطل رکھتے ہیں حالانکہ خدا کے تعالے نے
 ان سب چیزوں کو بندوں کے لئے پیدا کیا ہے اور کافر میں وہ
 لوگ جو ان سب نعمتوں پر شکر نہیں کرتے اور اسکی معرفت
 حاصل نہیں کرتے اور ایسے خالقِ برحق سے غفلت اور گمراہی کر کے
 دوسرے مخلوق کو خدا جانتے ہیں یا اسکا شریک کرتے ہیں

اور یا ایسا کہتے ہیں کہ یہ سب بدون کسی خالق کے خود بخود ہو گئے ہیں وہ بھی باطل ہے یا صورت سنگی یعنی بت جو اپنے ہاتھوں سے بناتے ہیں اوس پتھر کو ان سب کا خالق جانتے اگر انکا بنایا ہوا بت خالق ہے ان سب کا تو خود ہی آسمان وزمین ورات و دن وغیرہ کو کیوں نہیں بنا لیتے اگر کچھ قدرت رکھتے ہیں یہ سب اعتقاد باطل ہے بلکہ وہی خالق برحق قادر مطلق نے تم سب کو پیدا کیا سٹی سے یعنی تمہارے باپ حضرت آدم کو اور معین کیا تم سب کے لئے موت کو اور یہی ایسی موت کو کہ جو تمہاری کردار سے خدا نے تعالیٰ تمہاری موت کی مدت کہتا تا بڑھاتا ہے مثلاً نفع رحم اور زنا اور مردم کشی وغیرہ سے تمہارا موت جلد آتی ہے اور صدقہ دینے سے اور صلہ رحم اور

پرہیزگاری وغیرہ سے تمہاری موت کی مدت دیر میں آتی ہے یہ ہر غم شک کرتے ہو قیامت کے آنے میں حالانکہ جب تم کچھ نہ تھے تو ایسی لاشے کو پیدا کر دیا خدا نے تو یہر دوبارہ قیامت کے دن تمکو موجود کر دینا آسان ہے اس آسان چیز کے تم کیوں منکر ہوا و دہی معبود مطلق ہے ہر جگہ کوئی جگہ اوس کے وجود سے خالی نہیں ہے اور تمہارے ظاہر

و باطن کو خوب جانتا ہے اور جانتا ہے تمہاری نیکی اور بدی کو
 ایسی حالت میں تمہاری حالت ایسی ہے کہ جو معجزہ یا پیغمبر
 یا تمہارے پاس آتے ہیں تو اول سر منہ پہیر لیتے ہو اور جس
 مخلوق کو ہمارے دیکھتے ہو تو اس سے اس کے خالق کے
 سمجھنے سے روگردانی کرتے ہو ان علامات سے میری شناخت
 نہیں کرتے ہو ﴿كَلَّا مَا سَكُنَ فِي اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ هُوَ
 السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ قُلْ أَخَلَقَ اللَّهُ آخِذٌ وَ لِيَّا فَاطِلَ
 السَّمَوَاتِ وَ الْأَرْضِ وَ هُوَ يُطْعِمُهُ لَا يُطْعَمُهُ قُلْ
 إِنِّي أَمْرٌ أَنْ أَكُونَ أَذَنْ مَنْ أَسْلَمَ لَكَ كَوْنَتْ
 مِنَ الْمَشْهُوكِينَ ۝﴾ اسی پروردگار کے ملک میں اسی
 کے قبضہ میں اسی کا پیدا کیا ہوا تمام زمانہ اور اہل زمانہ
 ہیں اور سب جانتا ہے اور سننے کی چیزوں سے ہی وہ پورا
 واقف ہے۔

کہو اے پیغمبر کیا میں اختیار کروں خدا کے سوا کو یعنی ایسا
 بنو گا کہ دوسرے کو اپنا دوست یا مالک بناؤں بلکہ دوست
 اور مولے میرا ہی ہے جو پیدا کر نیوالا ہے سارے عالم کا ہے
 اور وہ روزی دیتا ہے سب کو اور اس کو کوئی روزی دینے والا

نہیں ہے سب اس کے محتاج ہیں وہ کینکا محتاج نہیں ہے غنی بطلق
 ہے۔ کہو اے پیغمبر کہ میں حکم کیا گیا ہوں کہ تم سب پہلے میں سلم ہوں
 اور میں حکم کیا گیا ہوں اس طور پر کہ اے پیغمبر تو مشرک ہرگز نہ بننا مشرک
 سے اپنے کو نہ بنانا۔ اور اسی آیت کے بعد یہ آیت ہے کہ اس
 سے ہی توحید اور عدم شریک خدا ثابت ہے ۛ قُلْ اِلٰہِیْ اَحَدٌ
 اِنْ عَصِیْتَ رَبِّیْ عَذَابٌ یَّوْمٍ عَظِیْمٌ مِّنْ یُّصْرَفُ عَنْہُ
 یَوْمَئِذٍ فَعَدَّ رَحْمَہٗ ذٰلِکَ الْفَوْرُ الْمِیْمِیْنِ وَاِنَّ شَیْئَکَ
 اللّٰہُ یُبْصِرُ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ہُوَ دَاۤیْمٌ مِّسْکٌ
 یَّخْرِیْ فَمَوْ مَلٰی عَنْ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۚ وَہُوَ الْقَہَّارُ فَوْقَ
 عِبَادِہٖ ۚ وَہُوَ الْحَکِیْمُ الْحَئِیْزُ۔ قُلْ اَمَّا شَیْءُ الْکُبْرِ شَہَادَۃُ
 قُلِ اللّٰہُ شَہِیْدٌ بَیْنِیْ وَبَیْنَکُمْ وَ اَوْحٰی اِلٰی ہٰذَا الْقُرْآنِ
 لَا تَدْرِکُکُمْ بِہٖذِہٖ مِنْ بَلٰغَہٗ اَشْکُمْ شَہَادَۃً اَنَّ مَعَ اللّٰہِ
 رَسُوْلًا اٰخَرًا قُلْ لَا اَشْہَدُ قُلْ اِنَّمَا ہُوَ اللّٰہُ وَاحِدٌ وَّ اِبْنِیْ
 بَرِیٌّ مِّمَّا تُشْرِکُوْنَ ۚ الَّذِیْنَ اٰتٰیہُمْ الْکِتٰبَ یَعْرِفُوْنَہٗ
 کَمَا یَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَہُمْ الَّذِیْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَہُمْ ثُمَّ
 لَا یُؤْمِنُوْنَ ۚ کہو اے پیغمبر کہ میں اپنے پروردگار سے
 دُرتا ہوں قیامت کے عذاب سے

ایسا عذاب کہ جس شخص سے وہ باز رکھا جاتا ہے تو صرف اوس پروردگار کی رحمت ہی سے باز رکھا جاتا ہے وہی مہربانی کرتا ہے اور اوسکی رحمت رستگاری ہے اور مراد کو بیوپنچا ظاہر ہے اور مرنایا اوس پروردگار ہمارے نے کہ اگر تجکو کوئی ضرر مثل بیماری اور فقر وغیرہ کے ہو تو مجھ سے اوسکا دور کرنے والا کوئی نہیں ہے بخبر اوس پروردگار کے اور اگر تجکو کوئی بہتری مانند صحت اور مال داری وغیرہ کے ہو تو وہی ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے اور وہ رب غالب ہے اور بندے سب اوس کے مخلوب و عاجز ہیں اور وہ پروردگار دانشمند و حکیم ہے اپنی حکمت و مصلحت سے جس کو چاہے فقیر یا تو لنگر یا صحیح یا بیمار کرتا ہے اور وہ خیر رکھتا ہے بندوں کے سب احوال سے ۛ

اور جب عرب کے بیوقوفوں نے حضرت رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ سے کہا کہ ہم کو کوئی دکھلائی نہیں دیتا جو تمہاری تصدیق کرے اور سمجھے کہ تم خدا کی طرف سے پیغمبر ہو اور یہود اور نصرا نیوں کے علماء سے ہم یو چہ یکے ہیں کہ آیا تمہاری کتابوں میں کہیں کچھ اس کی خبر ہے کہ ایک پیغمبر آخر میں ان ان اوصاف کا ہو گا اور ان سبوں نے محض انکار کیا ہے کہ کہیں

کچھ ذکر نہیں ہے۔ تو اب تم ایسا شخص بناؤ کہ تمہاری حقیقت اور تمہاری کتاب کی حقیقت پر گواہی دے تو حق تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی ﴿قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شُعَادَةً الْحَقِّ﴾۔
یعنی کہو اسے پیغمبر کہ کون شے گواہی دیتے ہیں زیادہ سچی ہے تو وہ لوگ جواب نہ دیں گے تو تم کہو کہ ہمارے تمہارے درمیان میں وہی معبود و برحق گواہ ہے اس سے بڑھ کے کسی گواہی زیادہ معتبر ہوگی اور جیسا کہ ہماری حقیقت پر اور تمہارے دعوے پر خدا گواہ بزرگ ہے ویسا ہی یہ قرآن بھی گواہ ہے کہ یہ قرآن وحی کیا گیا ہے مجھ پر تاکہ تم کو اس سے ڈرائیں اور نصیحت کریں اور ان لوگوں کو بھی جو تمہارے بعد آئیں گے مار و ز قیامت اور ان لوگوں کو جو یہاں مکہ میں موجود ہیں یا مکہ میں یعنی تمام دنیا کے لوگوں کو کہ شکے پاس یہ قرآن یا ایک سچا بھی ہو پئے۔

آپا تم سب گواہی دیتے ہو سب بات پر کہ اللہ کے ساتھ بہت سے اللہ شریک ہیں یعنی تمہارے بت مثلاً کہو اسے پیغمبر کہ میں ایسی گواہی نہیں دیتا ہوں بلکہ کہو کہ میں گواہی دیتا ہوں اس پر کہ خبر اللہ تعالیٰ واحد کے اور کوئی اللہ نہیں ہے اور

کوئی اللہ نہیں ہے اور نہ دسکا کوئی شریک ہے اور میں سچ
 بنیاد ہوں اوس سے کہ تم سب شریک لاتے ہو بت کویا اور کیو اور کاشریک
 بنا ہوتا ہے کہ ہوا اور بیہود اور نصرا نیون سے یون کہو کہ خدا فرماتا ہے
 کہ انجیل و توریت اون اہل کتاب کے پاس ہم لے پہنچا ہے اون
 کتابوں سے رسول خدا خاتم الانبیاء کے سب اوصاف سے وہ
 لوگ واقف ہیں اس طور پر جیسا کہ وہ لوگ اپنے بیٹوں کو بہت
 سے رکھوں میں پہچان لیتے ہیں یعنی ایسا پہچانتے ہیں کہ روکو ذرہ
 شک نہیں رہتا وہ لوگ باوجود شناخت کے انکار کرتے ہیں
 پیغمبر کو تو اپنے نفسوں کو رسوا اور فلیس کیا ہے اور خود انہوں
 نے اپنے بے ظلم کیا پس ایسے لوگ ایمان نہ لائینگے
 اور دوسری جگہ قرآن میں یون فرمایا ہے

لَهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ ذَا أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ
 مَاءً فَخَرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ ذَا سَخَّرَ لَكُمُ
 الْفَلَكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ذَا سَخَّرَ لَكُمُ الْوَحْشَ
 ذَا سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ذَا بَعَثَ فِيكُمْ
 رَسُولًا ذَا أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ تِلْكَ الْوَحْشَ وَالْإِنْسَانَ
 لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ

کھاد + اور دوسرے مقام پر اپنی الوہیت کی حقیت کو یوں
 فرمانا ہے کہ خدائے برحق وہ ہے جس نے تمام آسمانوں اور زمین کو
 پیدا کیا اور آسمان سے بارش نازل کی وہ بارش کہ جس سے تمام
 زراعت و باغات و ثمرات و غیرہ ذلک کو پیدا کیا تا تمہارے
 لئے اس سے روزی ہو اور کشتیوں کو تمہارے لئے رام کیا تا
 دریا و نہین تمہارے کار و بار جاری ہوں اور ایک ملک سود و سرکاریں بنا
 آسان ہو اور اس نے اپنے حکم سے ان سب کو پیدا کیا اور آفتاب و
 مانتاب کو داب و عادت پر قرار دیا تمہارے لئے تا دن رات کی
 اور دشمنی اور اذن کے حرکات سے تمہارے لئے فوائد حاصل
 ہوں اور دن رات کو مسخر کیا اور رام کیا تمہارے لئے اور ان کے
 منافع کو تمہارے لئے قرار دیا اور تم نے جو مالک سود یا اس پر دروگاہ
 نے بحسب مصلحت و حکمت اپنی اور اگر چاہو کہ ان نعمتوں کو شمار
 کرو تو شمار نہ کر سکو گے کیونکہ نعمتیں خدا کی بے انتہا ہنر و تحقیق
 آدمی ستمگار ہیں اپنے اور سخت ناسپاس ہیں کہ کسی نعمت کو خیال
 میں نہ لائے اور اذن کے ذریعہ سے منعم کو پہچانتے + وَكَوْنُكُمْ
 رَبِّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً ۚ وَلَا تَزَالُ تَوْفَّ
 تَحْتُكُنْغِينَ إِلَّا مَن دَحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِلَّهِ خَلْقُكُمْ وَتَعْدَاتُكُمْ

حَلِيمٌ رَبُّكَ لَا مِثْلَ نَجْوَىٰ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ
 اَجْمَعِينَ ۝ اور اگر خدا چاہتا تو سبکو ایک ہی دین دیتا
 بجز وہ قبر بنا دیتا مگر شرط تکلیف کے خلاف ہے کیونکہ تکلیف
 میں اختیار مکلف شرط ہے اور تمہارا امتحان نہوتا اور حق و
 باطل میں اور استحقاق و عدم استحقاق اور کفر و اسلام اور خدا
 پرستی اور عدم خدا پرستی میں تمکو کچھ فرق معلوم نہوتا اور تم ہمیشہ
 رہو گے مختلف مذہبوں میں مگر جیسے خدا رحم کرے اور یہ سب
 اسی امتحان اور اختیار کیلئے خدا نے اونکو پیدا کیا تا ثواب دیوے
 اطاعت کرنے والے کو اور عقاب گناہ گار کو اور اب پورا ہوا
 تیرے رب کا وعدہ کہ جہنم کو ہم بہر دین گے جنات اور آدمیوں سے
 وَاللّٰهُ غِیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْیَمِّ یُسَبِّحُ اَلْحَمْدُ
 لَهُ فَاَعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَیْهِ وَهَمَّ رَبُّكَ
 بغافل عما تعملون ۝ اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے تمام عالم
 کے امور مخفی گا جانتا اور سوائے اس کے کوئی عیب کی
 بات نہیں جانتا اور آئندہ کی بات نہیں جانتا مگر جعقد پر غبر
 و امام کو خدا نے بتایا تو اس قدر وہ جہی جانتے ہیں اور کل شے
 کی بازگشت اوسى مالک حقیقی کی طرف ہے نہ غیر کی طرف پس

اسے پیغمبر تو اسی خالقِ عالمِ غیب دان کی پرستش کر اور اپنے
 سب کاموں کو اور سب ابد و نکو اور سیکی ذات بات برپہ چھوڑ دے
 اور تیرا رب غافل نہیں ہے سب کے اعمال ذرہ ذرہ سے ^{تف}
 ہے کوئی شے اس سے مخفی نہیں ہے ۛ۔ هَذَا بَلَّغَ النَّاسِ
 وَلَيُنْذِرُوْا اِيَّاهُ وَيَعْلَمُوْا اِنَّمَا هُوَ الْاِلٰهُ وَاحِدٌ
 لَّيْذِكُوْا اُولُو الْاَلْبَابِ ۛ یہ قرآن اور یا جو نصائح اس
 سورہ ابراہیم میں ہیں وہ کفایت کرنے ہیں لوگوں کو تا
 اس سے اور نکو نصیحت رکھائے اور چاہئے کہ نصیحت دئے جائیں
 اور ڈرائے جائیں اس قرآن سے اور چاہئے کہ جائیں یہ کہ
 اللہ ایک ہے اور چاہئے کہ نصیحت قبول کریں صاحبانِ عقل
 ہوش اور نہیات سے باز رہیں اور اس کے حکم کو عمل میں لائیں
 کہ کتاب کے پیچھے کے بھی بہت فائدہ ہیں بحث نہیں بھیجی ہے
 اور خدا کا ثبوت اور اس کی توحید اور اس کے صفاتِ کامل
 کا ثبوت صرف وجود قرآن شریف سے بھی ظاہر ہے کیونکہ
 کلامِ بے مشکلم کے نہیں پایا جاتا اور بے مثل کلام کے وجود سے
 مشکلم بے مثل کا وجود سمجھا جاتا ہے اور کلام اللہ کا بے مثل
 ہونا ظاہر ہے اور خود قرآن میں ہی بعضی آئین ہیں کہ جس سے

سمجھا جاتا ہے کہ کلام بشر کا تہین ہے بشر ایسے کلام سے عاجز ہیں
 چنانچہ ایک یہ آیت اس مضمون کی ہے - قَدْ لَکِنْ اَجْتَمَعَتْ
 الْاَشْيَاءُ وَالْجُنُودُ عَلٰی اَنْ بِالْوَارِثِ مِنْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا
 یَاْتُوْا اَنْ یَّمْثِلُوْهُ وَلَوْ کَانَ لِبَعْضِهِمْ حَیْثُ رَاہُ ۝
 کہو اسے پیغمبر کہ اگر تمام انسان وجہات مع ہوں اور اتفاق
 کر لیں اس امر پر یہ کہ اس قرآن کے مثل دوسری کتاب بنائیں
 تو نلا سکیں گے مثل قرآن کے اگرچہ کتنا ہی کوشش کریں اور
 ایک دوسرے کی کمک کریں مگر ہرگز نہیں ہو سکتا کہ قرآن یا
 قرآن کے کچھ اجزا بنا سکیں دلیل بھی اور کلام خدائی کی پہچان
 کیسی واضح ہے مگر اس پر بھی پہچاننے سے انکار کر جاتے ہیں اگرچہ
 اپنے اپنے دلوں میں خوب پہچانتے ہیں ۝ قُلْ اَدْعُوْ
 الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ عِشْقًا
 ذَرَّةً فِی السَّمٰوٰتِ وَ لَا فِی الْاَرْضِ وَ مَا اَہُمْ فِیْہِمْ
 شَیْءٌ وَ مَا لَہُمْ مِنْہُمْ مِنْ حَیْثُ وَ لَا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ
 عِنْدَہٗ اِلَّا بِاِذْنِہٖ ۝ اِذَا فُزِعَ عَنْ قُلُوْبِہُمْ
 قَالُوْا اِمَّا ذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالُوْا الْحَقُّ وَ هُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ
 قُلْ مَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِنَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ مِنْ قَبْلِ اللّٰهِ

وَاتَّوْبَا يَكْفُرُ لَكُمْ وَيُكَفِّرُ عَنْ سَيِّئِكُمْ وَفِي صُحُفٍ مُبِينٍ قُلْ لَا
تَسْأَلُونَنِي عَنْ أَجْرِي مَا أَشَاءُ لَا تَسْأَلُونَنِي عَنْ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ هَ قُلْ
يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبَّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيمُ
قُلْ ادْعُوا إِلَى الذِّينِ الْحَقِّمْ بِهِمْ شُرَكَاءَ كَلَّا بَلْ
هُوَ اللَّهُ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا كَافَّةً لِّلنَّاسِ
بَشِيرًا وَنَذِيرًا وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ وَيَقُولُوا نَحْنُ
هَذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ هَ قُلْ لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ
لَّا تَسْتَأْخِرُونَ عَنْهُ سَاعَةً وَلَا تَسْتَقْدِرُونَ هَ
وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا كُنْ نُوحٍ مِنَ بَعْدِ الْأَنْبِيَاءِ وَلَا يَأْتِي
بَيْنَ يَدَيْهِمْ وَكُنتَ إِذِ الظَّالِمُونَ مَوْثُوقُونَ عِندَ
رَبِّهِمْ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ الْقَوْلِ يَقُولُونَ الَّذِينَ
اسْتَضَعِفُوا الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا وَلَا أَنْتُمْ كُنَّا مُنْذِرِينَ
قَالَ الَّذِينَ اسْتَضَعِفُوا الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا بَلْ
مَكَرَ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ أَذْ نَاصِرًا وَتَنَازَلْتُمْ بِاللَّهِ وَ
جَعَلْتُمْ بَيْنَكُمْ أَدْدًا وَاسْتَرَوْا السَّيْئَاتِ إِذْ هُمْ لَا يَعْلَمُونَ
وَجَعَلْنَا آلَ عَادٍ فِي عِزٍّ مَّا كَانُوا يَكْفُرُونَ هَ قُلْ لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ
لَّا تَسْأَلُونَنِي عَنْ مَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ هَ قُلْ لَكُمْ مِيعَادُ يَوْمٍ

زعم میں خیر خدا کو خدا قرار دیا ہے اور نہ سے کہو ای پیغمبر کہ
 تمہارے وہ سب خدا مالک ایک ذرہ کے بھی نہیں ہیں تمام
 دنیا میں اور ملائکہ اور ربوت یا اور کوئی جسکو خدا کہتے ہو غیر خدا
 تعالیٰ کو انکو خدا لے تعالیٰ کے ساتھ کچھ بھی شراکت نہیں
 ہے اور نہ اور خداوندوں کا کوئی مددگار ہے اور نہ وہ سب
 خدا کچھ اختیار رکھتے ہیں انکو جو شفعہ سرے پاس قرار دو گے
 تو انکی شفاعت کچھ تمکو فائدہ ندیگی مگر شفاعت اور سفارش
 اسکی فائدہ دیگی جسکو ہم اجازت دینگے یعنی پیغمبر آخر الزمان کو مسما
 کرنے کی اجازت ہے اور بعض موقعوں انبیا اور ائمہ اور ملائکہ اور
 دیگر صلی کو اور بروز قیامت شفاعت کرنے والے اور وہ سب
 انکی شفاعت ہوگی منتظر رہینگے اور ترس و فزع میں گزرا نینگے اس
 خیال سے کہ مبادا شفاعت قبول نہوتا آنکہ فزع اور ترس دلوں سے
 انکے زائل ہو اور اجازت سفارش کی ہو تو بعض بعض سے کہینگے
 کہ پروردگار نے کیا حکم دیا تو کہینگے کہ حکم اسکا حق ہے یعنی پیغمبر
 کے حقین سفارش کی اجازت ہے اور غیر مسلمین کے حق میں اجازت
 نہیں ہے اور خدا لے تعالیٰ بزرگ اور برتر ہے اس سے
 کہ انبیا اور ملائکہ بے اس کے اذن کے جرات سفارش

کی کریم اور اسکے اور معنی ہیں مگر طول دینا مقصود نہیں ہے۔
 اور کہو اسکے پیغمبر مشرکوں سے اذروے تنبیہ کے بطلان شرک
 میں کہ کون روزی دیتا ہے آسمان سے یعنی بارش کہ خود سبب
 روزی ہے اور سبب روزی کا اور رحمتوں کا نازل کرنا اور زمین
 سے اور یہ ظاہر ہے پیر تم خود ہی اذکو جواب دو کہ اللہ تعالیٰ
 روزی دیتا ہے اور یہ کہو اذو سے کہ تحقیق کہ ہم خدائے برحق کو
 روزی دینے والا اعتقاد کرتے ہیں اور تم کہ خدائے باطل کو اور
 بت کو یا اور کسی ذی روح کو روزی دینے والا کہتے ہو انہیں سے
 کون ہدایت پر ہے اور کون گمراہی ظاہر ہے آیا تم ہیں یا تم یعنی
 ہم ہدایت پر ہیں اور تم ایسوں کو روزی دینے والا بتاتے ہو کہ
 وہ خود ہر چیز میں محتاج ہیں پس ضلالت پر ہوا کہ کہو ان مشرکوں
 سے کہ ہم مومنین جو جرم کرتے ہیں یعنی فروعات میں اور تم جو عمل
 کرتے ہو یعنی کفر و شرک و دیگر عیلات اصول و فروعات میں اذو کا
 سوال ہر شخص سے بہ نسبت اذو کسی شخص کے عمل کے ہو گا ہمارے
 جرم کا سوال تم سے نہیں ہو گا اور تمہارے جرم کا سوال
 ہم مومنین سے ہو گا اپنی اپنی تکلیفوں کے آپ تکلیف ہیں یعنی
 اگر تم ایمان نہ لاؤ گے تو اسکا سوال اور عذاب تم سے نکلے

رکھتا ہے اس میں دوسروں کا کیا بگڑتا ہو چاہے ایمان لاؤ چاہے کلام جہنم کو اختیار
 کرو ہر شخص کو اپنے اپنے استحقاق پیدا کرنے میں اختیار حاصل
 ہے اور جب وہ ایمان نہ لائے تو حکم پروردگار ہوا کر اپنے پیغمبر
 کہو کہ پروردگار عالم ہکو اور تم کو بروز قیامت اکٹھا کرے گا تو
 حکم بعدالت کریگا کہ باطل کو سزائے عذاب اور حق کو جزائے
 نعمات دیگا اور وہی بڑا حکم کرنے والا ہے اور قاضی برحق ہے
 اور دانا کیفیت حکم سے ہے اور کہو اؤن سے کہ دیکھا وہ میں
 اؤن کو کہ جبکو تم نے خدا کا شرکار بنایا ہے تا اؤن شرکا کے
 صفات ہم دیکھیں کہ استحقاق الوہیت اؤن میں ہے یا نہیں بلکہ
 ایسا ہرگز نہیں کہ بتوں کو یا اور کسی مخلوق محتاج کو استحقاق الوہیت
 اور مستحق عبادت اور مستحق شرکت بخدا کے لئے ہو پس ہی
 خدا یتعالیٰ غالب ہے سب بتوں وغیرہ پر پس ہی موصوف
 بالوہیت ہے اور سب کا خالق اور وہی دانا اور حکیم ہے - اور
 اور پیر بریں عموماً ثبوت نبوت حضرت کے لئے خدا فرماتا ہے
 اور نہیں بھیجا ہم نے تکو برسات مگر برسات عام یعنی سب کا
 پیغمبر تکو بنایا تمام عالم کے لئے چہ ہند اور چہ امرکہ و حبش
 و فرنگ و چہ عرب وغیرہ سب پر ناسیب کو ہدایت کردا و نعمتیں

الہی سے غوش خبری دعو منین کو اور غلاب الہی سے ڈرا و گناہ گما
 اور کفار کو مگر اکثر اشخاص واقف نہیں ہیں ان چیزوں سے اور اکثر
 لوگ باوجود ہدایت صریح کے اپنی چہالت سے باز نہیں آنے
 ہیں اور پوچھتے ہیں کہ کب یہ وعدہ و وعید اور روز آخرت آئیگا
 بتاؤ اگر تم سچے ہو تو جواب اؤ نکو دو کہ وعدہ کار و زورہ اور ہے کہ
 ضرور اپنے وقت معین پر آئیگا اوس وقت سے پہلے نہ آئیگا گھڑی
 قبل نہ ایک گھڑی بعد یار و زوفات کہ موتِ معین بھی مقدم و موخر
 نہوتے ہے یعنی تم قادر نہو گے اس پر کہ موت یار و زیامت کو کچھ پہلے
 لاؤ یا کچھ بعد تم بالکل بے اختیار ہو اس بارہ میں پس جب کفار نے
 بعضے اوں نصرانیوں سے پوچھا کہ جو ایمان لائے تھے کہ تم لوگ
 بتاؤ کہ تمہاری کتاب میں کیا ہے اور کیونکر ہے تو انہوں نے اور
 یہودیوں نے کہا کہ ہمارے کتاب انجیل اور توریت میں مذکور ہے کہ
 پیغمبر آخر الزمان اس نام کے اور ان اوصاف کے ہونگے تو ان
 کفار نے غضب میں آ کے کہا کہ ہم تمہاری کتابوں پر یہی ایمان نہیں
 لائے اور کہا کہ قرآن پر یہی ایمان نہیں لاتے اور نہ اوں کتابوں پر
 جو پہلے آئی ہیں پس اوں کفار کے عاقبت اسو را اور ان کے حال
 سے خدا خبر دیتا ہے کہ اگر تم اسے پیغمبر دیکھو گے اوں مشرکوں

جب کہ کھڑے رہینگے اپنے پزور و گار حقیقی کے پاس بوقت محاسبہ
 تو ہر آئینہ دیکھو گے اونکو پر ہول و صعوبت زدہ کہ اوس پریشانی
 میں بعض مشرکان رجوع کریں گے بعض مشرکوں کی طرف کہ ایک
 دوسرے کی زد کریں گے اور ایک دوسرے کو الزام دین گے جس
 دو مشرکان کے مابین دوسرے مشرکوں کے ہیں اودن سے کہیں گے
 اگر تم ہمکو گمراہ نہ کرتے اور ہم تمہارے کہنے پر نہ چلتے تو ہم مومنین سے
 ہوتے اور آج یہ سختیاں ہمکو پیش نہ آتیں تو دوسرے مشرک
 لوگ اونکو جواب دینگے کہ آیا ہم نے تمکو ایمان و ہدایت سے باز
 رکھا ہے بلکہ تم لوگ خود گنہگار ہو اور تم نے خود ہی ہدایت پر
 ضلالت کو اختیار کیا ہے یعنی روسائے مشرکان انکار کر جائینگے
 کہ ہمارا مقصود نہیں تم نے اپنے کو خود ہی گمراہ بنایا اور اپنے
 نفسوں پر ظلم کیا تو ان اربع مشرکان کہیں گے کہ ایسا نہیں ہے کہ ہم
 اپنے اختیار سے مشرک ہوئے ہیں بلکہ تمہارے ہی رات دن کے
 مکر نے ہم پر اثر کیا اور تم برابر ہمکو اغوا کیا کرتے تھے کہ خدا سے تم
 کا شریک بنائیں اور اوس پریشانی کے وقت اپنی اپنی پشیمانیاں
 پہلے چپیاؤں گے جب عذاب دیکھینگے اور اپنے اعمال کی خرابی
 دئے جائیں گے تو دوسو وقت اونکو پیر کوئی چارہ نہیں بچرے گا

کے اور فرمایا خدائے تعالیٰ نے کہ - وَقَالُوا مَتَىٰ هَٰذَا الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ
 رَسُولًا ۖ قَالُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذِّبِينَ ۚ قُلْ إِن مَنَئِي
 بِبَسْطِ إِلَٰهٍ ذُو الْعَرْشِ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ
 لَا يَعْلَمُونَ ۚ وَمَا أَمْوَالُكُمْ وَلَا أَوْلَادُكُمْ بِآلَتِنِ تُفْتَنُ
 عَنْذَنَا ذُلُّ الْفَنَىٰ ۚ الْآلَاءُ مِنَّا ۚ وَمَنْ دَعَىٰ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ
 لَهُمُ جَزَاءُ الرِّضْوَانِ بِمَا عَمِلُوا ۚ اور کفار نے کہا کہ ہم
 لوگوں کو مال دنیا زیادہ اور اولاد زیادہ ہیں پس ہماری مال داری
 اور کثرت جمعیت مانع ہے عذاب کی کہ یہ سب ہمارے مددگار
 ہیں یعنی ایسے آدمی کو اور قبیلہ و لوگوں کو ن عذاب دے سکتا
 یا یہ کہ جب ہمکو خدائے مال و جمعیت و اولاد بہت دیا ہے تو ہم
 لوگ مشرف و مکرم ہیں خدا کے نزدیک کیونکہ ہو سکتا ہے کہ
 آخرت میں خدا ہمکو عذاب دیوے کیونکہ اگر اسکو نزدیک محترم
 اور ممتاز نہوتے تو کیوں نعمتوں سے دنیا میں سرفراز کرتا اور
 یہ نہ سمجھا کہ مال دنیا اور نعمتہا سے دنیا صرف انکو استحقاق کے
 سبب سے عطا نہیں ہوئے ہیں بلکہ مستحقان کے بعد پانے انہوں
 شک گذاری اور منعم شناسی کرتے ہیں یا نہیں اگر امتحان میں
 نہ ٹھہرے تو پھر نعمت ہائے دنیا ان کے لئے بس ہے اور جب

فقدان نعمت اخروی ہے خدا کے مصالح ہیں کہ کسی کا امتحان بے فقر
 اور کسی کا امتحان بے توکرمی کسی کا سیٹور پر کسی کا امتحان کسی اور
 طرح پر کرتا ہے پس اس مال دنیا کے سبب سے مغرور اور خدا
 فراموش ہونا بدترین محبت ہے اور مال اور کثرت جمعیت
 سے خدا ڈرتا نہیں ہے کہ اؤ کو عذاب دے پس اونکی رو میں
 خدا نے فرمایا ہے کہ اے پیغمبر کہو جواب میں کہ یہ رزق ہی اؤ سے
 دیا ہوا ہے اؤس نے اپنی مصلحت و حکمت سے ہر شخص کو کم و
 بیش دیا اپنے فضل و کرم سے نہ یہ سب استحقاق بندوں کے مگر
 کثر لوگ ان باتوں کو اپنے سے بہلا دیتے ہیں اؤن کی اولاد کیا
 ہے اور اؤن کا مال کیا چیز ہے اؤنکی لذت ہماری طرف مقرب کر
 کا سبب نہیں ہے یا ن بندہ مقرب خدا کا ہوتا ہے محض ایمان
 اور عمل صالح کے سبب سے اؤن لوگوں کے لئے بہت عذاب ہے
 ایسے عمل کے بدلے ﴿ اَتَحْسِبُ اَنْ اَتَمَّا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا
 وَ اَنْكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ۚ قُلْ عَلٰی اللّٰهِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ
 وَالْاٰخِرَ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِیْمِ ۝
 وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخًا لَا يُرْهَاتْ لَعْنَةُ
 اللّٰهِ فَاَمَّا حَسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ اِنَّهٗ لَا يُقْلِمُ الْكَفٰرِیْنَ ۝

آیا تم نے معلوم کر لیا کہ ہم نے تگموبت و بیکار پیدا کیا دنیا میں تگموبت
 کام نہیں ہے اور جب تم دنیا میں بیفائدہ گئے تو اب یہ بھی تم نے
 سمجھ لیا کہ پھر میری طرف تمہارا آنا نہ ہو گا یا ہمیشہ دنیا ہی میں رہو گے
 یا دنیا سے کسی دوسرے خدا کی طرف جاؤ گے حالانکہ ایسا نہیں ہے
 نہ ہم نے تگموبت بیفائدہ مخلوق کیا اور نہ تم اب ہمیشہ دنیا ہی میں
 رہو گے اور نہ ایسا ہے کہ کسی دوسرے خدا کے پاس جاؤ گے کیونکہ
 نہ میرا کام عبث ہوتا ہے اور نہ تم قدیم ہو کہ ہمیشہ دنیا میں رہو
 تا انیکہ تم دنیا سے میرا شریک کوئی ٹھہرے اور نہ میرا کوئی
 شریک ہے اور نہ دوسرا کوئی خدا ہے اس لئے کہ خدا بزرگ و
 برتر حکیم ہے اور بادشاہ برحق ہے نہیں ہے کوئی خدا مگر وہی پروردگار
 سرکش بزرگ کا اور جو چاہے کہ خدائے برحق کے ساتھ دوسرے
 کو حسد۔ اہلے تو اس کے لئے اس بات پر کوئی دلیل و محنت
 نہیں محض قول سانی بے سروپا ہے پس ایسے شخص کا حساب اور رکنی
 سزا خدائے برحق کے پاس ہے کہ اس کے قول کی مزدوری
 دیکھا اور تحقیق کہ شان یہ ہے کہ کافرین سزا گار نہیں ہیں امن
 امان میں نہیں اور نہیں نجات نہیں ہے عذاب آخرت سے اور نہ
 اعمال سے واقف ہے ﴿مَنْ رَاقِيَ اَعْلَمُ مَنْ جَاءَ بِالْهَدْيِ﴾

وَمَنْ هُوَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ کہو کہ میرا پروردگار بڑا
 جاننے والا ہے ایسے کاموں کو لوگوں کے اور ان کے بڑے
 کاموں کو * وَادْعُ إِلَىٰ دِينِكَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمَشْرُوقِينَ
 وَلَا تَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
 كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ لَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ
 تُرْجَعُونَ ۝ اور دے مانگو اے پیغمبر اپنے خدا سے اور لوگوں
 سے نہو اور نہ جا ہو کچھ غیر اللہ تعالیٰ کو کہ کوئی سوائے خدا
 برحق کے اللہ نہیں ہے اور ہر شے فنا ہو نیوالی ہے سوائے ذات
 پروردگار کے اسی کی حکومت ہے اور اسی کی طرف رجوع کئے
 جاؤ گے اور یاد رہے کہ بلاؤ لوگوں کو اپنے رب کی طرف اور سوائے
 رب برحق کے کسی دوسرے کو شریک نہ بنانا ۝ الْحَمْدُ
 لِلَّهِ الَّذِي لَهُ صُلُوحُ السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ
 وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي لَهُ
 مَا يَلْجِ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَاءِ
 وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۝ وَهُوَ الرَّحِيمُ الْغَفُورُ ۝ وَقَالَ الَّذِينَ
 كَفَرُوا لَا تَرْسِلْنَا السَّاعَةَ قُلْ نَبِيٌّ وَمَا تَنْبَغُ لَكُمْ عَالِمُ
 الْغَيْبِ لَا يَنْبَغُ عَنْهُمْ مُنْقَالٌ ذَرَاهُ فِي السَّمَاوَاتِ

وَلَا رَفِي الْأَرْضِ وَلَا أَصْغَرُ مِنْ ذَٰلِكَ وَلَا أَكْبَرُ إِلَّا فِي
كِتَابِ مُبِينٍ ۝ جمیع اوصاف حمیدہ خدا کے لئے ثابت ہیں ایسا
خدا کہ اوسے کے لئے پورا تسلط ہے اپنے کل مخلوق پر یعنی تمام عالم
پر اسمانوں اور زمین میں کل نعمتیں اور سب طرح کے جوہر و کرم اور
جوہر و قدرتیں عالم بین نمایاں ہیں وہ سب اوسے کی طرف سے اور
اوسے کی صفات ثابۃ ہیں عقلی میں اس لئے کہ عقلی ہی اوس کا
بنایا ہوا ہے تمام نعمتیں اور اگر اہم و انعام سب اوسے سے ہے
اور وہ بڑا دانا ہے اور خبردار ہے جانتا ہے اُن چیزوں کو جو زمین
اندر ہیں مثل معدنیات اور وہ فائن اور اموات کئے اور مثل اُن
جانوروں کے جو زمین کے اندر رہتے ہیں اور پانی کہ زمین میں
فرو ہوتا ہے اُن سب سے ذرہ ذرہ وہ خبردار ہے اور جانتا ہے
اُن چیزوں کو جو زمین سے نکلتی ہیں مثل ہر قسم کے نہاتات اور
حیوانات جو زمین سے نکلتے ہیں اور آب چشمہ اور معدنیات
وغیرہ کے اور جانتا ہے اُن چیزوں کو جو آسمان سے اترتی ہیں
مثل بارش اور برف و دیگر نعمات و آفات اور جبرائیل اور دیگر
فرشتگان کے اور جانتا ہے اُن کو جو آسمان کی طرف عروج
کرتے ہیں مثل فرشتگان و نامہ اعمال کے اور دعائیں اور اور

طیبہ اور دیوان اور بخارات وغیرہ اور اترنے اور چڑھنے کو
 حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ و اوصیاء وسلم کے شب
 سراج اور ازین قبیل اور وہی اللہ نعمتوں کے تمام کرنے میں
 بڑا مہربان ہے اور رحمت کرنے والا اور گناہ گاروں کو بخشنے
 والا ہے۔ اور بعضے کفار نے بطور انکار کے اور بعضے نے بطور
 استہزا کے کہا کہ قیامت نہیں آئیگی۔ اور ابوسفیان نے لات و
 عزیٰ کی قسم کہا کہ کہا ہے کہ قیامت ہونگی غلط ہے تو خدا نے
 فرمایا کہ اے پیغمبر تو یہی کہہ کہ ہاں قسم ہے خدا کی ضرور قیامت
 آئیگی اور جلد ضرور قیامت آئیگی قسم ہے خدا کی ایسا خدا کہ جاننے
 والا ہے غیب کا اور اوس سے کوئی چیز مخفی نہیں ہے اور دو نہیں
 ہے شے ہموزن ذرہ یا ہموزن مورچہ ہی اوس سے پوشیدہ نہیں
 ہے نہ آسمانوں میں نہ زمین میں اور چوٹی بڑی سب شے اوپر
 انکلیں ہیں اور سب چیزیں اوس کے تحت احاطہ میں یعنی لوح
 محفوظ میں ہیں کہ اوسکی مخلوق ہیں * وَشَئَلْنِي مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ
 مِنْ نَبِيٍّ إِلَّا جَعَلْنَا مِنْ دُونِ الرَّحْمَنِ الْهَمَّةَ يَتَّبِعُونَ ذَنَّهُمْ وَلَقَدْ آرَسَلْنَا
 مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَقَالَ إِنِّي رَسُولُ
 رَبِّ الْعَالَمِينَ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِآيَاتِنَا إِذْ هُمْ مِنْهَا لَيَّسُونَ

اَنْتُمْ مَرَدُّاۤىۤ اِلٰى مَا بَدَلْتُمْ اَيْدِيَهُمْ ۚ وَمَا خَلَقْتُمْ مِّنْ سَمَآءٍ
 وَ الْاَرْضِ اِنَّ اَيۡسَآءُ تُخۡسِفُ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ يُسۡقِطُ
 عَلَيۡهِمۡ كِسۡفًا مِّنَ السَّمَآءِ فَاِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَآيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيبٍ
 آیا کافران نہیں دیکھتے اپنے سامنے اور اپنے پیچھے کہ چاند طرف
 سے آسمان و زمین بلکہ شش چہات سے وہ گہرے ہوئے ہیں
 میرے عذاب سے بھاگ کے کہاں جائینگے اگر ہم چاہیں تو پھر
 آسمان کو کھینچ کر آسمان اور پڑی پڑی چیزیں اور یہ سب تین
 دلیل ہیں خدا کے وجود پر اور خدا کی قدرت کاملہ پر اور یہ سب
 دلیل ہیں اوس بندہ کے واسطے جو بندہ خدا کی طرف متوجہ ہو گیا
 اور ان سب نشانیوں میں تفکر کرتا ہے اور اوس سے خدا کی
 معرفت حاصل کرتا ہے اور اپنے معبود برحق کو پہچانتا ہے کہ سوائے
 معبود حقیقی کے اور وہی سب کمالک و مددگار ہے * —
 وَمَا لَكُمۡ مِّنۡ دُونِ اللّٰهِ مِنۡ دَآئٍ ۚ وَلَا تَصۡبِرُوۡا عَلٰۤیۤٓ
 مَتٰرًا كُوۡلُوۡا دُوۡسَتًا ۚ اَوۡرَ مَالِکَ جَانِ وَاٰلِ رَتۡہَارًا ۚ اَمَّا اَمۡنُوۡنَ
 سوائے خدا کے نکلنے کے اور کوئی دوسرا نہیں ہے اور وہی
 رفیق دینے والا ہے سب کو اپنی مصلحت و حکمت کے موافق
 کسی بیشی کے ساتھ * وَ كُوۡتِبۡتَ اللّٰہُ اِلَیۡہِ رُفۡقًا ۚ

تفسیر میں ان کو فروع میں اور اگر چاہیں تو سر

اور کوئی دوسرا معبود و دافع نہیں

لَبَعُوْا فِی الْاَرْضِ وَلَکِن یُّکْذِبُوْنَ عَنَّا مَا یَشَاءُ اِنَّکُمْ لَعِبَادٌ
 حَبِیْطُوْنَ لَیْسَ بِکُمْ ۙ اور اگر اللہ تعالیٰ اپنے سب بندوں کو عموماً
 کشادہ روزی کرتا تو ہر آئینہ اپنی اپنی صولت و برتری کی وجہ سے
 زمین پر بہت فسادات واقع کرتے اور خدا فراموشی زیادہ اون
 ہو جاتی مگر خدا تعالیٰ ہر ہر شخص کو بقدر معین موافق مصالح
 کے دیتا ہے کیونکہ وہ اپنے بندوں کے حال سے خوب واقف
 ہے اور اون کے اعمال کو دیکھتا ہے۔۔

اور اے پیغمبر جنکے لئے ہم نے تمہارے پیشتر پیغمبروں کو
 بھیجا ہے اون اسٹون سے پوچھو کہ آیا کچھ ہم نے حکم دیا ہے
 بتوں کی عبادت کے لئے اور کسی کو خدا کا شریک بنانے کے
 لئے آیا ہم نے خبر دی ہے کہ میرا کوئی شریک قرار دیتے ہو
 یا غیر خدا کی عبادت کرتے ہو اور تحقیق تمہارے پیشتر موسیٰ علیہ السلام
 جو پہلا مع کتاب اور معجزات فرعون اور اشرف قوم فرعون
 کی طرف اور تلمحہ اور کے توالج کی طرف اور موسیٰ علیہ السلام نے
 کہا کہ میں رسول خدائے عالمین ہوں اور توحید اور معجزات سے
 اذکو اگا ہی وہی تودہ معجزات سے اور کتاب کے مضمون سے
 ہستے تھے۔

یہی ہے اظہار شریک

وَلَمَّا جَاءَ عِيسَىٰ بِالْبَيِّنَاتِ قَالَ قَدْ جِئْتُكُمْ بِالْحِكْمَةِ وَلِأُبَيِّنَ
لَكُمْ بَعْضَ الَّذِي تَخْتَلَفُونَ فِيهِ فَأَتَقُوا اللَّهَ وَالْحَقِيقَ
أَنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوا لَهُ هَذَا صَوْرَةُ مُسَيِّدِ
فَاخْلَافَ الْأَخْتِلَافِ مِنْ بَيْنِهِمْ قَوْلُ الَّذِينَ ظَلَمُوا عَيْنًا بِأَيُّكُمْ أَرْسَلَهُ
اور خدا فرماتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیغمبر
امت کے پاس انجیل و معجزات لائے اور کہا کہ تحقیق میں تمہارے
پاس مکت و موعظہ اور احکام الہی لایا ہوں اور چاہئے کہ میں
ظاہر کروں تمہارے لئے اُن چیزوں کو جس میں تم آپس میں
اختلاف رکھتے ہو۔ تحقیق کہ اللہ تعالیٰ میرا اور تمہارا رب
ہے اور وہی سب کا پروردگار ہے پس اوی کی عبادت کرو
پرسیدہ راستہ ہے پس گروہ گروہ اُن میں سے مختلف ہو گئے *
تو ویل یعنی عذابِ نوزِ آخرت ہے واسطے اُن لوگوں کے
جنہوں نے ظلم کیا اپنے پیغمبر اور اپنے نفسوں پر اور گمراہی
اختیار کی *
قُلْ إِنْ كَانَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا نُصْرَةٌ مِنَ اللَّهِ وَالْعَالَمِينَ لَأَبْلُغُنَّ أَهْلَ الْأَنْبَاءِ
رَبِّ السَّمُوتِ وَالْأَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يُصِفُونَ
کہو اے پیغمبر کہ اگر خدا تعالیٰ کا کوئی بیٹا ہوتا تو میں تم سے

پہلے اوس کی عبادت کو تا مگر ایسا نہیں بلکہ عالم کا پروردگار
جو عرش بزرگ کا پیدا کرنے والا ہے وہ پاک و منزہ ہے ایسی
مصفون سے کہ کھٹکے ساتھ تم خدا کو مستضعف کرتے ہو *

وَتِلْكَ الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا
بَيْنَهُمَا وَعِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَإِلَيْهِ تُجْعَلُونَ
اور برتر ہے وہ خدا تعالیٰ اوس کے لئے تمام عالم ملک ہے
تمام اوس کا تسلط ہے اور قیامت کا علم اور اسکا جاننا کہ
کس کو کیا کیا ہو گا بروز قیامت اوسکو ہے اور اوس کی طرت
تم سبکی باز گشت ہے ✽

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا
مَّا خَلَقْنَا هُمَا إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ
اور زمین پیدا کیا ہم نے آسمانوں کو اور زمین اور دوسرے
مخلوقات کو جو ان میں ہیں کیل سے یا بیکار و بے وجہ نہیں
پیدا کیا ان سب کو ہم نے مگر حق کے ساتھ اور فائدہ اور
کام سے مگر اکثر لوگ اسکو نہیں سمجھتے ہیں -

اور پھر قرآن کی تعلیم اور کمالی تاثیر و ہدایت کو اوس کے
فرماتا ہے ✽

لَوْ أَنزَلْنَاهُ هَذَا الْقُرْآنَ عَلَى جَبَلٍ لَّرَأَيْنَاهُ خَائِشًا مَتَصَدِّعًا
 مِنْ خَشْيَةِ اللَّهِ - وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ
 لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ
 عَالِمُ الْغَيْبِ وَالشَّيْءَادِ هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ هُوَ
 اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْمَلِكُ الْقَدُّوسُ
 الْمُؤْمِنُ الْمُهِيمُ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سُبْحَانِ اللَّهِ
 عَنَّا يُشْرِكُونَ هُوَ اللَّهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ
 لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَى يُسَبِّحُ لَهُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ
 وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ه اور اگر اسی قرآن کو اگر پہاڑ پر
 نازل کرتے تو اسی پہاڑ و پہر تک کو تم دیکھتے خستہ کرنے والا
 اور مطیع و منقاد خدا کا اور خوف خدا سے ٹکڑے ٹکڑے ہو
 جاتا - اور یہ اور دوسری جو مثالیں اس قسم کی قرآن میں ہیں اسی
 ہیں کہ ایسی ضرب مثل میں اندیشہ کریں اور احکام الہی پر عمل
 کریں یعنی جو تلاوت قرآن کرتے
 ہی ہیں تو اکثر ان سے بے اندیشہ و غور و تامل کے بسبب
 غفلت کے بہتارے و لون پر اس قرآن کا اثر ظاہر نہیں
 ہوتا اور بعد اس کے تعظیم قرآن کے لئے اپنی الوہیت کا

اظہار فرمانا ہے کہ وہ اللہ ہے کہ اس کے سوا اور کوئی نہیں
 وہی سب ظاہر و باطن کو جانتا ہے وہی رحمن و مہربان ہے
 وہی ایسا ہے کہ اس کے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے وہی
 پادشاہ ہے کہ تمام عالم ناسوت و ملکوت و جبروت و عالم
 لاہوت سب شے اوسے کے ملک میں ہیں نہایت پاک اور بری
 ہر عیبت نقصان سے ہے بچا ہوا ہے سب برائیوں سے بندوں
 کی حفاظت کرنے والا ہے اور سب کا حافظ و نگہبان ہے
 بزرگوار اور عظیم الشان ملک سلطنت میں ہے اور سب
 مخلوق اس کے نزدیک پہنچ اور عیب دار اور حقیر ہیں اور
 مغلوب و بیچارہ اور چارہ کار سب کا وہی ہے بری ہے
 وہ تمہارے شریک قرار دینے سے وہی پیدا کر نیوالا اور
 ہم سب کی صورتیں بنانے والا ہے اوسے کے لئے نام ہیں
 رحمن و رحیم صانع قادر عالم حکیم جی - فیوم - غفور - وغیرہ
 اور تمام عالم میں اوسے کی تسبیح کی جاتی ہے اور وہ غالب اور
 رہتا ہے

يُحْيِي الْمَيِّتَ فِي النَّفَارِ وَيُؤْتِيهِمُ الْغَنَاءَ فِي الْآيِلِ وَيَسْتَحْيَا
 الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ كُلَّ يَوْمٍ يَجْعَلُ لَهَا جَنَّةً مُمْسِيَةً مَّا ذَكَرْكُمْ

اللَّهُ تَجَمُّعُ الْمَلَائِكَةِ وَالَّذِينَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُونِهِمْ
يَمْلِكُونَ مِنْ قِطْمِيرٍ ؕ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَا يَسْمَعُوْا
دُعَاَكُمْ وَكُوْثِرُوْا مَا اسْتَجَابْكُمْ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ
يَكْفُرُوْنَ بِبَشَرِكُمْ ؕ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ۝

وہ خدا کہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے یعنی فصل ربیع اور فصل
گرمی میں دن کو بڑا بناتا ہے اور رات میں سے تھوڑے حصہ کو
دن میں بڑھاتا جاتا ہے تین مہینے تک بڑھا کے گھٹاتا ہے -

اور تین مہینے تک گھٹا گھٹا کے دن کو رات کے برابر بنا دیتا
ہے وہ زمانہ چھ مہینے کا ہے یہاں تک کہ انقلاب کو برج سنبلہ

میں لاتا ہے اور پھر دن کو رات میں داخل کرتا ہے تین
مہینے تک دن کو تھوڑا گھٹا کے بہت چھوٹا بنا دیتا ہے پھر

دن کو تھوڑا گھٹا کے بہت چھوٹا بنا دیتا ہے پھر دن کو تھوڑا
تھوڑا بڑھا کے رات کے برابر کر دیتا ہے یہ فصل خریف و

فصل سرما میں ہوتا ہے تا انکہ چھ مہینے میں دن رات برابر
بن جاتا ہے یہی سلسلہ گھٹاؤ بڑھاؤ کا اور ہر سال دو مرتبہ

برابری کا جاری رکھیکا ایک زمانہ معین تک یعنی قیامت
تک وہ خدا نے برحق ہے کہ ان چیزوں کو عمل میں لاتا ہے

وہی تمہارا اور سب کا مالک و خالق و پروردگار ہے اوسی کو
 بادشاہت ہے اور اوسی کے لئے ملکیت تمام عالم کی ہے اوسکو
 سب اختیار ہے اور جن جن کو تم لوگ خدا سوائے خدا کے برحق
 کہنے سمجھتے ہو اور ادسبکی پرستش کرنے ہو وہ تو کچھ اختیار
 نہیں رکھتے اور انکی ملکیت میں کچھ ہی نہیں ہے حتیٰ کہ خرمی
 کے بیج کی جلی تک بھی انکی ملکیت میں نہیں ہے اور نہ ادسب
 کے بطرح کا اختیار رکھتے ہیں اگر تم اپنے ادن خدا ہائے ہل
 سے اپنے حصول نفع اور اپنے دفع ضرر کو چاہو تو تمہاری
 خواہشوں کو وہ خدا ہائے باطل سنتے تک نہیں ہیں اور اگر
 بالفرض بزعم باطل تمہارے سنیں بھی تو ہرگز تمہارا جواب
 ہی نہیں دیتے تمہارے سوالوں کو قبول ہی نہیں کرتے ہیں
 لہٰذا کچھ مراد نہیں دیتے ہیں کیونکہ ادن کی قدرت میں کچھ
 نہیں ہے اگر وہ خدا ہائے باطل غیر ذی روح ہیں تو حکم خدا
 برحق بروز قیامت گویا ہوں گے اور تمہارے شرک کے معر
 ہوں گے اور اگر ذی روح ہیں مثل حضرت عزیز و حضرت
 علیؑ کے تو وہ بروز آخرت فرمائیں گے کہ ہم نے
 کب تمہیں کہا تھا کہ میں معبود برحق ہوں کیا تمکو ہدایت

نہیں کی کہ خدائے برحق کی پرستش کرو معرفت اوس خدا کی حال
 کرو جو میرا اور تمہارا سب کا رب ہے تمہارے شرک کے
 وہ سب معترف ہوں گے اور تمکو وہ خدائے باطل کچھ حینر
 نہیں دیتا ہے کہ جو تمہارے صلاح کار و فساد کارین کام آنے
 بجز خدائے برحق کے کہ یہی تمکو سب چیزوں سے آگاہی دیتا ہی
 اور تمہارے اعمال و احوال سے خبردار ہے + اور ازین قبل
 بہت سی آتین ہیں صراحتہ ولالت کرتی ہیں اسپر کہ وہ معبود
 برحق و یکتا ہے اور اوس کا کوئی شریک نہیں اور سابق
 میں جو جو اوس کے صفات مذکور ہوئے ہیں وہ سب آیات
 قرآنی سے بھی ثابت ہیں زیادہ طول دینا نقل آیات میں بے
 ضرورت ہے کیونکہ سمجھنے والے کے نزدیک تھوڑا بھی کفایت
 کرتا ہے اور جن کے دلوں پر مہر ہوئی ہے اور ایمان لانا
 نہیں چاہتے باوجود اس کے کہ اپنے اپنے دلوں میں سمجھتے
 ہیں اور کبھی منفعل بھی ہوتے ہیں +

اور پھر کفر و شرک و بد نفسی پر آمادہ ہیں اذکو ہدایت اثر
 نہیں کرتی وہ لوگ جان بوجہ کے جہنم کو اختیار کرتے ہیں جن
 جن دلائل و براہین سے وہ اپنے دعوے کو ثابت کرتے ہیں

وہیں دلائل کو اگر اون سے بیان کریں جب بھی اول ہی دلائل کو دوسروں سے نہیں سنتے و لو دلوں پر اون کے وہی دلائل تاثیر بھی کرتے ہوں مگر جب بھی اقرار ظاہر خلافت باطن کے ہوتا ہے سورہ مومنون نثر

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ طِينٍ ۖ ثُمَّ جَعَلْنَاهُ نُطْفَرَةً فِي قَرَارٍ مَكِينٍ ۖ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً ۖ فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً ۖ فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظْمًا ۖ فَكَسَوْنَا الْعِظْمَ لَحْمًا ۖ ثُمَّ أَنشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ ۖ فَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنُ الْخَالِقِينَ ۖ ثُمَّ إِنَّمَا رُكِبَ عُجْدًا ۚ وَذَلِكَ يَوْمَئِذٍ ۖ لَئِنْ كُنْتُمْ إِلَّا نَفْسٌ تَبْعُونَ ۚ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَائِعَ لَقَاءٍ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غَافِلِينَ ۚ وَآتَوْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدَرٍ ۖ فَأَسْكَنَ فِي الْأَرْضِ وَأَنَا عَلَى ذَهَابٍ بِهَذَا قَدِيرٌ ۖ ثُمَّ أَنشَأْنَا لَكُمْ رِبًّا جَنَّتٍ مِنْ تَحْتِهَا وَءَاغَابَ لَكُمْ فِيهَا فَوَاكِهُ كَثِيرَةٌ ۖ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ

بتحقیق کہ آدمیوں کو ہم نے مٹی کے خلاصہ جوہر سے پیدا کیا ہے بعد اوس کے اوسے جوہر کو ہم نے لطفہ بنایا ایسا لطف

کہ مستقر استوار میں ہے یعنی رحم میں پہرہ جالیس روز میں لطفہ
 سفیدہ کو خون بستہ کا ٹکڑا بنا یا پھر اوس خون بستہ کو جالیس روز
 میں ایک ایک ٹکڑا بنا یا کہ ایک ٹکڑا گوشت کا ہو گیا بمقدار
 چبانے ایک لقمہ کے یعنی ایک بولی گوشت کی ہو گئی پھر جالیس
 روز میں اوس گوشت میں ہم نے پڑ یا بنا دین پھر اوس ٹکڑا
 کو اوس گوشت باقی ماندہ سے اور نئے گوشت سے چپا رہا ہم نے
 بعد اذ گانے رگون اور پٹھون وغیرہ کے پھر پیدا کیا ہم نے یعنی
 ڈالی ہم نے اوس جسم میں روح کہ یہ غیر اوس جسم کا ہے پس
 بزرگ ہے عظمت و قدرت و حکمت میں اللہ تعالیٰ ایسا اللہ
 کہ وہ سب پیدا کرنے والے اور مقدر و معین کرنے والے سے
 اگر بالفرض ہوں بہتر ہے اس کے بعد تحقیق کہ تم لوگ مرنے
 والے ہو اور اسکے بعد بروز قیامت زندہ کئے جاو گے اور
 بتحقیق کہ تمہارے اوپر سات طبقہ آسمان کے ہم نے پیدا کئے
 اور ہم مخلوق سے غافل نہیں ہیں کہ اوسکو جنت چھوڑ دین بلکہ
 ہر وقت انواع تغیرات و حکمت ہم پیدا کرتے ہیں۔ اور آسمانوں
 سے ہم پانی برساتے ہیں بمقدار مناسب پس اوس کو زمین
 میں جگہ دینے ہیں حالانکہ ہم قادر ہیں اس پر کہ اوس پانی کو زائل

وہیت و نابود کر دین پس پیدا کیا ہم نے تمہارے لئے اوس
پانی سے باغات خرما اور انگور وغیرہ اور تمہارے لئے ان
باغون میں بہت سے میوہ جات پیدا ہوتے ہیں اور ان ہی
باغون اور زراعتوں سے تم کہاتے ہو اوس سے تمہاری
زندگی ہے ۔ اور ازین قبیل بہت سی آتین قرآن میں ہیں
کہ جنکا مطلب حق تعالیٰ وجود اور ثبوت اور بہت سی آیتوں
سے اوسکی توحید و صفات ثبوتیہ و صفات سلبیہ ثابت ہے
بخوف طول ترک کیا اور احادیث بھی ہزاروں ہیں ان ہی سب
مطالب پر اگر مطلب پر دلیل نقلی بیان ہو تو ایک بڑی کتاب بلکہ کئی
جلد ہو سکتی ہیں مگر وضع کتاب ہذا مانع تحریر ہے ۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ دلائل عقلیہ کا کوئی فائدہ نہیں
بیکار محض ہے ۔ اس لئے کہ دلائل نقلیہ موقوف ہیں دلائل
عقلیہ پر کیونکہ بے دلائل عقلیہ ۔ دلائل نقلیہ نہیں پائے جاسکتے
اوس کی وجہ یہ ہے کہ دلیل نقلی مثلاً آیت قرآنی یعنی کلام
باری موقوف ہے وجود باری پر وجود کلام بے وجود ذات
مشکلم محال ہے اور جب ذات مشکلم ثابت ہو چکی تو پھر اوسکے
کلام سے اوس کا وجود ثابت کرتا لغو و تحصیل حاصل بھی ہے

تو وجود باری تعالیٰ اوس کے مخلوق کے افعال و صفات سے
 ثابت کرنا لغو تر اور بدرجہ اولیٰ تحقیق حاصل ہوگی یعنی منہج
 کے کلام سے خدا کے وجود کو ثابت کرنا زیادہ تر موجب غیب
 و تحقیق حاصل ہے بلکہ ان دونوں صورتوں میں دور ہی لازم
 آتا ہے کہ اثبات واجب الوجود اوس کے کلام کے وجود سے
 اور اثبات وجود کلام واجب الوجود کے اثبات سے یعنی اثبات
 واجب الوجود واجب الوجود کے اثبات سے لازم آئے گا کہ
 یہ محال ہے یہ دور صریح ہے اور دور مضمر دونوں لازم آتا ہے و موقوف
 کہ اثبات واجب الوجود موقوف ہے اثبات نبوت پر کلام
 اثبات نبوت موقوف ہے اثبات حدیث پر اور اثبات
 موقوف ہے اثبات نبوت پر اور اثبات حدیث پر موقوف ہو جاتا ہے
 اثبات واجب الوجود پر تو اثبات واجب الوجود کا
 ہے اثبات واجب الوجود پر اور یہ محال ہوتا تو دلیل نقلی کے
 دور مضمر کے ضمن میں کہی دور مضمر ہوا حالانکہ دلیل اگر دلیل
 کے کا یقین ضرور حاصل ہوتا
 بدتر از محال ہوتا
 اور جب دلائل عقلیہ بیان ہوں پس حق یہ ہے کہ دلیل نقلی
 سب حاصل ہو چکے پھر اب دلیل ہی نہیں ہے بلکہ وہ امارۃ ہو

کرنا بیکار ہے بلکہ تحصیل حاصل ہے اور دور ہی لازم آتا ہے مگر
 تو کہو نگاہ کہ لا اقل اس قدر تو فائدہ ضرور ہے کہ مزید بصیرت
 حاصل ہوتی ہے مثل اسکے کہ کوئی مطلب ایک دلیل عقلی سے
 ثابت ہو چکا ہو پھر اسی مدعی پر دوسری دلیل عقلی لائی
 جائے تو دلیل ثانی بیکار نہیں ہوتی ہے بلکہ ایک دلیل عقلی سے
 دوسری دلیل عقلی مستصرع ہوئی ہو تو وہ بھی محض بیکار نہیں
 بنے پس دلائل عقلیہ زیادہ بصیرت کا سبب اور باعث مزید
 اعتبار ہے اور معین دلائل عقلیہ کی ہوتی ہے تو تحصیل حاصل
 مشکل نہ آئی بلکہ زیادہ بصیرت و از دیار یقین جو کہ حاصل ہو
 نہیں یہ تحصیل ہوگی نہ حاصل کی تحصیل۔ باقی رہا لزوم دور کا
 کلام دلیل نہیں ہے کہ دلیل نقلی اگر حقیقتہً دلیل مثبت دعوے
 تو لازم آئیگا کہ تصدیق کے لئے لازم آئیگا والا فلا تفصیل اوس کی
 لازم علم لازم علم نہیں موقوف ہے وجود دعوے پر کیونکہ دلیل
 ہے اور صورت علیہ کلمہ ہے۔ اور خود وجود دعوے موقوف
 کے علم کو علم لازم ضرور نہیں ہے اور تصدیق دعوے یعنی ادعا
 کا تصور ضرور نہیں ہے مگر جو خود نفس دلیل پر اور تصدیق دعوے
 جاتی ہے کلام کے تصدیق سے دلیل پر اور تصدیق دلیل موقوف

ہنیں ہے تصدیق دعویٰ پر ادسکی نظیر یوں سمجھنی چاہئے کہ نفس
 وجود کلام موقوف ہے ذات مشکلم پر جسے وجود سے موقوف ہے
 وجود موجود پر اور خوبی کلام موقوف ہے وجود کلام پر اور وجود کلام
 موقوف ہے وجود مشکلم پر جسے جسے موقوف ہے وجود کلام پر
 اور خود معروض موقوف ہے وجود موجود پر تو بالواسطہ خوبی ہی
 موقوف ہے وجود موجود پر اور تصدیق کلام و تصدیق یقین حسن
 کلام بھی موقوف ہے وجود معلوم پر یعنی کلام یا جس کلام پر اور
 کلام موقوف ہے وجود ذات مشکلم پر تو تصدیق کلام بھی
 ہے وجود ذات مشکلم پر مگر تصدیق کلام یا تصدیق
 وجود ذات مشکلم کی تصدیق پر موقوف ہنیں ہے بلکہ
 مشکلم کے یقین کلام کا ہو جاتا ہے کیونکہ کلام کا
 اور مشکلم کی ذات کا ہو کچھ بھی علم نہیں بلکہ
 کون ہے اور جب کہنے والے کا یقین نہ
 یقین سے مدعا کا یقین ہونا ضرر
 ہے تو دلیل کے یقین سے مدعا
 ہے والا وہ دلیل نہیں ہے
 بدون انضمام عقل حقیقہ

اور قرینہ مطلوب پر ہے اس سے ثابت ہوا کہ دلیل نقلی حقیقت
 دلیل مثبت دعویٰ نہیں ہے اگر اوسمین عقل کو دخل نہو یا
 زیادہ ہوا رد و رد ہی لازم نہیں آتا کیونکہ توقف سے علیٰ نفسہ
 نہ تصدیقاً ہے نہ معلوماً یعنی نہ یونہی ہے کہ تصدیق دعویٰ موقوف
 ہے تصدیق دلیل پر اور بالعکس اور نہ یونہی ہے کہ خود دعویٰ
 کا وجود موقوف ہے وجود دلیل پر اور بالعکس کیونکہ تصدیقاً
 العکس صحیح نہیں ہے اور خود معلوم یعنی دعویٰ کے وجود کے
 سے ذوالعکس صحیح نہیں ہے اگرچہ کلام کے یقین سے
 یقین کہی ہوتا ہے مگر بطور لزوم ہوا تو حقیقت دلیل
 طور اثبات استقلالی تا دور لازم آنے بلکہ اگر تصدیق
 و تصدیق دلیل کو تصدیق دعویٰ لازم ہے
 تصدیق کلام کو دعویٰ لازم ہو حالانکہ
 یہ تا کیونکہ یسا صورت علمیہ کا علم ہوتا
 لازم کا علم نہیں ہوتا کیونکہ لزوم
 ہے آفتاب کے تصور میں حرارت
 یہی شکم کی بھی تصدیق ہو
 لئے تصدیق کلام قرینہ

واما رہ کہلاتا ہے نہ دلیل مگر محض کلام کے وجود سے مشکل کے وجود
 کو یقین کر سکتے ہیں اور حسن صنایع و بدایع کلام اور خوبی نظام و
 عجائبات فصاحت و بلاغت سے اور فرمانے سے اور ایسا سمجھنے
 مومنین کے اور پیغمبر و اوصیاء کے فرمانے سے اور ایسا سمجھنے
 سے کہ کوئی بشر کا اس طرح کا کلام نہیں ہو سکتا یقین کر سکتے ہیں
 و مورد پر مشکل قادرِ عالم قدیم خالق حکیم کے اگرچہ نہ بطور لزوم کے
 کہ علم و دلیل و علم دعویٰ لازم و واجب ہو فوری بلکہ بیخ پائے
 بالاضمام قراین مثل اس کے یہ بھی ہے کہ معرفتہ پیغمبر
 معرفتہ خدا کی ہوتی ہے اور معرفتہ خدا سے معرفتہ
 ہوتی ہے نہ بطور لزوم کے کہ معرفتہ پیغمبر
 ہو یا معرفتہ خدا کو معرفتہ پیغمبر لازم ہے
 لازم نہیں اگرچہ وجود عالم یعنی معلوم
 موثرہ مستعمل لازم ہے کیونکہ بسا اوقات
 ہوتا ہے اور علت کے جاننے سے ذی
 کی شناخت سے بلکہ تمام عالم کے
 سے خدا کو پہچان سکتے ہیں مگر
 کہ نزدیک کا ہر کوئی تصور ہوتا ہے

خالی رہتا ہے یا یوں سمجھنا چاہئے کہ معرفتہ واجب ثعلیٰ موقوف
 نہیں ہے معرفتہ بنوت پر اور نہ معرفتہ بنی پر اور معرفتہ بنوت
 موقوف نہیں ہے معرفتہ بنی پر اور معرفتہ بنی موقوف نہیں ہے
 معرفتہ قرآن و احادیث پر پس معرفت خدا موقوف نہیں ہے معرفتہ
 حدیث و قرآن پر تو حدیث و قرآن کی معرفتہ دلیل نہیں ہے معرفتہ
 ثعلیٰ کی کیونکہ معرفتہ دعویٰ موقوف ہوتی ہے معرفتہ

قرآن و حدیث کہ موقوف ہو معرفتہ ذات بنی پر اور
 ذات بنی موقوف ہے معرفتہ بنوت پر اور نہ معرفتہ
 معرفتہ بنوت موقوف ہے معرفتہ الوہیت پر اور
 معرفتہ دعویٰ کی ہوتی ہے مگر یہ ضرور
 لازم ہو موقوف لازم ہو پس معرفتہ الوہیت
 ہے کہ بے بنوت کے خدا کو پہچانتا حال
 بات بعض کچھ فہم کن کے ہیں وہ

رد و زمان میں یہ کتاب لکھی جائے
 کتاب کا وہ قاری البسی زبان میں
 کتاب جسکا لقب اردو سے

معلیٰ ہوا ہے کوئی خاص زبان اور مستقل ہنرین جو محض لغوی ہوتی ہیں
مجموعہ لفظوں کیونکہ بادشاہان دہلی کے اردو سے معلیٰ میں جو ہزاروں
اصناف کے خلائق ماسور تھے اور مختلف خطہ ہا کے ہند کے
اشخاص جمع تھے اور عرب و عجم و ترک وغیرہ بھی رہتے تھے اسلئے
مختلف زبانیں اس اردو سے معلیٰ میں بولی جاتی تھیں
اوسى زبان مجموعی دہیت کذالی کا اوس زمانہ سے زیادہ تر
ہوا اور دہلی میں اوسى طور سے سب کی گفتگو رواج پاتا ہے
شعرا و اشعار بھی اوسى طور سے کہنے لگے اور انقضا

کے متاخرین نے کچھ کچھ قواعد بھی تذکرہ و تالیف
قرار دئے تھے کہ بعضوں نے کچھ رسائل بھی
پس یہ زبان مرکب ہے کہ جس میں اکثراً
فروعات سنسکرت شمل ہوا کہ وہ
وینچابی و پشتو اور بنگالی و مرہٹی و
بلکہ اغلب فارسی زبان اور کچھ

داخل ہیں علی الخصوص اس
بہت مخلوط ہو گئے ہیں اور
ہے اگرچہ اس زمانہ کے

چکے اور ابون سے مقصود
نقل نقلیہ سے مطالب کو ثابت

تحریرات دہلی

کچھ لفظوں کا تالیف

ابھی تک اس اردو نے جدید کو اختیار نہیں کیا ہے اردو کوئی
خاص اور مستقل زبان مثل سنسکرت و فارسی و عربی و غیرہ
کے نہیں ہے اردو ہم سے بعضوں کا کہ اردو کو ایک مستقل
زبان جانتے ہیں حالانکہ ایک لفظ بھی اردو نہیں ہے جو لفظ اردو
میں بولا جاتا ہے وہ لفظ دوسری زبان کا ہے اور اکثر غلبہ
تہ فارسیہ ہیں اور ترکیب کی ہیئت تو گویا کل فارسی ترکیب
اور کتابت تو محض فارسی ہی کی ہے اسی لئے اردو
نہیں ہیں اور اب اگر کسی نے بہ شگفتہ کچھ علوم
کی ہے تو وہ مستحسن نہیں دیکھائی دیتی ہے بلکہ
ن عربی کے لئے بن اور زبان عربی ہی تھا
یگر بیچ علی الخصوص اردو تو کسی جواب
ب چیرچا سو ن زبانوں سے ملے
ہے عربی عبارت سے علوم کی نہایت
ماہل ہو جاتا ہے اور علوم کو جو
اہ فارسی یا ترکی ترجمہ کرتے
سہولت بانی مترجم فیہ کی
تھیکرے پڑے بے کسی استاد

مازم

دیکھی

جواب وہ

مذکور مستقل

یہ ہے کہ ذات

میں دعویٰ جزد

نہیں ہے وجود لغز

یقین موقوف نہیں ہا

مجبور موقوف ہے قصد

اسی علم کا وہ ہے اصنافی ترجمہ جاتی ہے اسی کو مستحسن کہتے ہیں

۱۲ ایک لکھنؤ قاضی صاحب نے فرمایا کہ

کے خود بخود حاصل ہو جائیں۔ والا عوب چاہئے کہ سب ہی عالم
ہوں کیونکہ عربی میں علوم بہت مدون ہیں۔ مثلاً اقلیدس کا
ترجمہ اردو میں ہو گیا ہے تو چاہئے کہ ہندی لوگ جو محض اردو
دان ہیں اقلیدس کو مثل قصہ کہانی کے سمجھ لیں حالانکہ بے پیر ہے
کسی استاد ماہر فن سے نہیں سیکھتے ہیں۔ اور بعد اسکے کہ
کسی استاد کامل سے پڑھا ہو پھر بھی انتہا میں بہت غور و
فکر و تامل کی ضرورت رہتی ہے اور بہت غطا کرتے ہیں۔ چاہے
کیسا ہی اردو سمجھنے میں فصیح انسان کہلاتا ہو ان ترجمہ ہونے
سے علوم بقدر اوجہ بیت لغات حیر کے سہل الحصول البتہ ہو
جاتے ہیں۔ پھر تعجب نہ ہو کہ اس رسالہ عمدۃ المعارف کے مضامین
تو ویسی ہی دقیق ہیں جیسے عربی میں ہیں تو ترجمہ ہونے سے چاہئے
کہ اردو دان سمجھے حالانکہ محض اردو دان کی سمجھ سے یہ رسالہ
بالکل دور ہے کیونکہ ہم نے تعمیل فرمائش کی ہے والا اسناد لال کا
لطف اور محض عقلیات کی حمد گوی عربی ہی میں ہے ان مشیت
زبان عربی کی دقت تو بیشک ان مضامین سے رفع ہو گئی اور
جس قدر سہولت ہو اسی قدر واسطے اشاعت علوم کے
غنیمت ہے اور ہدایت کو مسبین ہو سکتی ہے۔

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|-------|--------------|------|-----|---------------|--------------------|
| ۲ | ۷ | سدو | سیدد | ۲۶۰ | ۸ | بین | بین |
| ۳ | ۸ | ایالت | ایمارت | ۲۶۳ | ۱۲ | موجودات | موجودات |
| ۴ | ۱۷ | تزیج | ترویج | ۲۶۴ | ۱۳ | مخص | مخص |
| ۴ | ۳ | اٹدہ | آیندہ | ۲۶۸ | ۱۷ | دافل | دافل |
| ۵ | ۱۵ | سے | بے | ۵۲ | ۴ | بالفرض | بالفرض مثلاً |
| ۵ | ۴ | یرکہ | بلکہ | ۴ | ۴ | ہو | ہوا |
| ۱۰ | ۱۷ | جود | خود | ۵۳ | ۱۳ | ایسی | اسی |
| ۱۲ | ۳ | چوٹا | جھوٹا | ۵۴ | ۲ | الوجود | الوجود |
| ۴ | ۱۱ | گر | کر | ۴ | ۷ | کے | کی |
| ۱۶ | ۸ | چونکہ | جوکہ | ۵۷ | ۱۳ | اور | دور |
| ۴ | ۱۰ | مین | ہین | ۶۵ | ۱۱ | ذات کی | کئی ذات |
| ۱۷ | ۴ | نویت | فوقیت | ۶۷ | ۲ | ہر وجودات علم | ہر ایک وجودات عالم |
| ۴ | ۱۱ | یر | بر | ۷۴ | ۱ | چاہے | چاہئے |
| ۱۹ | ۱ | جانی | جانی | ۷۹ | ۱۳ | لی | کئی |
| ۲۵ | ۳ | حروف | حروف و اوضاع | ۸۰ | ۱ | بلیش | بلیش |
| ۳۵ | ۱۱ | بہر | بہر | ۸۵ | ۱۵ | بیلے | پہلے |
| ۳۷ | ۴ | اشباہ | اشتباہ | ۸۶ | ۴ | تا | نرہا |

وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاءُ اِلٰى صَوَابٍ مُّسْتَقِيْمٍ
 واضح ہو کہ ستر ہدین ماہ شوال ۱۳۱۵ھ ہجری ہو حکم اور نکاح
 کر جنکے خطاب سے اس کتاب کا دیباچہ مزین ہے وقت عصر
 اس کتاب کی تالیف کے لئے صادر ہوا اور اٹھارہ ہجری ماہ
 مذکور سے اس تعمیل کی آغاز ہوئی اٹھائیسویں ماہ مذکور تک
 بین یہ کتاب انجام کو پہنچی یعنی گیارہ دنوں میں یہ کتاب از اول
 تا آخر تالیف پائی اگر شیخوں میں بھی شغل مضمون نگاری کا رہا
 اور دنوں میں الزام و اقسام کے امور باعث معطلی ہوتے
 تو ضرور چھ سات دنوں میں یہ کتاب از اول تا آخر ہو سکتی تھی
 مگر عدم فراغت تعمیل تحریر کی مانع ہوئی کیونکہ محض منتشر خاطر
 و عدم المہلت ہوں اور یہ کتاب ایک متن مستقل ہے اور کسی
 کتاب کا ترجمہ نہیں ہے جو مصنفین ذہین میں دم بخور حاضر
 رہی تعمیل کی گئی و استلام والا کرام حسن الکلام ۱۲ فقط

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|----------|----------|------|-----|-----------|--------|
| ۸۷ | ۴ | اگر ایک | ایک | ۱۱۶ | ۱۲ | منصف | منصف |
| ۸۸ | ۱ | سے | شے | ۱۱۵ | ۳ | کردیتا | کردیتا |
| ۸۹ | ۱ | خو | خود | ۱۱۷ | ۱۷ | کرمے | کرمے |
| ۹۰ | ۵ | دہنیں | دہن | ۱۲۱ | ۱۱ | + | ع |
| ۹۳ | ۱۲ | ورداتین | ذاتین | ۱۲۲ | ۸ | آدھی آدھی | آدھی |
| ۹۴ | ۵ | دو | دو | ۱۲۹ | ۱۱ | پس پس | پس پس |
| ۹۵ | ۷ | دو نوں | یاد نوں | " | " | ضروری | ضروری |
| ۹۶ | ۹ | جزا | جزو | ۱۳۲ | ۱۰ | داتی | داتی |
| " | ۱۷ | ہوتا | ہونا | ۱۳۳ | ۱۲ | فرما | فرمان |
| ۹۸ | ۱۶ | رکتے ہیں | رکتے ہیں | ۱۳۵ | ۴ | آنا | آنا |
| " | ۱۷ | پیش | پیش | ۱۳۷ | ۸ | یکاد | ایجاد |
| ۱۰۰ | ۱۲ | دیسپر | ایسپر | ۱۳۸ | ۱۱ | نو | تو |
| ۱۰۱ | ۱ | قومیت | قومیت | ۱۴۵ | ۱ | بقاؤ | بقاؤ |
| ۱۰۲ | ۷ | منفر | مُضر | " | ۵ | ہے | ہی |
| ۱۰۴ | ۱۵ | سے | بھی | " | ۱۵ | ← | بے |
| ۱۰۵ | ۸ | وراجب | دواجب | ۱۴۷ | ۳ | جیرین | جیزون |
| ۱۰۷ | ۱۶ | س | مین | " | ۱۶ | پالے | پائے |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|------------|------------|------|-----|------------|----------------------------|
| ۱۳۸ | ۴ | نو | لو | " | ۱۵ | اس سے | اس سے ہے |
| ۱۵۱ | ۶ | استکمال | استکمال | " | ۱۷ | اشارہ کے | اشارہ کر کے |
| " | ۸ | عین ذات | عین ذات | ۱۷۰ | ۶ | لے | لے کے |
| ۱۵۳ | ۴ | عارض | عارض | ۱۷۱ | ۳ | اوجھا خود | اوجھا خود بوجھو اجڑا ہے |
| " | ۱۲ | پلے جانے | پائے جانے | " | ۱۶ | چود | خود |
| ۱۵۶ | ۱۵ | نام | نام | ۱۷۳ | ۸ | لوجود | الوجود |
| ۱۵۷ | ۳ | ہوتی چاہئے | ہونی چاہئے | ۱۷۵ | ۱۵ | میں چل | میں |
| " | ۵ | لو | تو | ۱۷۸ | ۶ | حاکم | حاکم |
| ۱۶۰ | ۲ | اولی | اولی | ۱۷۹ | ۱۲ | دیکھنے میں | دیکھنے میں |
| " | ۱۳ | لو | تو | ۱۸۲ | ۲ | وصفات یعنی | + |
| " | ۱۴ | عالم | عام | ۱۸۳ | ۵ | پہنچو | پہنچے |
| ۱۶۱ | ۱۵ | دوجود | دوجود | ۱۸۵ | ۳ | حقیقت | حقیقت |
| ۱۶۴ | ۶ | ذوالقول | ذوالقول | " | ۵ | الے | اک |
| ۱۶۵ | ۸ | الویت | اولیت | " | ۱۰ | دفتر | دفتر |
| ۱۶۸ | ۱۵ | کہ | کے | ۱۸۷ | ۷ | منسوب | منسوب میں |
| " | ۱۷ | لو | تو | ۱۸۸ | ۱ | منہوکر | منہو میں |
| ۱۶۹ | ۵ | دوقوع | دوقوع | ۱۸۹ | ۶ | میتہ | میتہ |

| صفحہ | سطر | غلط | صحیح | صفحہ | سطر | غلط | صحیح |
|------|-----|----------|-----------|--|-----|--------|---------|
| ۱۹۰ | ۱۵ | یہی | یہی | " | ۱۳ | حکم | حکم ہے |
| ۱۹۱ | ۵ | آلے | آلے | " | ۱۶ | د | واسطہ |
| ۱۹۱ | ۷ | آلے | آلے | " | ۱۶ | صحیح | صحیح ہے |
| ۱۹۳ | ۱۷ | مسلمہ | مسلمہ | ۲۱۶ | ۶ | فالوس | فالوس |
| ۱۹۵ | ۵ | کرتا | کرتا | " | ۱۵ | پس | پس |
| ۱۹۶ | ۱۰ | اس لئے | اس لئے کہ | " | ۱۷ | آبج | الحج |
| ۱۹۷ | ۱۶ | عین | نہ عین | ۲۱۷ | ۱ | النہین | النہین |
| ۱۹۸ | ۵ | اعتباریہ | اعتباریہ | " | ۵ | ذکر | ذکر |
| ۱۹۹ | ۱۶ | مین | مین | " | ۶ | لانج | لابجہ |
| ۲۰۰ | ۱۶ | پر | پر | " | ۸ | سفینٹک | سفینٹک |
| ۲۰۱ | ۱ | ش | شل | " | " | وشر | وشر لھا |
| ۲۰۲ | ۱۵ | نوحا | نوحا | " | ۱۰ | علیہ | علیہ |
| ۲۰۷ | ۱ | ہیر | ہیر | " | ۱۲ | عطاو | عطاو |
| ۲۱۰ | ۳ | خداے | خداے | " | ۱۳ | دینا | دینا |
| ۲۱۲ | ۵ | محل | محل | <p>خاتمہ میں غلط نامہ شایع کی فرصت نہیں ہے اور خاتمہ کے عبارات میں بہت غلطیاں ہیں جو محض غلطیوں کی علامت ہیں۔ یہ کہ ایک غلط نامہ بنایا جائی کہ درجہ اولیٰ میں اس نامہ غلط نامہ لکھا گیا ہے غلط نامہ خاتمہ کا نام لکھا گیا مطالعہ فرمائیں اور خود غلطیوں کی تصحیح فرمائیے۔ والسلام کہہ کر چلو گئے</p> | | | |
| " | ۱۰ | طیار ہو | طیار ہو | | | | |
| ۱۱۳ | ۹ | بجز | بجز | | | | |